هو الحیّ القیّوم

لُبابُ الاحیاء

(حصّہ اوّل)

ترجمہ

مختصرُ الاحیاء

یعنی

مشہور آفاق کتاب احیاء علوم الدین کا خلاصہ جو خود حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا تھا

باہتمام منشی نور الدین صاحب بٹ سیکرٹری انجمن مدرسۃ البنات شہر جالندھر
و آغا محمد حفیظ اللہ پرنٹر در جنرل برقی پریس جالندھر شہر طبع شد

لبابُ الاحیاء

ترجمہ

مختصر الاحیاء

تالیف حجۃ الاسلام امام ابی حامد غزالیؒ

از

جناب افضل مرزا بی۔ اے

در جنرل برقی پریس ریلوے روڈ جالندھر شہر باہتمام عبدالحق عباس طبع شد

(سردار محمد کاتب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ نے فرمایا :-

سب ستائش اللہ کے لئے ہے اس کی تمام نعمتوں پر، یہانتک کہ ستائش کی توفیق عطا کرنے پر۔ اور درود مرسلوں کے سرور، اللہ کے نبی، پیمبر اور بندے حضرت محمد پر اور آنحضرت کے آل و اصحاب اور خلفاء و وزرا پر۔

امّا بعد میری کتاب احیاء علوم الدین کی ضخامت بہت بڑی ہے۔ اتنے بڑے حجم کی کتاب کو سفر میں اپنے ساتھ اٹھائے پھرنا مجھے سخت دشوار نظر آیا۔ اس لئے مینے اس کا ملخص طیار کرنا چاہا اور اللہ سے توفیق خیر مانگ کر اور حضرت پیغمبر پر درود بھیج کر اس کارِ خیر پر اقدام کیا۔ اور اس کتاب میں چالیس باب ہیں اور توفیقِ صواب رب الارباب کی طرف سے ہے +

پہلا باب

علم اور علم سیکھنے سکھانے کی فضیلت میں

جان لے کہ علم کی فضیلت کے دلائل قرآن مجید میں کثرت سے آئے ہیں۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے جو ایمان لائے ہیں اور علم دیئے گئے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: لِلْعُلَمَاءِ دَرَجَاتٌ فَوْقَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِسَبْعِ مِائَةِ دَرَجَةٍ مَا بَیْنَ الدَّرَجَتَیْنِ مَسِیْرَةُ خَمْسِ مِائَةِ عَامٍ۔ یعنی علماء کے درجے مومنوں کے درجوں سے سات سو درجے بلند ہیں۔ ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی کہدیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ یعنی لوگوں میں سے اللہ کے جلال سے ڈرنے والے صرف علماء ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ۔ یعنی ہم یہ مثالیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور احادیث میں جناب رسالت مآب کی ایک حدیث ہے: اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ حضورؐ کا ایک فرمان ہے: اَفْضَلُ النَّاسِ الْمُؤْمِنُ الْعَالِمُ الَّذِیْ اِنِ احْتِیْجَ اِلَیْهِ نَفَعَ وَاِنِ اسْتُغْنِیَ عَنْهُ اَغْنٰی نَفْسَهٗ۔ یعنی لوگوں میں سب سے اچھا وہ مومن عالم ہے کہ جب لوگوں کو اس کی حاجت ہو تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور جب لوگ اس سے بے پروا ہو جائیں تو وہ ان سے بے نیاز ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: اَلْاِیْمَانُ عُرْیَانٌ وَلِبَاسُهُ التَّقْوٰی وَ

زِيْنَتُهُ الْحَيَاءُ وَ ثَمَرَتُهُ الْعِلْمُ - یعنی ایمان برہنہ ہے۔ اس کا لباس تقوٰے ہے۔ اس کی زیبائش حیا ہے اور اس کا پھل علم ہے۔ اسی طرح حضور کا فرمان ہے: اَقْرَبُ النَّاسِ مِنْ دَرَجَةِ النُّبُوَّةِ اَهْلُ الْعِلْمِ وَ اَهْلُ الْجِهَادِ وَ اَمَّا اَهْلُ الْعِلْمِ فَلِاَنَّهُمْ قَدْ دَلُّوا النَّاسَ عَلٰى مَاجَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ وَ اَمَّا اَهْلُ الْجِهَادِ فَجَاهَدُوْا بِاَسْيَافِهِمْ عَلٰى مَاجَاءَتْ بِهِ الرُّسُلُ - یعنی لوگوں میں سے جو لوگ نبوت کے درجہ سے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ اہلِ علم اور اہلِ جہاد ہیں۔ اہلِ علم اس لئے کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں ان احکام الٰہی کے مطابق جو رسول لائے۔ اور اہلِ جہاد اس لئے کہ وہ اپنی تلواروں سے جہاد کرتے ہیں ان احکامِ الٰہی کے مطابق جو رسول لائے۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے: اَلْعَالِمُ اَمِيْنُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ - یعنی عالم زمین پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے: تَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُ - یعنی قیامت کے دن انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء شفاعت کرینگے، پھر شہید شفاعت کرینگے۔ حضرت فتح موصلی نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا وہ شخص جسے کھانے پینے اور دوادارو سے منع کیا جائے مرنہ جائیگا؟ انھوں نے جواب دیا کہ مرجائے گا۔ اس پر آپ نے کہا کہ اسی طرح دل کی حالت ہے۔ جب اسے تین دن تک حکمت اور علم کی باتوں سے روکا جائے تو وہ مرجاتا ہے اور انھوں نے بالکل سچ کہا ہے۔ جس طرح جسم کی غذا کھانا پینا ہے۔ اسی طرح دل کی غذا علم و حکمت ہے اور اس سے اس کی زندگی ہے۔ جب اسے علم کی غذا نہ ملے گی تو بیمار ہو جائے گا اور یقیناً مرجائے گا۔ لیکن لوگوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا۔ کیونکہ دنیاوی اشغال نے ان کا احساس زائل کر دیا ہے۔ لیکن جب موت سے یہ اشغال اُٹھ جائیں گے تو انھیں بے نہایت رنج والم نصیب ہوگا اور ان کی حسرت کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور حضرت رسالت پناہؐ کے اس قول: اَلنَّاسُ نِيَامٌ، فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا - یعنی لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مرجائیں گے تو انھیں جاگ آئے گی کا بھی یہی مطلب ہے۔

علم سیکھنے کی فضیلت پر حضرت امام الانبیا کا یہ قول دلیل ہے: اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ بِمَا يَصْنَعُ - یعنی طالب علم کے کام سے خوش ہو کر فرشتے اپنے بازو بچھاتے ہیں اور حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ: لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَتَعَلَّمَ بَابًا مِنَ

الْعِلْمِ خَيْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّيَ مِائَةَ رَكْعَةٍ ۔ یعنی تیرا علم کا ایک باب پڑھنے کے لئے صبح گھر سے نکلنا ایک سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص کی رائے میں علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلنا جہاد نہیں ہے تو سمجھ لو کہ اس شخص کی عقل اور رائے دونوں میں نقص ہے۔

علم پڑھانے کی فضیلت میں اللہ تعالےٰ کا یہ فرمان ہے: وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی یہ عہد لیا کہ وہ اسے لوگوں میں ضرور بیان کر دیں گے اور اسے چھپائیں گے نہیں۔ اس آیت شریف کو پڑھنے کے بعد رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: مَا اٰتَى اللّٰهُ عَالِمًا عِلْمًا اِلَّا اَخَذَ عَلَيْهِ مِنَ الْمِيْثَاقِ مَا اَخَذَ عَلَى النَّبِيِّيْنَ اَنْ تُبَيِّنَهٗ وَلَا تَكْتُمَهٗ ۔ اللہ کسی عالم کو علم نہیں دیتا مگر اس سے نبیوں کی طرح یہ عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اس علم کو لوگوں میں بیان کرے گا چھپا کر نہیں رکھے گا۔ حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضورؐ نے ان سے فرمایا تھا: لَاَنْ يَّهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ۔ یعنی اگر تیری بدولت اللہ تعالیٰ ایک شخص واحد کو بھی ہدایت دے دے تو وہ تیرے حق میں دنیا و مافیہا سے زیادہ اچھا ہے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے: مَنْ حَدَّثَ بِحَدِيْثٍ فَعُمِلَ بِهٖ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ ذٰلِكَ الْعَمَلِ ۔ جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اور اس پر عمل کیا جائے تو اسے اسی قدر اجر ملے گا جتنا عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے علم پڑھنے پڑھانے کے متعلق حسب ذیل ارشاد فرمایا ہے اور ان کی روایت مرفوع ہے: "علم حاصل کرو کیونکہ اللہ کے لئے علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ اس کی مدارست (آپس میں پڑھنا پڑھانا) تسبیح ہے۔ اس کے متعلق بحث کرنا جہاد ہے۔ اس کا پڑھانا صدقہ ہے اور اس کے اہل پر اس کا خرچ کرنا قربت ہے۔ علم تنہائی میں انیس ہے۔ خلوت میں ساتھی ہے اور خوشحالی اور تباہ حالی میں رہبر ہے۔ علم دوستوں کے نزدیک وزیر ہے۔ ہمنشینوں کے لئے ہمنشیں ہے اور جنت کے راستہ کے لئے منار یعنی خضر راہ ہے۔ اللہ تعالےٰ علم کے ذریعہ اقوام کے درجے بلند کرتا ہے اور انھیں بھلائی

کے کاموں میں لوگوں کے ایسے قائد اور رہنما بنتا ہے جن سے وہ ہدایت پاتے ہیں۔ اور کارہائے خیر میں ایسے رہبر جن کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے اور جن کے افعال پر نظر رکھی جاتی ہے۔ فرشتے ان کی زیبائش کی خواہش کرتے ہیں اور انھیں اپنے پروں سے ملتے ہیں۔ خشکی اور تری کی تمام چیزیں ان کے لئے تسبیح کرتی ہیں، یہانتک کہ دریا کی مچھلیاں، حشرات الارض، درندے، چوپائے، آسمان اور ستارے سب ان کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ بیشک علم جہالت میں دلوں کی زندگی، اندھیرے میں آنکھوں کا نور اور ضعف میں بدن کی قوت ہے۔ علم کے ذریعہ انسان نیکوکاروں کی منزلوں تک پہنچتا ہے اور بلند درجوں تک رسائی پاتا ہے۔ علم میں فکر کرنا روزہ رکھنے کے برابر ہے اور اس کی مدارست قیام کے مساوی۔ علم ہی سے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر سکتا ہے۔ اسی سے اس کی بندگی کر سکتا ہے۔ اسی سے موحد بن سکتا ہے۔ اسی سے ورع و تقویٰ حاصل کر سکتا ہے اور اسی سے صلہ رحمی کر سکتا ہے۔ علم امام ہے اور عمل اس کے تابع ہے۔ علم خوش نصیبوں کو الہام کیا جاتا ہے اور اشقیاء اس سے محروم رکھے جاتے ہیں۔"

عقل کے لحاظ سے بھی علم کے فضائل مخفی نہیں ہیں۔ علم ہی کے ذریعہ انسان وصول الی اللہ اور اس کا قرب و جوار حاصل کر سکتا ہے۔ یہی ابدی سعادت اور سرمدی لذت ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی میں دنیا کی عزت اور آخرت کی سعادت پوشیدہ ہے۔ چونکہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس عالم اپنے علم کے ذریعہ اقتضائے علم کے مطابق اپنے اخلاق کو اچھا بنا کر نہ صرف اپنے نفس کے لئے سعادتِ ابدی کا بیج بوتا ہے۔ بلکہ لوگوں کے اخلاق کو مہذب بنا کر اور انھیں علم سکھا کر اپنے غیر کے لئے بھی ابدی سعادت کا ذریعہ پیدا کرتا ہے . . . . . .

. . . . اور لوگوں کو اپنے علم کے ذریعہ اس چیز کی طرف بلاتا ہے جو انھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتی ہے۔ جیسے کہ خود اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے: اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ یعنی اے محمدؐ! اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیے اور لوگوں سے ایسے طریق سے جھگڑا کیجئے جو سب سے اچھا ہو۔ پس عالم خواص کو حکمت کے ذریعے، عوام کو نصیحت کے ذریعے اور معاندین کو مجادلہ سے حق کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ اپنے آپ اور اپنے غیر کو نجات دلاتا ہے اور

یہی انسان کا کمال ہے +

فصل

اس علم کے بیان میں جو فرضِ عین ہے اور اس علم کے بیان میں جو فرضِ کفایہ ہے

رسول اللہؐ نے فرمایا ہے : طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ۔
یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلم آدمی اور عورت پر فرض ہے۔ بالغ ہونے کے بعد اور مسلمان ہونے کے بعد جس چیز کا جاننا واجب ہوتا ہے وہ کلمۂ شہادت اور اس کے معنے ہیں۔ اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کے تمام احکام دلیلوں کے ساتھ بھی جانے بلکہ اگر شک وشبہ کے بغیر اس کا اس پر اعتقاد ہو تو اسی قدر کافی ہے خواہ تقلید کے طور پر ہی کیوں نہو۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں جب غیر مہذب اور ناتراشیدہ لوگ ایمان لاتے تھے تو حضورؐ بھی اسی طرح کرتے تھے پھر اس کے بعد وہ ان چیزوں کے سیکھنے میں مشغول ہو جو احکام الٰہی میں سے اس پر واجب ہوتی چلی جائیں مثلاً نماز۔ پس جب نماز واجب ہو جائے تو اسے سیکھے اور اس کے واجب ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار رہے۔ اسی طرح روزہ ہے۔ اور زکوٰۃ کا علم اس کے لئے واجب ہے اگر اسلام لانے کے بعد اس کے پاس تمام سال اتنا مال رہے جس پر زکوٰۃ واجب ہو اور یہ اس پر بقدر ضرورت واجب ہے۔ اسے حج کے وجوب سے آگاہ کیا جائے لیکن اسے لازم نہیں کہ علم حاصل کرنے میں جلد بازی سے کام لے جیسا کہ اس پر واجب نہیں کہ عدم استطاعت کی حالت میں حج کی ادائیگی میں جلد بازی کرے۔ اور اس پر یہ بھی واجب ہے کہ ان معاصی کو جانے جن کا ترک کرنا واجبات میں سے ہے۔ اور جب اس کے دل میں اپنے معتقدات کے متعلق شکوک پیدا ہوں تو اس پر واجب ہے کہ تعلیم میں غور وخوض کرے اور اس قدر علم حاصل کرے کہ اس کے شبہات دور ہو جائیں۔ اور ایسے علوم کا حاصل کرنا بھی فرض ہے جن سے مہلکات سے نجات اور بلند درجوں تک رسائی ہو۔ اس کے علاوہ باقی جس قدر علوم ہیں فرض کفایہ ہیں فرض عین نہیں۔

جاننا چاہیئے کہ علوم کے درجوں کا فرق علم الآخرت سے ان کے قرب و بعد کے مطابق ہے جس طرح علوم شرعیہ کو دیگر علوم پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح اس علم کو جو شریعت کے حقائق کے متعلق ہے اس علم پر فضیلت حاصل ہے جو شرع کے ظاہری احکام سے متعلق ہے۔ پس ایک فقیہ ظاہر کی درستی اور نادرستی کے متعلق حکم کرتا ہے۔ اور اس کے ورے ایک علم ہے جس سے یہ جانا جاتا ہے کہ عبادت مقبول ہوئی ہے یا مردود اور یہ علم اہل تصوف کے علوم میں سے ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان کیا جائے گا۔

مشہور علماء نے (جن کے مذاہب کو لوگوں نے پکڑا ہے اور ان کی اقتدا کی ہے) علوم فقہ علوم حقائق اور عمل کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ جو ان کے احوال کے انکشاف اور ان کے اقوال کو نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ مشہور علماء پانچ ہیں۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ امام احمد بن حنبلؒ اور سفیان الثوریؒ۔ ان میں سے ہر ایک جیسا کہ اس ظاہری فقہ کے علوم کا ماہر تھا جو خلقِ خدا کی مصلحتوں سے تعلق رکھتے ہیں ویسے ہی یہ لوگ زاہد و عابد اور علوم آخرت کے عالم تھے اور اپنے تمام علوم سے وجہُ اللہ کے طالب تھے۔ ان پانچ خصلتوں میں سے فقہائے زمانہ نے صرف ان کی ایک خصلت کے اتباع کو لازم پکڑا ہے اور وہ فقہ کی نشر اور اس کی فروعات میں مبالغہ ہے۔ اس لئے بقایا چار خصلتیں آخرت کے شایانِ شان ہیں اور یہ ایک خصلت دنیا و آخرت ہر دو کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اور ہم ان کے ان احوال کو بیان کریں گے جو اول الذکر چار خصلتوں پر دلالت کریں گے۔

(حضرت امام شافعیؒ)

حضرت امام شافعیؒ کے عابد ہونے کی دلیل میں یہ چیز پیش کی جا سکتی ہے کہ انھوں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ علم کے لئے۔ ایک حصہ نماز کے لئے اور ایک حصہ سونے کے لئے۔ حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ حضرت شافعیؒ رمضان میں ساٹھ بار قرآن شریف ختم کرتے تھے اور یہ سب نماز میں ختم کرتے تھے۔ اور ان کا ایک اصحابی بویطی ہر رات ایک قرآن شریف ختم کرتا تھا۔ اور حسین کرابیسی فرماتے ہیں کہ مجھے کئی مرتبہ حضرت شافعیؒ کے ساتھ رات گذارنے کا اتفاق ہوا۔ وہ تہائی رات کے قریب نماز پڑھتے تھے۔ میں نے انھیں پچاس آیتوں سے زیادہ

پڑھتے نہیں دیکھا۔ لیکن جب کبھی اس سے تجاوز کرتے تھے تو اکثر سو آیات پڑھتے تھے۔ کسی رحمت کی آیت پر نہیں گزرتے تھے مگر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے تھے اور کسی عذاب کی آیت پر نہیں گزرتے تھے مگر اپنی اور جمیع مسلمانوں کی نجات کے لئے دعا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ طلب کرتے تھے۔ اور ان کا پچاس آیتوں پر اقتصار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں قرآن مجید کے اسرار میں بے حد تبحر حاصل تھا۔

حضرت شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے سولہ سال سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا کیونکہ اس سے بدن بھاری ہوتا ہے، دل سخت ہوتا ہے، ذہانت زائل ہوتی ہے، نیند حاصل ہوتی ہے اور پیٹ بھر کر کھانے والا عبادت میں کمزور رہتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی جھوٹی یا سچی قسم نہیں کھائی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ آپ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو آپ خاموش ہو رہے۔ پھر جب دریافت کیا گیا کہ کیا آپ جواب نہ دینگے؟ تو فرمایا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میرا خاموش رہنا بہتر ہے یا جواب دینا۔ اور حضرت احمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن جب حضرت شافعیؒ قانوسوں کے بازار سے نکلے تو ہم ان کے پیچھے ہو لئے۔ دیکھا کہ ایک شخص اہلِ علم کو گالیاں دے رہا ہے۔ اس وقت آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر یوں گویا ہوئے: "اپنے کانوں کو بد زبانی سننے سے پاک رکھو جیسے کہ اپنی زبانوں کو اس کے کہنے سے پاک رکھتے ہو کیونکہ سننے والا کہنے والے کا شریک ہوتا ہے۔ جس وقت کوئی احمق شخص اپنے برتن میں کوئی خبیث چیز دیکھتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ اسے دوسرے کے برتنوں میں بھی انڈیل دے۔ اگر کوئی بری بات رد کر دی جائے تو اس کو رد کرنے والا خوش نصیب ہے۔ جیسا کہ اس کا کہنے والا بدبخت اور شقی ہے"۔ حضرت شافعی فرماتے ہیں کہ ایک حکیم نے دوسرے حکیم کی طرف خط لکھا کہ: "جو علم تمہیں دیا گیا ہے اسے گناہوں کی تیرگی سے آلودہ نہ کرو تاکہ اُس دن جب اہل علم اپنے علم کی روشنی میں دوڑینگے تم کہیں تاریکی میں نہ رہ جاؤ"۔

حضرت شافعی کا زہد: آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں نے دنیا کی محبت اور اللہ کی محبت اکٹھی کرلی ہے تو سمجھ لو کہ وہ جھوٹ بکتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کے ہاتھ سے چابک گر گیا تو جس شخص نے وہ آپ کو اٹھا کر دیا اسے آپ نے اس صلے میں پچاس دینار عطا فرمائے۔ حضرت شافعیؒ کی سخاوت سورج کی طرح مشہور رہے۔ آپ کے خوف الٰہی اور فکر آخرت پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ

ایک دفعہ آپ نے سفیان بن عینیہ سے ایک رقت انگیز حدیث سنی تو آپ بیہوش ہو گئے، سفیان کو جب ان کی موت کے متعلق کہا گیا تو انھوں نے کہا کہ اگر حضرت شافعیؒ فوت ہو گئے ہیں تو سمجھ لو کہ زمانہ بھر سے بہترین شخص اٹھ گیا ہے اور بعضوں نے یہ آیت پڑھی: هٰذَا يَوْمُ لَا يَنطِقُونَ یعنی یہ وہ دن ہے کہ وہ نہیں بولیں گے۔ مروی ہے کہ یہ سنکر حضرت شافعیؒ کا رنگ متغیر ہو گیا جسم کانپ اٹھا۔ اضطراب اور پریشانی بڑھ گئی اور آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب آپ کو افاقہ ہوا تو کہنے لگے: "یا اللہ میں تیرے لئے جھوٹوں کے مقام اور غافلوں کی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں بار الٰہا! تیرے ہی لئے عارفوں کے دل عاجزی کرتے ہیں اور اہل اشتیاق ذلیل ہوتے ہیں۔ بار خدایا مجھے اپنا جود عنایت کر اور اپنے پردہ سے مجھ پر سایہ گستری فرما۔ اپنے چہرے کی بزرگی کے طفیل میں میری مدد کر اور میری تقصیریں معاف فرما"۔ اور آپ کے اسرار قلوب کے عالم ہونے پر یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ایک دفعہ آپ سے ریا کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ ریا ایک فتنہ ہے جس کو خواہش نفسانی نے قلوب علماء کی رستہائے ابصار کے ساتھ باندھا تو انھوں نے اس کی طرف نفسوں کے انتخاب کی برائی کے ساتھ نگاہ کی، تب ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے نفس میں خود بینی کا خطرہ پائے تو دیکھ کہ وہ کونسی رضا کا طالب ہے کونسی نعمت کی رغبت کرتا ہے، کس عذاب سے بھاگتا ہے، کونسی عافیت میں شکر کرتا ہے اور کس بلا میں ذکر کرتا ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ فقہ اور مناظرہ سے آپ صرف وَجْهُ اللہ کے طالب تھے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میری خواہش ہے کہ لوگ اس علم سے فائدہ اٹھائیں اور میری طرف کوئی چیز اس کی منسوب نہ کریں۔ یہ اس امر کی قاطع دلیل ہے کہ آپ دنیوی شہرت اور جھوٹی عزت و جاہ کے خواہاں نہ تھے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی اس نیت سے مناظرہ نہیں کیا کہ میرا حریف خطا کار ثابت ہو۔ نیز فرمایا کہ میں نے کبھی کسی سے کلام نہیں کیا مگر میری یہی خواہش رہی ہے کہ اسے توفیق و تصدیق و اعانت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت اور رعایت میں لے لے۔ جب کبھی میں نے کسی سے کلام کیا ہے تو اس نیت سے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی زبان سے یا میری زبان سے حق ظاہر فرما دے حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس برس سے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد حضرت شافعیؒ کے حق میں دعا نہ کی ہو۔

اسی طرح حضرت امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی متذکرہ بالا پانچوں خصلتوں سے آراستہ تھے۔اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ سے سوال کیا گیا کہ یا مالک رح آپ علم کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ کہا علم نہایت اچھی چیز ہے، لیکن تو اس بات کا دھیان کرلے کہ صبح سے تا شام کونسا کام تیرے لئے لازم ہے پس تو اسی کے علم کی تحصیل کو لازم پکڑ لے۔ اور حضرت شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ان سے چالیس مسائل دریافت کئے گئے تو انھوں نے ان میں سے بتیس مسائل کے متعلق کہدیا کہ مجھے ان کا علم نہیں۔ اور آپ کا زہد اور ورع اس سے زیادہ مشہور ہے کہ یہاں مذکور ہو۔

اسی طرح حضرت ابوحنیفہ رح کے متعلق روایت ہے کہ آپ نصف شب عبادت میں گذارا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کی نسبت کہدیا کہ آپ ساری رات جاگ کر گذارتے ہیں۔ اس دن سے آپ نے تمام رات جاگنا شروع کردیا اور کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایسی صفت سے موصوف کیا جاؤں جو مجھ میں نہ ہو۔

اسی طرح حضرت احمد بن حنبل رح اور حضرت سفیان ثوریؒ کا زہد اور ورع اس سے زیادہ اظہر و اشہر ہے کہ اس کے بیان کرنے کی حاجت ہو۔ اثنائے کتاب میں ایسی حکایتیں آئیں گی جو اس پر دلالت کریں گی۔ پس اب تو خود دیکھ لے کہ وہ لوگ جو ان بزرگان دین کے اقتدا کا دعوے کرتے ہیں وہ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں یا جھوٹے۔

فصل

ان تمام علوم کے بیان میں جو ناپسندیدہ ہیں

اس سے ہماری مراد جادو، طلسم، نجوم، فلسفہ اور اس قسم کے دوسرے علوم ہیں۔ جادو اور طلسم اس لئے کہ وہ انسان کو طرح طرح کی خرابیوں اور برائیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ نجوم اس لئے کہ سرورِ کائنات علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: (اِذَا ذُکِرَ النُّجُوْمُ فَامْسِکُوْا) یعنی جب نجوم کا ذکر کیا جائے تو اس سے باز رہو۔ اس سے باز رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان فطری طور پر اسباب یعنی محسوس اور متخیل وسائط پر بھروسہ کرنے کا

خوگر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مسبب الاسباب سے غافل ہو جائے اور فلسفہ اس لئے ناپسندیدہ ہے کہ خلافِ شرع امور کی طرف پہنچانے کا سبب ہے۔ ریاضیات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کی مخالفت اور انکار ناممکن ہے۔ لیکن وہ اپنے ماورار کی طرف راستہ دیتے ہیں۔ پس چاہیئے کہ بقدر حاجت پر اقتصار کیا جائے۔ اور علوم طبیعات میں سے اس قدر علم طب حاصل کیا جائے جس کی ضرورت ہو۔ اور علم نجوم میں سے اس قدر سیکھا جائے کہ منزلوں کی معرفت اور قبلہ کے دلائل معلوم ہو جائیں۔

فصل

طالب علم اور استاد کے بیان میں

طالب علم کے آداب و وظائف بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں ان کی اقسام کو سات جملوں میں مرتب کیا جاتا ہے:۔

پہلا وظیفہ: اس بات کو مقدم رکھا جائے کہ اخلاق رذیلہ سے نفس پاک رہے۔ جیسا کہ آنحضرتؐ کا فرمان ہے: بُنِیَ الدِّینُ عَلَی النَّظَافَۃِ وَلَیْسَتِ النَّظَافَۃُ مُرَادَۃً فِی الثِّیَابِ بَلْ فِی الْقَلْبِ۔ یعنی دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔ اس سے مراد کپڑوں کی صفائی نہیں بلکہ دل کی نظافت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:۔ اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔ یعنی مشرک تو پلید ہی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ نجاست کوئی کپڑوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ جب تک باطن خبائث سے صاف نہیں ہوتا۔ دل دین کے کسی مفید علم کو قبول نہیں کرتا اور علم کے نور سے منور اور مستفید نہیں ہوتا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: لَیْسَ الْعِلْمُ بِکَثْرَۃِ الرِّوَایَۃِ اِنَّمَا الْعِلْمُ نُوْرٌ یَقْذِفُ فِی الْقَلْبِ۔ یعنی علم روایتوں کی کثرت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نور ہے جو دل میں ڈالا جاتا ہے۔ بعض محققین کا قول ہے کہ ہم نے علم کو غیر اللہ کے لئے حاصل کیا مگر علم نے نہ چاہا کہ وہ اللہ کے سوا کسی کا ہو۔ اور جو علم ہم سے سرکش اور ممتنع رہا اور اسکی حقیقت ہم پر منکشف نہ ہوئی اور اقوال و الفاظ کے سوا ہمیں کچھ نصیب نہ ہوا۔

دوسرا وظیفہ: یہ ہے کہ وہ اپنے تعلقات کم کر دے اور وطن سے دور چلا جائے تاکہ اس کا دل علم کے لئے فارغ ہو جائے۔ اس لئے کہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ یعنی اللہ تعالےٰ نے ایک آدمی کے پہلو میں دو دل پیدا نہیں فرمائے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ علم تجھے اپنا جز عطا نہیں کرے گا جب تک تو اپنا کُل اس کے سپرد نہ کر دے۔

تیسرا وظیفہ: یہ کہ علم پر تکبر نہ کرے اور استاد پر تحکم ظاہر نہ کرے بلکہ اپنے اختیار کی باگ اس کے سپرد کر دے جس طرح ایک مریض اپنے زمام اختیار کو طبیب کے حوالے کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ ایک نوع کو لینے اور دوسری نوع کو ترک کرنے کے لئے اپنا تحکم ظاہر کرے اور اسے چاہیئے کہ استاد کی خدمت کے لئے ہر وقت کمربستہ رہے جیسے کہ روایت ہے کہ "ایک دفعہ حضرت زید بن ثابت رضؓ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھی۔ ان کی سواری کے لئے ایک خچر لایا گیا۔ اس وقت حضرت ابن عباسؓ تشریف لائے اور رکاب کو پکڑ لیا۔ زیدؓ نے کہا کہ اے رسول اللہؐ کے چچا کے لڑکے اسے چھوڑ دیجئے ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم علماء اور کبراء کے ساتھ اسی طرح کیا کریں۔ اس پر حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھوں کو چوم لیا اور کہا کہ ہمیں بھی کہا گیا ہے کہ ہم اپنے نبیؐ کے اہل بیت سے اسی طرح کیا کریں اور آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کہ: لَیْسَ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِ التَّمَلُّقُ اِلَّا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ۔ یعنی خوشامد اور چاپلوسی کرنا مومن کے اخلاق میں سے نہیں ہے لیکن طلب علم کے لئے۔ کہا گیا ہے کہ علم تعلی کرنے والے کا دشمن ہے جیسے کہ سیلاب بلند مکان کا دشمن ہے۔

چوتھا وظیفہ: یہ کہ لوگوں کے اختلافات کی طرف کان لگانے سے پرہیز کیا جائے اسلئے کہ اس سے حیرت اور سراسیمگی پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدا میں دل ایسی باتوں کی طرف مائل ہوتا ہے جو اس میں القا کی جاتی ہیں مثلاً صفات باری تعالیٰ کے انکار کے راستوں کی طرف جو سستی اور بیکاری کے موافق ہیں اور اسی لئے مبتدیوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ منتہیوں کے افعال کی اقتدا کریں۔ حتیٰ کہ بعض منتہیوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ جس نے ہمیں ابتدا میں دیکھا وہ صدیق ہو گیا اور جس نے ہمیں انتہا میں دیکھا زندیق ہو گیا۔ اور یہ اس لئے کہ نہایت میں ان کے اعضا فرائض کے سوا تمام حرکات سے ساکت ہو جاتے ہیں اور نوافل کے بدلے میں انھیں ہمیشہ کے لئے دلوں کی سیر اور دوام شہود حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر غافل لوگ انھیں کاہل اور بیکار گمان کرتے ہیں: وَتَرَی الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا

جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ - یعنی پہاڑوں کو دیکھکر تو گمان کرتا ہے کہ وہ جامد ہیں مگر حقیقت میں وہ بادل کی چال چل رہے ہیں۔

پانچواں وظیفہ: یہ کہ پسندیدہ علوم کے فنون میں سے تو کسی ایک فن کا عمیق مطالعہ کئے بغیر نہ چھوڑے۔ اور اگر عمر وفا کرے تو اس کو پورا اختیار کرے۔ ورنہ اس میں سے اہم کو اختیار کرے اور اہم کو اختیار کرنے کے متعلق واضح ہو کہ اہم کا اختیار کرنا کل کی اطلاع پانے کے بعد ہی ممکن ہے۔

چھٹا وظیفہ: یہ کہ تو اپنی توجہ تمام علوم سے ہٹا کر اہم علم یعنی علم الآخرت کی طرف مصروف کرے۔ اس سے میری مراد معاملہ اور مکاشفہ کی قسم ہے۔ معاملہ انسان کو مکاشفہ تک پہنچا دیتا ہے اور مکاشفہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اور یہ ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ اس دل میں ڈالتا ہے جو عبادت اور مجاہدہ کی بدولت پاک ہو چکتا ہے۔ اور یہ حضرت ابی بکرؓ کے ایمان کی طرف پہنچتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے: لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَھْلِ الْاَرْضِ بِاِیْمَانِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَرَجَحَ وَذٰلِکَ لِسِرٍّ وَقَرَ فِیْ صَدْرِہٖ - یعنی اگر تمام اہل زمین کے ایمانوں کو ابوبکرؓ کے ایمان کے مقابلہ میں تولا جائے تو ابوبکر کا ایمان غالب آئے گا اور یہ ایک بھید کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں قرار پا گیا ہے۔ براہین اور دلائل کی ترتیب کی وجہ سے نہیں۔ پھر تعجب ہے اس شخص پر جو آنحضرتؐ سے یہ اقوال سننے کے بعد جب اس قسم کا کلام صوفیا کرام کی زبانی سنتا ہے تو ان کی تحقیر کرتا ہے اور انھیں صوفیوں کی بڑ اور لاف زنی تصور کرتا ہے۔ پس تو اپنے راس المال کو ضائع کرنے میں تامل سے کام لے اور اس بھید کو جاننے کے لئے حریص بن جو فقہا اور متکلمین کی بضاعت سے خارج ہے اور تیری حرصِ طلب ہی تجھے اس کا راستہ دکھائے گی۔ جاننا چاہئے کہ تمام علوم میں اشرف علم اور اس کی غایت معرفت الٰہی ہے۔ اور یہ ایک ایسا سمندر ہے۔ جس کی کوئی تھاہ نہیں۔ اور اس میں انسانی درجوں سے دور ترین مرتبہ انبیاء کا ہے۔ پھر اولیاء کا۔ پھر ان لوگوں کا جو ان سے قریب ہیں۔ مروی ہے کہ عبادت گذار حکیموں میں سے دو حکیموں کو خواب میں دیکھا گیا۔ ایک کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جس میں لکھا تھا: "اگر تو کسی ایک چیز کو بخوبی سرانجام دے تو یہ گمان نہ کرلے کہ تو نے ہر چیز کو بخوبی سرانجام دے لیا ہے یہانتک کہ تجھے اللہ کی معرفت حاصل ہو جائے۔ اور یہ جان لے کہ وہی مسبب الاسباب ہے اور اشیا کا ایجاد کرنے والا ہے"۔ دوسرے حکیم کے ہاتھ میں بھی ایک

خط تھا جس میں درج تھا: "اللہ تعالیٰ کی معرفت سے پہلے میں پیتا تھا مگر بدستور پیاسا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ جب میں نے اسے پہچان لیا تو بن پیئے سیراب ہوگیا ہوں"۔

ساتواں وظیفہ: یہ ہے کہ طالب علم فی الحال اپنے باطن کو اس چیز سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے جو اسے اللہ تعالیٰ سے ملا دے اور ملاءِ اعلیٰ اور مقربینِ بارگاہ ایزدی کے قریب پہنچا دے۔ اور اس سے اس کا مقصد ریاست اور مال وجاہ حاصل کرنا نہ ہو۔

مرشد اور استاد کے وظائف کا بیان

اس سلسلے میں جو بہترین حالت ظاہر کی گئی ہے وہ یہ ہے: مَنْ عَلِمَ وَعَمِلَ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یُدْعیٰ عَظِیْمًا فِیْ مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ۔ یعنی جس شخص نے علم حاصل کیا اور عمل کیا پس یہی وہ شخص ہے جسے آسمانوں کی بادشاہت میں بزرگ کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں چاہیئے کہ تو سوئی کی مانند ہو جو اپنے غیروں کو تو کپڑے پہنائے مگر خود برہنہ رہے۔ یا چراغ کی بتی کی طرح جو اوروں کو تو روشنی دے اور خود جلے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

صِرْتُ کَاَنِّیْ ذُبَالَۃٌ نُصِبَتْ + تُضِیْءُ لِلنَّاسِ وَھِیَ تَحْتَرِقُ

ترجمہ: "میں بتی کی مانند ہوگیا ہوں جو لوگوں کے لئے تو اجالا کرتی ہے اور خود جلتی ہے"۔ اور جس شخص نے تعلیم کا ذمہ اپنے اوپر لیا ہے اس نے ایک عظیم الشان کام کا ذمہ لیا ہے۔ پس اسے چاہیئے کہ وہ اس کے آداب و وظائف کی حفاظت کرے۔

پہلا وظیفہ: یہ ہے کہ طالب علم پر شفقت کرے اور اسے اپنی اولاد کی طرح عزیز سمجھے۔ جیسا کہ حضورؐ کا قول ہے: اِنَّمَا اَنَا لَکُمْ کَالْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ۔ یعنی میں تمہارے لئے اسی طرح ہوں جیسے والد اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو حقیقی والد استاد ہی ہے کیونکہ باپ حیاتِ فانی کا سبب ہوتا ہے اور استاد حیاتِ باقی کا باعث۔ اسی لئے استاد کا حق والدین کے حق پر مقدم ہے۔ اور اگر تعلیم سے دنیا کمانا مقصود ہو تو یہ ہلاکت اور بربادی ہے اور نہایت بری قسم کی ہلاکت اور بربادی ہے۔ اور جب یہ مسلّم ہوگیا تو شخص واحد کے شاگردوں کو چاہیئے کہ آپس میں محبت اور پیار سے رہیں۔ کیونکہ علماء اور فرزندانِ آخرت اللہ کی طرف سفر کرنے والے ہیں اور

اسی کے راستہ پر چلنے والے ہیں۔ اور دنیا اور اس کے ماہ وسال اس راستے کی منزلیں ہیں۔ اور جب ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف جانے والے مسافر رفاقت کی وجہ سے آپس میں محبت اور دوستی کو لازم پکڑتے ہیں تو بھلا سفر الی اللہ اور فردوس بریں کے سفر میں کیوں ایسا نہ ہو کیونکہ اس رستے میں تو تنگی بھی نہیں ہے۔ پس چاہیئے کہ رشک اور مزاحمت سے دوری اختیار کی جائے جیسا کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ۔ یعنی مومن تو آپس میں بھائی ہی ہیں۔

دوسرا وظیفہ: یہ کہ حضرت نبی کریمؐ کی اقتدار کی جائے اور تعلیم کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے جیسا کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے: لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَاءً وَّلَا شُکُوْرًا۔ یعنی ہم تم سے بدلا یا شکر گزاری کے خواہاں نہیں ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اگر طلبہ پر اساتذہ کا احسان ہے تو اساتذہ پر طلبہ کا بھی احسان ہے۔ کیونکہ اساتذہ نے ان ہی کے دلوں میں علم و ایمان کا پودا لگا کر اپنے لئے قربِ الٰہی حاصل کیا ہے۔

تیسرا وظیفہ: یہ کہ نصیحت میں سے کوئی چیز کل کے لئے نہ اٹھا رکھے۔ جیسا کہ کسی رتبہ کے مستحق ہونے سے پہلے اس کی کوشش سے منع کرنا اور علم ظاہری کی پختگی سے پہلے علم باطنی میں منہمک ہونے سے روکنا استاد کا فرض ہے۔

چوتھا وظیفہ: استاد نصیحت کرے اور طالب علم کو اخلاق ذمیمہ سے صراحت کے طور پر نہیں بلکہ اشارۃً روکے کیونکہ تصریح سے رعب داب اُٹھ جاتا ہے۔ اور چاہیئے کہ پہلے خود استقامت حاصل کرے اور پھر طالب علم سے استقامت کا خواہاں ہو۔ نہیں تو نصیحت سے کوئی مفید نتیجہ نہ نکلے گا۔ کیونکہ اعمال کی اقتدار، اقوال کی اقتدار سے زیادہ پختہ ہوتی ہے۔

فصل

آفات علم اور علماء آخرت اور علماء سوء کی علامات کے بیان میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَا یَنْفَعُهُ اللّٰهُ بِعِلْمِهٖ۔ یعنی قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ملے گا

جسے اللہ تعالیٰ نے علم سے فائدہ نہیں دیا۔ اور حضور ؐ نے فرمایا ہے: مَنِ ازْدَادَ عِلْمًا وَلَمْ یَزْدَدْ هُدًی لَمْ یَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا۔ یعنی جس شخص نے اپنا علم زیادہ کیا مگر ہدایت میں زیادتی حاصل نہ کی۔ تو اسے اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور جان لے کہ جس وقت عالم علم میں غور و خوض کرتا ہے اس وقت سلامتی سے محروم کیا جاتا ہے یعنی یا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے یا ابدی سعادت حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت خلیل بن احمد ؒ فرماتے ہیں کہ آدمی چار قسم کے ہوتے ہیں:۔ (۱) وہ آدمی جو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے پس یہ شخص عالم ہے اس کا اتباع کرو۔ (۲) وہ آدمی جو جانتا ہے اور نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے۔ یہ شخص سویا ہوا ہے اس کو جگا دو۔ (۳) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔ یہ شخص طالب ہدایت ہے اس کی رہنمائی کرو۔ (۴) وہ آدمی جو نہیں جانتا اور نہیں جانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا۔ پس یہ شخص جاہل ہے اس سے پرہیز کرو۔ اور حضرت سفیان ؒ فرماتے ہیں کہ علم عمل کے لئے پکارتا ہے۔ اگر کسی نے قبول کر لیا تو فبہا ورنہ چل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ یعنی اے محمدؐ ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سنائیے جسے ہم نے اپنی نشانیاں دیں۔ مگر وہ ان میں سے صاف نکل گیا۔

اور علماء آخرت وہ لوگ ہیں جو دین کے بدلے دنیا نہیں کھاتے اور دنیا کے عوض میں آخرت کو نہیں بیچتے کیونکہ انہیں آخرت کی عزت اور دنیا کی ذلت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اور جو شخص دنیا اور آخرت کے فرق اور تضاد اور اس کی ضرر رسانی کو نہیں جانتا ایسا شخص ہرگز عالم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے تو سمجھ لو کہ اس نے اس چیز کا انکار کیا جس پر قرآن شریف، احادیث نبوی، تمام آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء علیہم السلام کے اقوال دلالت کرتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس بات کا علم ہے مگر اس پر عمل نہیں کرتا تو ایسا شخص شیطان کا اسیر ہے۔ جسے اس کی خواہشات اور اس کی بدبختی کے غلبہ نے ہلاک کر دیا ہے اور جس نے ان کا اتباع کیا وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ بھلا ایسے لوگوں کا علماء کے گروہ میں کیسے شمار ہو سکتا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام کی مناجات میں لکھا ہے: "کیا تو جانتا ہے کہ میں ایسے علماء سے کیا سلوک کرتا ہوں جو اپنی خواہشات کو میری محبت پر ترجیح دیتے ہیں وہ میری مناجات کی لذت سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔ اے داؤد! مجھ سے ایسے عالم کے

بارے میں ہرگز سوال نہ کر جس کو دنیا کی محبت نے متوالا کر دیا ہے۔ ایسا شخص تجھے میری محبت کے راستہ سے ہٹا دے گا یہی لوگ میرے بندوں کے راہزن ہیں۔ اے داؤد! جب تو کسی طالب کو دیکھے تو اس کی خدمت کر۔ اے داؤد! جو شخص مجھ سے بھاگے ہوئے کو میری طرف لے آتا ہے میں اس کا نام شہیدوں کے زمرے میں لکھتا ہوں اور جسے میں شہید لکھ دوں۔ اسے دائمی آگ کے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔" اور اسی طرح حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے کہ علماء کی سزا ان کے دل کی موت ہے اور دل کی موت عمل آخرت کے بدلے دنیا کا طلب کرنا ہے۔ اور عمرؓ فرماتے ہیں: اِذَا رَاَیْتُمُ الْعَالِمَ مُحِبًّا لِلدُّنْیَا فَاتَّہِمُوْہُ عَلٰی دِیْنِکُمْ فَاِنَّ کُلَّ مُحِبٍّ یَخُوْضُ فِیْمَا اَحَبَّ۔ یعنی جب تم کسی عالم کو دنیا کی محبت میں گرفتار دیکھو تو اس کو اپنے دین پر متہم کرو کیونکہ تمام چاہنے والے اسی چیز میں منہمک رہتے ہیں جس سے ان کی محبت ہوتی ہے۔ اور حضرت یحییٰ ابن معاذ رازیؒ دنیا پرست علماء کو یہ کہا کرتے تھے: "اے اہل علم! تمہارے محلات قیصری ہیں، تمہارے مکانات کسروی ہیں، تمہارے دروازے ظاہری ہیں، تمہارے اخفاف جالوتی ہیں، تمہاری سواریاں قارونی ہیں، تمہارے برتن فرعونی ہیں، تمہاری سوگواریاں جاہلانہ ہیں اور تمہارے مذاہب شیطانی ہیں۔ لیکن شریعت محمدی کہاں ہے؟" اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

وراعی الشاۃ یحمی الذئب عنہا — فکیف اذا الرعاۃ لہا ذئاب

ترجمہ:- چرواہا بکریوں کو بھیڑیوں سے محفوظ رکھتا ہے لیکن جب گڈریئے خود بھیڑیئے بن جائیں تو بکریوں کا کیا حال ہو۔

اور کہا گیا ہے ؎

یا معشر القراء یا ملح البلد — ما یصلح الملح اذا الملح فسد

ترجمہ:- اے گروہ علماء اور شہر کے نمک (رہنماؤ)! جب نمک (یعنی رہنما) ہی خراب ہو جائے تو اس کی اصلاح کون کرے گا۔

اور جان لے کہ دیندار کو چاہئے کہ کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے اور دنیاوی معاش کے تمام کاموں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرے۔ تعیش اور آرام پسندی کی طرف مائل نہ ہو۔ اور اس طرف مبالغہ نہ کرے جیسا کہ اس کے ترک کرنے میں مبالغہ کرنا نہیں چاہئے۔ اور مناسب ہے کہ

سلاطین اور دنیاداروں کے اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے اور حتی الامکان فتنہ وفساد سے بچے

فصل

عقل اور اس کی بزرگی کے بیان میں

عقل علم کا منبع اور سرچشمہ ہے اور اس کی بزرگی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دلالت کرتا ہے: اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلَ۔ فَقَالَ لَہٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ فَقَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَکْرَمَ عَلَیَّ مِنْکَ بِکَ اٰخُذُ وَبِکَ اُعْطِیْ وَبِکَ اُثِیْبُ وَبِکَ اُعَاقِبُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے پیدا کی وہ عقل ہے پھر اس کو کہا کہ آگے ہو! وہ آگے ہو گئی۔ پھر اسے کہا پیچھے ہٹ! وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم ہے کہ میں نے تجھ سے زیادہ بزرگ کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ تیری وجہ سے میں گرفت کرونگا۔ تیری بدولت بخشش کرونگا۔ تیرے لئے ثواب دونگا اور تیرے لئے عذاب دونگا۔ اور حضرتؐ کا فرمان ہے: سَاَلْتُ جِبْرَائِیْلَ عَمَّا السُّؤْدَدُ قَالَ الْعَقْلُ۔ یعنی میں نے جبرائیلؑ سے دریافت کیا کہ سیادت (سرداری) کیا چیز ہے؟ انھوں نے کہا "عقل"۔ اور عقل کی حقیقت ایک طبعی چیز ہے جس سے نظری معلومات کا ادراک ہوتا ہے۔ گویا کہ وہ ایک نور ہے جو دلوں میں ڈالا جاتا ہے جس سے وہ اشیاء کے ادراک کے لئے تیار اور مستعد ہوتا ہے۔ اور اس استعداد میں طبیعتوں کے تفاوت کے مطابق فرق ہوتا ہے۔ واللہ اعلم +

دوسرا باب

اعتقاد کے متعلق ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں

فصل

اہل سنت کے عقیدہ کی ترجمانی کے بیان میں

اور وہ یہ ہے کہ خدائے قدوس واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کی کوئی مثال نہیں۔ وہ بے نیاز ہے۔ اس کی کوئی ضد نہیں۔ وہ تنہا ہے۔ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ اور یہ کہ وہ قدیم ہے اس کا کوئی اول نہیں۔ وہ ازلی ہے اس کی کوئی ابتدا نہیں۔ وہ دائم الوجود ہے۔ اس کا کوئی آخر نہیں۔ ابدی ہے اس کی انتہا نہیں۔ قیوم ہے اس کے لئے انقطاع نہیں۔ وہ دائم ہے۔ اس کے لئے انصرام نہیں۔ وہ لم یزل ہے اور ہمیشہ بزرگی کی صفات سے موصوف رہے گا زمانوں کے بیت جانے اور مدتوں کے گذر جانے سے اس پر انقضاء اور انفصال کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ بلکہ وہی اول ہے وہی آخر ہے۔ وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے۔

(تنزیہ) یہ کہ نہ تو وہ کوئی جسم ہے جس کی کوئی صورت ہو اور نہ وہ کوئی محدود جوہر ہے جس کا اندازہ لگایا جا سکے اور اسے اجسام کے ساتھ مشابہت نہیں نہ تقدیر میں نہ تقسیم پذیری میں اور یہ کہ وہ جوہر نہیں اور نہ کوئی جوہر اس میں حلول کر سکتا ہے۔ وہ عرض نہیں اور نہ کوئی عرض اس میں حلول ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ کسی موجود چیز کی مثل نہیں اور نہ کوئی موجود چیز اس کی مثل ہے۔ نہ اس کی مانند کوئی چیز ہے اور نہ وہ کسی چیز کی مانند ہے۔ اور یہ کہ مقدار اس کو محدود نہیں کر سکتی۔ اطراف اس پر

حاوی نہیں ہو سکتیں اور جہات اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور نہ زمین اور آسمان اس کو اپنے اندر لے سکتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ عرش عظیم پر اسی طرح مستوی ہے جس طرح اس نے کہا ہے یا یا اس طریق پر جیسے "استویٰ" سے اس کا مقصد اور ارادہ ہے۔ وہ مماست، استقرار، تمکن، حلول اور انتقال سے پاک ہے۔ اس کو عرش نے نہیں اٹھایا بلکہ خود اس نے اپنی قدرت سے عرش اور اس کے حاملین کو اٹھا رکھا ہے اور وہ سب اس کے قبضہ میں مقہور اور عاجز ہیں۔ اور وہ عرش سے خاک نمناک کی سرحدوں تک ہر چیز کے اوپر ہے۔ اس کی فوقیت اسے عرش سے زیادہ قریب نہیں کر سکتی جس طرح کہ اسے زمین اور ثریٰ سے زیادہ دور نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ عرش سے بھی اسی طرح رفیع الدرجات ہے جیسے ثریٰ سے رفیع الدرجات ہے۔ اسی طرح وہ موجودات کی ہر چیز سے قریب ہے۔ اور وہ اپنے بندوں سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور وہ ہر چیز پر حاضر ہے۔ اس کے قرب کو اجسام کے قرب کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی جس طرح کہ اس کی ذات کو اجسام کی ذات کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جا سکتی۔ اور یہ کہ نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کرتی ہے۔ وہ اس سے برتر ہے کہ مکان اس پر حاوی ہو جیسا کہ وہ اس سے پاک ہے کہ زمان اس کو محدود کرے۔ بلکہ وہ زمان و مکان کی پیدائش سے بھی پہلے تھا۔ اور وہ اب بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اور یہ کہ وہ اپنی صفات میں اپنی مخلوقات سے جدا ہے۔ اس کی ذات میں ماسوا نہیں اور اس کی ذات اپنے ماسوا میں نہیں۔ اور یہ کہ وہ تغیر اور انتقال وغیرہ عوارض سے پاک ہے۔ نہ حوادث اس میں حلول کرتے ہیں نہ عوارض اس کو لاحق ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کی بزرگانہ صفات ہمیشہ زوال سے پاک ہیں اور وہ اپنی صفات کاملہ میں کمال کی زیادتی سے مستغنی ہے اور یہ کہ وہ اپنی ذات میں ایسا ہے کہ اس کی ہستی عقول سے جانی جاتی ہے۔ اس کی ذات بہشت میں جو دار القرار ہے آنکھوں سے دیکھی جائے گی اور یہ ابرار پر اپنی نعمت دیدار سے سرفراز کرنے کے لئے خاص فضل و کرم ہوگا۔

حیات اور قدرت: یہ کہ وہ زندہ ہے، قادر ہے، جبار ہے اور قاہر ہے۔ نہ اسے کوتاہی پیش آتی ہے نہ ناتوانی۔ نہ اسے اونگھ پکڑتی ہے نہ نیند۔ نہ اسے فنا لاحق ہوتی ہے نہ موت۔ اور یہ کہ وہ صاحب ملک و ملکوت ہے اور عزت و جبروت والا ہے۔ اسی کے

لئے حکومت اور غلبہ ہے، اور اسی کے لئے خلق و امر ہے اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ خلق و اختراع میں یگانہ ہے اور ایجاد و ابداع میں واحد ہے۔ اس نے مخلوقات اور اس کے اعمال کو پیدا کیا اور ان کے رزق اور عمروں کو مقدر کیا۔ اس کی قدرتوں کا شمار نہیں اور اس کی معلومات کی انتہا نہیں۔

علم: یہ کہ وہ تمام معلومات کو جانتا ہے۔ زمین کی سرحدوں سے آسمان کی بلندیوں تک جو چیزیں جاری ہیں اس کے علم نے ان سب کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ زمین اور آسمانوں میں ایک ذرہ بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تاریک رات میں سخت چٹان پر ایک سیاہ چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ بھی اس کے علم سے مخفی نہیں۔ اور فضاء میں ایک ذرہ کی حرکت کا بھی اسے ادراک ہے اور وہ اسرار اور پوشیدہ ترین چیزوں کو بھی جانتا ہے۔ اور وہ دلوں کے وساوس، خیالات کی حرکات اور بھیدوں کی پوشیدگی کو بھی اپنے اس قدیم علم سے جانتا ہے جو ازل الآزال سے ہمیشہ اس کی صفت چلا آتا ہے۔ ایسے علم سے نہیں جو اس کی ذات میں حلول و انتقال کے ذریعہ تازہ حاصل ہوتا ہے۔

ارادہ: اور وہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ کائنات کے لئے ارادہ کرنے والا اور واقعات کے لئے تدبیر کرنے والا ہے۔ اور اس کی بادشاہت اور مملکت میں کوئی قلیل یا کثیر، چھوٹی یا بڑی، بھلائی یا برائی، نفع یا نقصان، ایمان یا کفر، عرفان یا انکار، فائدہ یا خسارہ، زیادتی یا کمی، اطاعت یا عصیان، کفر یا ایمان غرضیکہ کوئی چیز جاری نہیں ہوتی مگر اس کے ارادہ، قدرت، قضا، حکمت اور مشیت سے۔ اور اسی طرح اس کی مشیت کے بغیر آنکھ کی جھپک یا خیالات کی جھلک جیسی کوئی چیز بھی خارج نہیں ہو سکتی۔ پس جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر معاد کا مبدا ہے اور ہر کام کا فاعل ہے۔ اس کے حکم کو کوئی رد کرنے والا نہیں، اس کی قضا سے کوئی پھر جانے والا نہیں، بندہ کے لئے اس کی توفیق اور رحمت کے سوا اپنے گناہوں سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں، اور اس کی محبت اور ارادت کے بغیر اس کی اطاعت کی طاقت نہیں۔ اگر تمام انسان، جن، فرشتے اور شیاطین جمع ہو کر اس کے ارادہ اور مشیت کے بغیر عالم میں ایک ذرہ کو ہلانا یا ساکن کرنا چاہیں تو وہ اس میں عاجز آ جائیں۔ اور یہ کہ وہ اپنی دیگر صفات کی طرح ارادہ کی صفت سے بھی ہمیشہ سے موصوف

چلا آتا ہے۔ اس نے ازل میں یہ ارادہ کیا کہ تمام اشیا اپنے مقررہ وقت پر وجود میں آئیں۔ چنانچہ تمام چیزیں بغیر کسی تقدیم اور تاخیر کے اپنے اپنے معینہ وقت میں جیسا کہ اس نے ارادہ کیا تھا موجود ہوگئیں۔ وہ ذات باری کاموں کی تدبیر میں خیالات کی ترتیب اور زمانوں کے انتظار کی محتاج نہیں کہ اسے ایک کام دوسرے میں مشغول ہونے سے باز رکھ سکے۔

سمع و بصر: اور وہ یہ کہ پروردگار عالم سمیع اور بصیر ہے، سنتا اور دیکھتا ہے اور نہیں بچتی اس کی شنوائی سے کوئی سنی جانے والی چیز اگرچہ پوشیدہ کیوں نہ ہو۔ اور نہیں غائب ہوتی اس کی بینائی سے کوئی شے اگرچہ باریک ترین کیوں نہ ہو۔ اور اس کی شنوائی میں کوئی دوری حائل نہیں ہوتی اور نہ اس کی بینائی میں اندھیرے سد راہ ہوتے ہیں۔ وہ دیکھتا ہے آنکھ کے ڈھیلے اور پلکوں کے بغیر۔ اور سنتا ہے کانوں اور ان کے سوراخوں کے بغیر۔ جس طرح کہ وہ جانتا ہے دل کے بغیر، پکڑتا ہے عضو کے بغیر اور پیدا کرتا ہے آلہ کے بغیر۔ کیونکہ اس کی صفات خلق کی صفات کے مشابہ نہیں جیسے کہ اس کی ذات خلق کی ذاتوں کے مشابہ نہیں۔

کلام: اور وہ یہ کہ خداوند تعالےٰ کلام کرنے والا ہے، حکم دینے والا ہے، نہی کرنے والا ہے اور وعدہ وعید کرنے والا ہے۔ ازلی اور قدیم کلام کے ساتھ جو اس کی ذات سے قائم ہے۔ اس کا کلام خلق کے کلام کی طرح نہیں ہے۔ پس نہ تو وہ کوئی آواز ہے جو ہوا کے تموج یا اجرام کے تصادم سے پیدا ہوتی ہے اور نہ حروف جو ہونٹوں کے ملنے یا زبان کی حرکت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ قرآن شریف، تورات، انجیل اور زبور مقدس اور جس قدر کتابیں رسولوں پر نازل ہوئی ہیں اور یہ کہ قرآن شریف زبانوں سے پڑھا جاتا ہے۔ صحیفوں میں لکھا جاتا ہے، دلوں میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ باوجود اس کے یہ قدیم ہے اور اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور دلوں اور اوراق کی طرف منتقل ہونے سے علیحدگی اور جدائی قبول نہیں کرتا اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے آواز اور حروف کے بغیر کلام اللہ کو سنا جیسا کہ ابرار لوگ ذات باری تعالےٰ کو جوہر اور عرض کے بغیر دیکھینگے اور جب اس کے لئے یہ صفات مسلم ہوئیں تو وہ حیٌ، عالم، قادر، مرید، سمیع، بصیر، متکلم ہوگا۔ حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام کے ساتھ نہ محض ذات کے ساتھ۔

افعال: اور وہ یہ کہ خداوند تعالےٰ کی ذات بابرکات کے سوا کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو اس کے

فعل سے حادث اور اس کے عدل سے بہترین اور کامل ترین صورتوں پر فائض نہ ہو۔ اور یہ کہ وہ اپنے افعال میں پختہ کار ہے۔ اپنے فیصلوں میں عادل ہے۔ اس کا عدل بندوں کے عدل پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ بندہ اپنے غیر کے ملک میں تصرف کر کے ظالم متصور ہو سکتا ہے مگر اللہ تعالےٰ کی نسبت ظلم کا گمان نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ کسی غیر کی کوئی ملک ہی نہیں پاتا کہ اس میں تصرف کرنے کی وجہ سے ظالم قرار پائے۔ تمام ماسوا یعنی جن و انسان، شیطان اور فرشتے، آسمان اور زمین، حیوان و نباتات و جمادات، جوہر و عرض، مدرک و محسوس و حادث سب کو اس نے اپنی قدرت کے ساتھ عدم اور نابودگی سے ایجاد و اختراع فرمایا۔ اس سے پہلے وہ کوئی چیز نہ تھے۔ کیونکہ وہ ازل میں اکیلا ہی موجود تھا۔ اور کوئی اس کے ساتھ موجود نہ تھا۔ پس اس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے اور اپنی سابقہ ارادت کو متحقق کرنے کے لئے اور ازل میں جو اس کا مکالمہ ثابت ہو چکا تھا اس کے باعث نہ اپنی ضرورت اور احتیاج کی بنا پر مخلوق کو پیدا کیا۔ اور وہ پیدائش، اختراع اور تکلیف کا احسان کرنے والا ہے، یہ چیزیں اس پر واجب نہیں۔ اور انعام اور صلاح کی بخشش کرنے والا ہے یہ چیزیں اس پر لازم نہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اگر ان پر عذاب برسائے تو یہ اس کی طرف سے عدل و انصاف ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے کرم سے طاعتوں پر ثواب دیتا ہے نہ کہ حقداری اور لزوم کی وجہ سے۔ اور اس کی طاعت کا حق انبیاء کی زبان پر اس کے واجب کرنے کی وجہ سے واجب ہوا ہے محض عقل کی وجہ نہیں۔ لیکن اس نے رسول و پیغمبر بھیجے اور ان کی سچائی ظاہرہ معجزوں سے ظاہر فرمائی۔ پس انھوں نے اس کے امر و نہی اور وعدہ و وعید کی تبلیغ کی۔ پس خلق پر ان کی تصدیق واجب ہوئی اس پیغام میں جو وہ لائے۔

دوسرے کلمہ کے معنی

اور یہ رسول کے لئے (ان پر خدا کا صلوات و سلام ہو) گواہی دیتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ نے نبی امی، ہادیِ قریشی جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کے ساتھ تمام عرب و عجم اور جن و انس کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ پس اپنی شرائع سے سوائے ان احکام کے جنھیں باقی رکھنا چاہا منسوخ کر دیا اور انھیں تمام انبیاء پر فضیلت دی، اور انھیں سید البشر بنایا۔ اور ایمان کو اس وقت تک

کامل نہیں فرمایا جب تک توحید کی گواہی یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ رسولؐ کی گواہی یعنی مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی شامل نہ کی جائے۔ اور خلق پر لازم ہے کہ ان تمام باتوں کی تصدیق کرے جن کی انھوں نے دنیا و آخرت کے متعلق خبر دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ بندے کا ایمان قبول نہیں کیا جاتا تاوقتیکہ وہ موت کے بعد کی خبروں پر ایمان لائے۔ اوّل ان میں سے منکر و نکیر کا سوال ہے اور وہ دو مہیب اور ڈراؤنے اشخاص ہیں جو بندے کو جسم و روح کے ساتھ درست کر کے قبر میں بٹھائیں گے اور اس سے توحید و رسالت کے متعلق سوال کریں گے اور اس سے پوچھیں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ اور وہ دونو قبر میں آزمائش کرنے والے ہیں۔ اور ان کا سوال موت کے بعد بندے کے لیئے پہلا امتحان ہوتا ہے۔ اور یہ کہ عذاب قبر پر ایمان لایا جائے اور یہ کہ وہ جسمؐ روح پر جس گناہ کی وجہ سے چاہے، بجا ہے اور دانش و عدل ہے۔ اور موت کے بعد زندہ کیئے جانے اور جمع کیئے جانے پر ایمان لائے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ بوسیدہ ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جیسا کہ پہلی مرتبہ ان کو زندہ کیا تھا۔ اور جسم میں روح کو اسی طرح ڈالیگا جیسا کہ موت سے پہلے دنیا میں ڈالی گئی تھی اور بندے کو صحیح و سالم شخص بنادے گا۔ اور یہ کہ دو پلڑوں اور چوٹی والی ترازو پر ایمان لایا جائے۔ جو بڑائی میں زمین اور آسمانوں کے طبقوں کی مانند ہے۔ جس میں خدا کی قدرت سے اعمال تولے جائیں گے اس دن ذرّوں اور رائی کے دانوں کی تول کے باٹ ہوں گے تاکہ کمال عدل قائم رہ سکے۔ نیکی کے اعمال نامے نور کے پلڑے میں رکھے جائیں گے تو وہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے خدا کے نزدیک اپنی قدر و درجات کے مطابق وزنی ہو جائیگا۔ اور بدی کے اعمال نامے ظلمت کے پلڑے میں رکھے جائیں گے تو وہ اللہ کے عدل و انصاف کی بدولت ہلکا ہو جائے گا۔ اور یہ کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ قیامت حق ہے۔ اور یہ کہ صراط حق ہے اور وہ ایک پُل ہے جو جہنّم کی پشت پر تنا ہوا ہے۔ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک۔ اس کے اوپر کافروں کے قدم ڈگمگائیں گے اور وہ دوزخ میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ اور مومنوں کے قدم اس پر ثابت رہیں گے اور انھیں بہشت کی طرف چلایا جائے گا۔ اور یہ کہ حوض مورود یعنی ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر ایمان لائے مومن لوگ صراط کو عبور کرنے کے بعد اور دخول جنت سے پہلے اس حوض میں سے پانی پئیں گے۔ جو شخص اس میں سے ایک دفعہ پانی پی لے گا وہ پھر ہمیشہ کے لئے کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ اس حوض کی

چوڑائی ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ اس کا پانی سفیدی میں دودھ سے زیادہ سفید ہے اور مٹھاس میں شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے اردگرد آبخورے پڑے ہیں جن کی تعداد گنتی میں آسمان کے تاروں کے برابر ہے۔ اس میں کوثر سے دو پرنالے گرتے ہیں۔ اور اس بات پر ایمان لائے کہ خلق کے حساب میں تفاوت ہوگی یعنی بعض لوگوں کے حساب میں نہایت سخت پڑتال کی جائے گی اور بعض لوگوں کے حساب میں کشادگی برتی جائے گی اور بعض لوگ حساب وکتاب کے بغیر جنت میں داخل ہونگے اور یہ مقرب لوگ ہیں۔ اور وہ باری تعالیٰ انبیاء میں سے جس سے چاہے تبلیغ و رسالت کی بابت سوال کرے گا۔ اور کفار میں سے جس سے چاہے پیغمبروں کے جھٹلانے کے متعلق جواب طلب کرے گا۔ اور بدعتیوں سے سنت کے متعلق سوال ہونگے اور مسلمانوں سے اعمال کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور ایمان لائے کہ موحد مومنوں کو انتقام کے بعد آگ سے نکالا جائیگا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے کوئی موحد بھی جہنم میں باقی نہ رہے گا۔ اور ایمان لائے کہ انبیاء، علماء پھر شہداء پھر ہر ایک مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی جاہ و منزلت کے مطابق شفاعت کریں گے اور ایسے مومن جن کی شفاعت کرنے والا کوئی بھی نہ ہوگا ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے نکالے گا۔ پس کوئی مسلمان دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ بلکہ جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان بھی ہے اس کو آگ سے نکال دیا جائے گا۔ اور صحابہ کرامؓ کی فضیلت اور ترتیب پر اعتقاد رکھے اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضلُ النّاس ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔ اور یہ کہ تمام صحابہؓ کی نسبت نیک گمان رکھے اور ان کی ثنا کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ نے ان کی ثنا و تعریف کی ہے۔ یہ سب باتیں ہیں جن کا ذکر احادیث میں ہے اور جن پر آثار شہادت دیتے ہیں۔ پس جو شخص ان تمام باتوں پر دل سے اعتقاد رکھے گا وہ اہل حق اور فرقہ ناجیہ سنت وجماعت سے ہے اور اہل ضلالت سے جدا ہے۔ پس ہم اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں کمال یقین عنایت فرمائے اور دین پر ثابت قدم رکھے کیونکہ وہی ارحم الراحمین ہے +

فصل

ارشاد میں تدریجی صورت کے بیان میں

اور جان لے کہ بچہ ابتدائی نشو و نما کے زمانہ میں بغیر دلیل و برہان کے اللہ تعالیٰ کی فطرت کے مطابق قبول حق پر آمادہ ہوتا ہے۔ پس اس کو ترجمہ عقیدہ کی تلقین کی جائے یہاں تک کہ وہ اس کو حفظ کرے۔ پس اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ سمجھتا اور قابلیت حاصل کرتا رہے گا اور اسے اس بات کی حاجت نہیں کہ اسے براہین کے ذریعے ثابت کرے۔ پھر عقلمند کو چاہیئے کہ براہین کی طلب میں خوض نہ کرے مگر بقدر حاجت۔ اور اس جگہ بقدر حاجت سے مراد یہ ہے کہ اگر اس کو اس میں کوئی پیچیدگی عارض ہو تو ایسی دلیل کے درپے ہو جو اس کو زائل کر دے۔ اور ابتدا میں علم الکلام میں خوض کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو دریا میں تیرنے کے لئے پھینک دے۔ کیونکہ بسا ممکن ہے کہ اس کا اعتقاد شبہ پر کان دھرنے کے وقت سلامت نہ رہے لیکن ان لوگوں میں ایسا شخص ضرور ہونا چاہیئے جو علم کلام میں ماہر ہو تاکہ ضرورت کے وقت بدعات و شبہات کو دور کر سکے +

فصل

اسلام کے معنی اطاعت کرنا اور مان لینا ہے اور ایمان کے معنی ہیں دل کا قبول کر لینا۔ کبھی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دونوں کو ذکر کر کے ان سے ایک ہی چیز مراد لی ہے جیسے فرمایا: فَاَخْرَجْنَا مَنْ کَانَ فِیْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَمَا وَجَدْنَا فِیْهَا غَیْرَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ ترجمہ: پس جو اس میں مومنین تھے ہم نے ان کو نکال لیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا دوسرا نہ پایا اور وہ ایک ہی گھر تھا۔ اور کبھی ان دونوں کو دو مختلف معنوں میں مذکور کیا ہے جیسا کہ فرمایا: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا: بدویوں نے کہا ہم ایمان لائے۔ تو کہدے: تم ایمان نہیں لائے لیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے۔ اس آیت میں اسلام کے معنی یہ ہیں کہ تم ظاہر میں فرمانبردار ہو گئے لیکن اس فرمانبرداری پر تمہارے سینے کشادہ نہیں ہوئے +

تیسرا باب

طہارت کے اسرار کے بیان میں

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے: اَلْوُضُوْءُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ - یعنی وضو نصف ایمان ہے - اور فرمایا: بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ - یعنی دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے - اور فرمایا مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ - یعنی طہارت نماز کی کنجی ہے - اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے: فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا الآیۃ - یعنی اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاکیزگی کو دوست رکھتے ہیں - اور طہارت کے چار درجے ہیں: اول - ظاہر کی طہارت احداث سے - دوم: اعضا کی طہارت جرم و گناہ سے - سوم: دل کی طہارت اخلاق ذمیمہ سے - چہارم: سِرّ کی طہارت ماسوائے اللہ سے - اور یہ انبیاء اور صدیقوں کی طہارت ہے - اور طہارت ہر درجہ میں عمل کا نصف ہوتی ہے - پس ہر درجہ میں تخلیہ (یعنی خالی کرنا) اور تحلیہ (یعنی آراستہ کرنا) ہوتا ہے - اور تخلیہ عامل کے عمل کا نصف ہوتا ہے کیونکہ دوسرا نصف اسی پر موقوف ہوتا ہے - اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اسی طرف اشارہ کرتا ہے: قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ - یعنی کہہ اللہ پھر چھوڑ دے انکو - اور اللہ تعالےٰ کے "پھر چھوڑ دے" کہنے سے مراد غیر اللہ سے تخلیہ اختیار کرنا ہے - اسی طرح لابد ہے کہ دل سے اخلاق ذمیمہ دور کئے جائیں پھر اسے اخلاق حمیدہ سے آراستہ کیا جائے - اسی طرح لازم ہے کہ پہلے اعضا کو گناہوں سے بچایا جائے بعد میں انھیں فرمانبرداری کے کاموں میں لگایا جائے اور لازم ہے کہ پہلے ہر ایک درجہ میں خوض کیا جائے اس کے بعد ظاہر کی طہارت، پھر روح کی طہارت، پھر دل کی طہارت اور پھر سِرّ کی طہارت کی جائے - یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ طہارت سے مراد محض ظاہر کی صفائی ہے - اگر تو ایسا گمان کرے گا تو تجھ سے مقصود فوت ہو جائے گا - اور یہ خیال نہ کر کہ یہ مراتب بظاہر آرزو اور آہستگی سے حاصل ہو سکتے ہیں - کیونکہ اگر تو اپنی ساری عمر ان کے لئے کوشش کرے تو اس کے بعض مقاصد ہی کو پہنچ سکے گا +

فصل

احداث کی طہارت کے بیان میں

اور وہ وضو غسل اور تیمم ہیں اور ان سے پہلے استنجا رہے۔ اور ہم پہلے قضاء حاجت کی کیفیت اس کے آداب اور طریقے بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ چیز وضو کا سبب ہے۔

قضاء حاجت کے آداب

اس امر کی کوشش کرنی چاہیئے کہ دیکھنے والوں کی نظروں سے دور جنگل میں بیٹھا جائے۔ اور اگر کوئی چیز پائے تو اس کی آڑ لے لے۔ اور بیٹھنے کی جگہ پر پہنچنے سے پہلے اپنے ستر کو ننگا نہ کرے۔ اور قبلہ کی طرف نہ منہ کرے نہ پیٹھ۔ اسی طرح سورج اور چاند کی طرف بھی منہ کر کے نہ بیٹھے۔ ہاں اگر عمارتوں میں ہے تو مضائقہ نہیں، لیکن مستحب یہی ہے کہ گھروں میں بھی ان سے منہ پھیر کر بیٹھے۔ اور بند پانی، پھلدار درخت اور پتھر پر بول نہ کرے۔ اور سخت جگہوں اور ہواؤں کے رخ سے بچے تاکہ چھینٹیں نہ پڑ جائیں۔ اور بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں اندر رکھے اور باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے اور کھڑا ہو کر یا غسل خانہ میں بھی پیشاب نہ کرے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: عَامَّةُ الْوَسْوَاسِ مِنْهُ۔ یعنی عام وساوس اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور کوئی ایسی چیز ساتھ نہ لے جائے جس پر اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام ہو۔ اور ننگے سر بیت الخلاء میں داخل نہ ہو۔ اور داخل ہوتے وقت یہ کہے: بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ یا مِنَ الْخَبِيْثِ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی خبیث روحوں سے (مذکر اور مؤنث دونوں سے) یا خبیث شیطان مردود سے۔ اور نکلتے وقت یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ مَا يُؤْذِيْنِیْ وَاَبْقٰى فِیَّ مَا يَنْفَعُنِیْ۔ یعنی سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے دور کیا مجھ سے جو مجھے ایذا دیتا تھا اور باقی رکھا مجھ میں جو مجھے نفع دیتا ہے۔ اور بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پیشتر اور نکلنے کے بعد بیت الخلاء کے باہر اللہ کا ذکر کرنا چاہیئے۔ اور یہ کہ بیٹھنے سے پیشتر ڈھیلے تیار رکھے۔ اور یہ کہ پائخانہ پھرنے کی جگہ پر استنجا نہ کرے۔ اور یہ کہ بول سے پاک ہونے کے لئے کھانسے اور تین بار قضیب کو

جھٹکے اور قضیب کے نچلے حصہ پر ہاتھ پھیرے۔ اور اگر اس پر بھی وساوس غالب ہوں تو اپنے تہبند پر پانی چھڑکے۔ اور احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرتؐ بھی اسی طرح کرتے تھے یعنی پانی چھڑکتے تھے۔ اور گوبر یا ہڈی سے استنجا کرنے کی ممانعت ہے۔ اور استنجا تین ڈھیلوں سے کرے۔ اور اگر ڈھیلے اور پانی کو جمع کر دیا جائے تو یہ مستحب ہے۔ اور ڈھیلا استعمال کرنے کا طریقہ اس طرح پر ہے کہ اس کو پیچھے سے آگے کی طرف کھینچے۔ اور اگر اس کو گھما سکے تو بہتر ہے۔ غرضیکہ اس سے صاف کرنا ناگزیر ہے۔ اور طاق عدد مستحب ہے +

کیفیتِ وضو

آنحضرتؐ قضائے حاجت کے بعد ہمیشہ وضو فرماتے تھے۔ چنانچہ حضور کا فرمان ہے: لَا یُحَافِظُ عَلَی الْوُضُوْءِ اِلَّا مُسْلِمٌ وَیَنْبَغِیْ اَنْ یَّبْتَدِیَ بِالسِّوَاکِ۔ یعنی نہیں محافظت کرتا وضو کی مگر مسلمان اور مناسب یہ ہے کہ ابتدا مسواک سے ہو۔ اور فرمایا حضورؐ نے: صَلٰوۃٌ عَلٰی اَثَرِ سِوَاکٍ اَفْضَلُ مِنْ خَمْسٍ وَّسَبْعِیْنَ صَلٰوۃً بِغَیْرِ سِوَاکٍ۔ یعنی مسواک کر کے ایک نماز پڑھنا بلا مسواک کی پچھتر نمازوں سے افضل ہے۔ پھر وضو کے لئے بیٹھے اور کہے: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کہا حضورؐ نے: لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَّمْ یُسَمِّ اللّٰہَ تَعَالٰی۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا اس کا وضو نہیں ہوا۔ اور کہے: اَعُوْذُ بِکَ مِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ۔ یعنی پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ تیرے شیطانوں کے وساوس سے اور پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ تیرے اس سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ پھر تین دفعہ ہاتھ دھوئے اس سے پیشتر کہ برتن میں ڈالے اور کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ الْیُمْنَ وَالْبَرَکَۃَ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْھَلَکَۃِ۔ یعنی اے اللہ تجھ سے برکت چاہتا ہوں اور پناہ مانگتا ہوں تیرے ساتھ شومی اور ہلاکت سے۔ اور رفع حدث کی یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے۔ اور منہ دھونے تک نیت کا خیال رکھے۔ پھر دائیں ہاتھ میں منہ کے لئے چلو بھرے اور تین بار کلی کرے۔ اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرے۔ ہاں اگر روزہ دار ہو تو نرمی کرے اور پڑھے: اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی قِرَاءَۃِ کِتَابِکَ وَکَثْرَۃِ الذِّکْرِ لَکَ۔ یعنی اے اللہ میری مدد کر اپنی کتاب پڑھنے اور اپنے ذکر کی کثرت میں۔ پھر ناک کے لئے چلو بھرے اور تین دفعہ ناک میں پانی ڈالے اور جو کچھ اس

میں ہوا اس کو جھاڑے - اور کہے : اَللّٰهُمَّ اَوْجِدْ لِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ یعنی اے اللہ میرے لئے جنت کی خوشبو پیدا کر اس حال میں کہ تو مجھ سے راضی ہو- اور ناک جھاڑتے وقت کہے : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ رَوَائِحِ النَّارِ وَمِنْ سُوْءِ الدَّارِ - یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں دوزخ کی بوؤں سے اور برے گھر سے - پھر منہ کے لئے پانی کا چلو لے اور پیشانی کی جڑ سے ٹھوڑی کے آخر تک لمبائی میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک چوڑائی میں اپنا منہ دھوئے - اور پیشانی کے دائیں اور بائیں بالوں کو دھونا واجب نہیں کیونکہ یہ سر کا حصہ ہیں - اور واجب ہے کہ مانگ کی جگہ تک پانی پہنچائے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں سے عورتوں کو بال علیحدہ کرنے کی عادت ہوتی ہے اور واجب ہے کہ چار بالوں کے اگنے کی جگہ تک پانی پہنچائے - اور وہ مونچھیں، بھوؤں، پلکیں اور رخساروں کے بال ہیں - اور چہرے کے سامنے کی طرف پانی پہنچانا واجب ہے جبکہ ڈاڑھی ہلکی ہو گھنی نہ ہو اور بچی یعنی ریش بچہ کا حکم کثافت اور خفت کے بارے میں داڑھی کی طرح ہے اور چھوڑی ہوئی داڑھی کے بیرونی حصہ پر پانی بہانا چاہئے - اور چاہئے کہ آنکھوں کے خانوں، آنکھوں کے کوؤں اور سرمہ جمع ہونے کی جگہوں میں انگلیاں پھیرے اور انہیں صاف کرے اور کہے : اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ بِنُوْرِكَ یَوْمَ تَبْیَضُّ فِیْهِ وُجُوْهُ اَوْلِیَائِكَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْهِیْ بِظُلُمَاتِكَ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِكَ - یعنی اے خدا اپنے نور سے میرا منہ سفید کر جس دن تیرے دوستوں کے منہ سفید ہونگے - اور میرا منہ اپنی ظلمتوں سے سیاہ نہ کر جس دن تیرے دشمنوں کے منہ سیاہ ہوں گے اور داڑھی میں خلال کرنا مستحب ہے - پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھوئے - اور اگر انگوٹھی پہنی ہو تو اسے پھرائے اور روشنی کو دراز کرے کیونکہ روایت میں ہے کہ قیامت کے دن وضو کی جگہ تک زیور پہنایا جائے گا - اور دائیں ہاتھ سے دھونا شروع کرے اور کہے : اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَسِیْرًا - یعنی اے اللہ میرا نامہ اعمال میرے دائیں ہاتھ میں عطا کر اور حساب کے وقت میرے حساب میں آسانی کر - اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ - یعنی بارخدایا ! میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں کہ تو میرا نامہ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں یا پیٹھ کے پیچھے سے دے - پھر سر کا مسح پورا کرے اس طرح کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے بھگو کر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کے سرے بائیں ہاتھ کی

انگلیوں کے سروں کے ساتھ ملائے اور پیشانی کے جڑ پر رکھکر گدی تک پھیرتا لے جائے اور پھر سامنے لائے۔ اسی طرح تین بار اس کا تکرار کرے اور کہے: اَللّٰهُمَّ غَشِّنِيْ بِرَحْمَتِكَ وَ اَنْزِلْ عَلَيَّ مِنْ بَرَكَاتِكَ وَ اَظِلَّنِيْ تَحْتَ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ۔ یعنی اے اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور مجھ پر اپنی برکت نازل فرما اور جس دن سوائے تیرے سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اس دن مجھ پر اپنے عرش کا سایہ کر۔ پھر تازہ پانی لے کر اپنے دونوں کانوں کا اندر باہر سے مسح کرے۔ پس اپنی شہادت کی انگلیوں کو کانوں کے سوراخوں میں داخل کرے اور اپنے انگوٹھوں کو کانوں کی پشت پر پھیرے۔ پھر احتیاط کے لئے اپنی ہتھیلیوں کو کانوں پر تین مرتبہ رکھے اور کہے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اَسْمِعْنِيْ مُنَادِيَ الْجَنَّةِ مَعَ الْاَبْرَارِ۔ یعنی اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو قول کو سنکر اس میں سے بہترین بات کا اتباع کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھے ابرار کے ساتھ جنت کے ندا کرنے والے کی آواز سنا۔ پھر گردن کا مسح کرے جیسا کہ آنحضرت کا قول ہے کہ قیامت کے دن گردن کا مسح کرنے والا طوقِ گردن سے امان میں رہے گا اور کہے: اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِيْ مِنَ النَّارِ۔ یعنی اے اللہ میری گردن کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر۔ تین بار پھر کہے: وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ۔ یعنی اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں زنجیروں اور طوقوں سے۔ پھر دایاں پاؤں تین بار دھوئے اور اپنے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے دائیں پاؤں کی انگلیوں کی خلال کرنا شروع کرے یعنی دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے ابتدا کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیا پر ختم کرے اور کہے: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِيْ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ فِي النَّارِ۔ یعنی یا اللہ میرے قدموں کو پلصراط پر ثابت رکھ۔ جس دن آگ پر قدم ڈگمگائیں گے۔ اور بایاں پاؤں دھوتے وقت کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ يَزِلَّ قَدَمِيْ عَنِ الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِيْنَ۔ یعنی اے خدا میں تیرے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میرے پاؤں اس دن پل صراط پر ڈگمگائیں جس دن منافقوں کے پاؤں لڑکھڑائیں گے۔ اور دونو پنڈلیوں کے نصف تک پانی سے دھوئے۔ اور جب وضوء سے فارغ ہو جائے تو کہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور کہے: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَمِلْتُ سُوْءً وَظَلَمْتُ نَفْسِيْ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ فَاغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ

اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ اَذْكُرُكَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّاُسَبِّحُكَ بُكْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ جس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ تیری تعریف کے ساتھ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ نہیں کوئی معبود مگر تو۔ میں نے برے عمل کئے اور اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں تیرے آگے توبہ کرتا ہوں اور تیری طرف لوٹتا ہوں پس مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول کر کیونکہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اے اللہ مجھے اپنے نیک بندوں میں سے بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاکیزہ رہنے والوں میں بنا۔ اور مجھے صابر اور شاکر بنا۔ اور مجھے ایسا کر دے کہ تیری یاد کثرت سے کروں اور صبح و شام تیری تسبیح کروں۔

جو شخص اس طرح وضو کرے تو اس کے وضو پر ایک مُہر لگ جاتی ہے اور وہ تحت العرش تک اٹھایا جاتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا ہے اور قیامت تک اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اور وضو میں تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ اور پانی میں فضول خرچی کرنا مکروہ ہے اور یہ بھی مکروہ ہے کہ ہاتھ جھڑک کر چھینٹیں اڑائے اور وضو کے درمیان بات چیت کرے۔

غسل کی کیفیت

یہ ہے کہ استنجا کرے اور متذکرہ طریقہ پر وضو کرے اور اخیر میں پاؤں دھوئے۔ پہلے دائیں جانب اور پھر بائیں جانب پر تین تین بار پانی بہائے۔ پھر بدن کا اگلا اور پچھلا حصہ ملے اور بالوں میں خلال کرے اور بالوں کی جڑوں میں خواہ خفیف ہوں یا کثیف پانی پہنچائے۔ کیونکہ تمام بالوں کی جڑوں میں جنابت ہوتی ہے اور عورتوں کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اپنی مینڈھیاں کھولیں۔ ہاں اگر انھیں یہ علم ہو کہ ان کے اندر پانی نہیں پہنچے گا تو کھول سکتی ہیں اور شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے بچے کیونکہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ اور بدن کے جوڑوں اور پیچوں کی نگہداشت کرے۔ اور غسل شروع کرتے وقت نیت کرنی نہ بھول جائے۔ اور وضو میں منہ کو دھوتے وقت تک نیت کرنی واجب ہے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونا، مسح کرنا اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھونا واجبات غسل میں سے ہے۔ ہاں غسل میں ترتیب واجب نہیں۔ اور چار قسم کے غسل

فرض ہیں : منی خارج ہونے کے بعد، مرد اور عورت کی ہمبستری کے بعد، حیض کے بعد اور نفاس کے بعد- اور ان کے علاوہ تمام غسل مسنون ہیں مثلاً جمعہ، عیدین، احرام، قیام عرفات و مزدلفہ اور دخول مکہ کے غسل- اور ایامِ تشریق کے تین غسل، طوافِ وداع، کافر غیر جنبی کے ایمان لانے کے بعد، پاگل کے تندرست ہونے کے بعد اور جو شخص میت کو نہلائے- پس ان سب کے لئے غسل مستحب ہے- اب سمجھ لے اور کام میں لا-

کیفیت تیمم

جو شخص پانی کا استعمال نہ کر سکے اس وجہ سے کہ تلاش کیا ہو اور ملا نہ ہو یا کوئی چیز پانی کی راہ روکے ہوئے ہو جیسے کوئی درندہ ہو یا کوئی اور رکاوٹ ہو- یا اگر پانی تو ہو مگر اپنے اور اپنے ساتھی کے پینے کے لئے اس کی ضرورت ہو- یا وہ کسی دوسرے کی مِلک ہو- اور وہ اس کی قیمت دو چند مانگتا ہو یا زخم یا بیماری کی وجہ سے ڈر ہو کہ پانی کا استعمال عضو میں خرابی پیدا نہ کر دے یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو چاہئے کہ صبر کرے یہاں تک کہ نماز کا وقت آجائے- پھر پاک، خالص، ستھری اور نرم مٹی کی طرف قصد کرے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو جوڑ کر زمین پر مارے اور نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے- اور اس سے ایک بار تمام چہرے کا مسح کرے اور کسی حال میں بھی مٹی کو بالوں کی جڑوں تک پہنچانے کی غرض سے تکلف نہ کرے اور چہرے کی جلد کا مٹی اور غبار سے پورا مسح کرے اور یہ ایک ہی ضرب سے حاصل ہو سکتا ہے- کیونکہ چہرے کی چوڑائی ہتھیلیوں کی چوڑائی سے زیادہ نہیں ہے- پھر اگر انگوٹھی ہو تو اسے اتار کر دوسری ضرب مارے اور اپنی انگلیاں کھلی رکھے- پھر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشتوں کو جوڑ کر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کے پیٹوں پر رکھے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کے کنارے دوسرے ہاتھ کی انگشت شہادت کے عرض سے تجاوز نہ کر جائیں- پھر اپنا بایاں ہاتھ جہاں رکھا تھا وہیں سے دائیں کلائی کی پشت پر پھیرتا ہوا کہنی تک لے جائے- پھر اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی الٹ کر دائیں کلائی کے باطن پر کوع یعنی پہنچے تک پھیرے اور اپنے بائیں انگوٹھے کا بطن دائیں انگوٹھے کی پشت پر ملے- پھر بائیں ہاتھ کے ساتھ بھی اسی طرح کرے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو ملے اور انگلیوں کے درمیان خلال کرے اور غرض اس تکلف سے ایک ہی ضرب میں ہاتھوں کا تیمم پورا کرنا ہے

اور اگر دو یا اس سے زیادہ ضربوں کی ضرورت پڑے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اور اسکو جائز ہے کہ ایک تیمم سے ایک ہی فرض نماز ادا کرے اور نوافل جس قدر چاہے +

فصل

واجب ہے کہ ان میلوں (یعنی گندگیوں) کو صاف کرے جو سر، کان اور ناک میں ہوتی ہیں۔ اور رواجب یعنی انگلیوں کے سروں اور ناخنوں کے نیچے کی میل بھی صاف کرے۔ اور ناخن کترانے اور بغلوں اور زیر ناف کے بالوں کو مونڈنے میں چالیس دنوں سے زیادہ تاخیر کرنی مکروہ ہے۔ اور حمام میں داخل ہوتے وقت شرط ہے کہ اپنا ستر چھپا رکھے اور دوسرے لوگوں کے ستروں کو دیکھنے نہ پائے۔ اور داخل ہوتے وقت نماز کے لیئے پاک ہونے کی نیت کرے اور حمام میں دخول و خروج کے وقت وہی دعائیں پڑھے جو بیت الخلا کے دخول و خروج کے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ اور جب ناخن ترشوانے کا ارادہ کرے تو دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور دائیں ہاتھ ہی کے انگوٹھے پر ختم کرے۔ اور بائیں ہاتھ کی ابتدا چھنگلیا سے انگوٹھے کی جانب کرے۔ اور چاہیئے کہ سرمہ ڈالتے وقت طاق عدد کا خیال رکھے۔ روایت ہے کہ آنحضرتؐ سرمہ لگاتے وقت دائیں آنکھ میں تین سلائیاں اور بائیں آنکھ میں دو سلائیاں ڈالا کرتے تھے تاکہ مجموعہ کا عدد طاق ہو جائے۔ اور مناسب نہیں کہ تیرے افعال میں سے کوئی فعل بھی ایسا سرزد ہو جو کسی نہ کسی ترتیب سے خالی اور محض اتفاقی ہو۔ کیونکہ انسان اور حیوان میں یہی فرق ہے کہ حیوان کی حرکات اتفاقیہ ہوتی ہیں اور انسان وہی کرتا ہے جس کے لئے وہ مامور ہوتا ہے اور چاہیئے کہ بچہ کے ختنے کرتے وقت یہود کی مخالفت کے لئے پیدائش کے سات دنوں کے بعد کرے۔ آنحضرتؐ کا فرمان ہے کہ ختنہ مرد کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے باعث عزت۔ حضرت نخعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے دراز ریش عقل مند آدمی پر تعجب آتا ہے کہ وہ اپنی داڑھی کو کاٹ چھانٹ کر بین بین کیوں نہیں کر لیتا۔ کیونکہ میانہ روی ہر کام میں نیک ہے۔ اور داڑھی میں سیاہ خضاب لگانا یا اسے گندھک سے سفید کرنا یا سفید بالوں کو اکھاڑنا یا اس میں کمی یا زیادتی کرنی، یا دکھلاوے اور ریا، کے لئے داڑھی میں کنگھی کرنی یا اظہار زہد کے لئے

داڑھی کے بالوں کو الجھا ہوا اور پراگندہ چھوڑ دینا یہ سب کام مکروہ ہیں۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ کے لوگ اپنی داڑھیوں کو کبوتروں کی دم کی طرح کترائیں گے اور دیگ کے جوش کی طرح اپنی جوتیاں چٹخائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی حصہ نہیں +

چوتھا باب

نماز اور اس کی مہمات کے اسرار میں

فصل

نمازوں، سجدوں، جماعت اور اذان وغیرہ کی فضیلت کے بیان میں

اذان کی فضیلت

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے: ثَلَاثٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى كَثِيْبٍ مِّنْ مِّسْكٍ اَذْفَرَ وَلَا يَهُمُّهُمْ حِسَابٌ وَّلَا يَنَالُهُمْ فَزَعٌ حَتّٰى يَفْرُغَ مِمَّا بَيْنَ النَّاسِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَجُلٌ ابْتُلِىَ بِالرِّقِّ فِى الدُّنْيَا فَلَمْ يَشْغَلْهُ ذٰلِكَ عَنْ عَمَلِ الْاٰخِرَةِ وَرَجُلٌ اَذَّنَ لِلصَّلٰوةِ - یعنی قیامت کے دن تین قسم کے آدمی نہایت خوشبودار مشک کے ٹیلوں پر کھڑے ہوں گے اور انھیں حساب کتاب کے متعلق کوئی فکر یا گھبراہٹ نہیں ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے باہم معاملات سے فارغ ہو جائے گا ایک شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے دوسرا وہ ہے جو دنیا میں بتلائے غلامی ہونے کے باوجود آخرت کے عمل سے غافل نہیں - اور تیسرا وہ ہے جو نماز کے لئے اذان کہتا ہے - اور حضورؐ نے فرمایا ہے: يَدُ الرَّحْمٰنِ عَلٰى

رَأْسِ الْمُؤَذِّنِ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْ اَذَانِہٖ ۔(یعنی اللہ تعالےٰ کا ہاتھ موذن کے سر پر ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اذان سے فارغ ہو جائے)۔ اور کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے اس فرمان : وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللّٰہِ ۔ (یعنی اس شخص سے قول میں زیادہ اچھا کون شخص ہے جو اللہ تعالےٰ کی طرف لوگوں کو بلائے) سے مراد مؤذن ہے ۔ پس جب تو اذان سنے تو تُو بھی وہی کہہ جو مؤذن کہتا ہے ۔ لیکن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے جواب میں تُو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کہہ (یعنی نہیں گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک کام کرنے کی مقدرت مگر اللہ بزرگ و برتر کی امداد و اعانت سے)۔ اور جب وہ کہے قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ تو تُو کہہ: اَقَامَھَا وَاَدَامَھَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْض (یعنی خدا اسے قائم اور دائم رکھے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں)۔ اور تثویب کے جواب میں تو کہہ : صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ ۔(یعنی تو نے ٹھیک کہا اور سچ کہا)۔ اور اذان کے بعد یہ دعا پڑھ : اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ۔ (یعنی اے ہمارے پروردگار، مالک اس پوری دعوت اور قائم نماز کے محمدؐ کو وسیلہ، بلند درجہ اور مقام محمود جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے عطا کر +

نماز کی فضیلت

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ : اَلصَّلَوٰاتُ کَفَّارَاتٌ لِّمَا بَیْنَھُنَّ مَا اجْتُنِبَتِ الْکَبَائِرُ (یعنی نمازیں ان صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان کیے جائیں جب تک کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے)۔ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا : بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُنَافِقِیْنَ شُھُوْدُ الْعَتَمَۃِ وَالصُّبْحِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَھُمَا (یعنی ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق عشا اور صبح کی نماز ہے جنھیں وہ نہیں پڑھ سکتے)۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے : اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ (یعنی دین کی بنیاد نماز پر ہے پس جس نے اسے ترک کیا اس نے اپنا دین ڈھا دیا)۔ اور مروی ہے کہ : اِنَّ اَوَّلَ مَا یُنْظَرُ فِیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ عَمَلِ الْعَبْدِ الصَّلٰوۃُ فَاِنْ وُجِدَتْ تَامَّۃً قُبِلَتْ مِنْہُ وَسَائِرُ عَمَلِہٖ وَاِنْ وُجِدَتْ نَاقِصَۃً رُدَّتْ عَلَیْہِ وَسَائِرُ عَمَلِہٖ ۔ (یعنی قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کے اعمال میں سے نماز کو دیکھا جائے گا ۔ اگر وہ کامل

پائی گئی تو دیگر تمام اعمال بھی اس کے طفیل قبول کئے جائیں گے اور اگر وہ ناقص پائی گئی تو باقی اعمال کے ساتھ اسے پھیر دی جائے گی) +

ارکان کو پورا ادا کرنے کا بیان

فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے : مَثَلُ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ کَمَثَلِ الْمِیْزَانِ مَنْ اَوْفٰی اسْتَوْفٰی۔ (یعنی فرض نماز کی مثال ترازو کی مانند ہے جو پوری پوری ادا کرے گا۔ پورا پورا اجر لے گا) - اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا : اِنَّ الرَّجُلَیْنِ مِنْ اُمَّتِیْ لَیَقُوْمَانِ اِلَی الصَّلٰوۃِ وَرُکُوْعُھُمَا وَسُجُوْدُھُمَا وَاحِدٌ وَاِنَّمَا بَیْنَ صَلَاتَیْھِمَا مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ - (یعنی میری امت میں سے دو شخص نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے رکوع اور سجود یکساں ہوتے ہیں مگر پھر بھی ان کی نمازوں میں اسی قدر فرق ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان فرق ہوتا ہے)۔ اس جگہ نماز میں خشوع کی طرف اشارہ ہے۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے : اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً مَنْ سَرَقَ مِنْ صَلَاتِہٖ (یعنی انسانوں میں سب سے زیادہ برا وہ چور ہے جو اپنی نماز کی چوری کرتا ہے) +

جماعت کی فضیلت

حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے : صَلَاۃُ الْجَمَاعَۃِ تَفْضُلُ صَلَاۃَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (یعنی باجماعت نماز کی فضیلت اکیلے نماز پڑھنے سے ۲۷ گنا زیادہ ہے) - اور حضرت ابنِ عباسؓ نے فرمایا ہے : مَنْ سَمِعَ الْمُنَادِیَ وَلَمْ یُجِبْ لَمْ یُرِدْ خَیْرًا وَلَمْ یُرَدْ بِہٖ - (یعنی جو اذان سن کر قبول نہ کرے تو نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس پر بھلائی کا ارادہ کیا گیا) - اور حضورؐ نے فرمایا ہے : مَنْ صَلّٰی اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا الصَّلٰوۃَ فِیْ جَمَاعَۃٍ لَا یَفُوْتُہٗ فِیْھَا تَکْبِیْرَۃُ الْاِحْرَامِ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بَرَاءَتَیْنِ بَرَاءَۃً مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَۃً مِّنَ النَّارِ - (یعنی جو شخص چالیس دن متواتر باجماعت نماز پڑھے اور اس عرصہ میں اس سے کوئی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے دو قسم کی بریّت لکھے گا۔ ایک نفاق سے بریت اور دوسری جہنم کی آگ سے +

سجدہ کی فضیلت

حضورؐ نے فرمایا ہے : مَا تَقَرَّبَ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِشَیْءٍ اَفْضَلَ مِنَ السُّجُوْدِ الْخَفِیِّ (یعنی پوشیدہ سجدہ سے زیادہ افضل کوئی چیز نہیں جو بندے کو اللہ تعالےٰ کے قریب کردے۔ روایت

ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی کہ اے اللہ کے نبیؐ میرے لئے دعا کیجئے کہ خداوند تعالےٰ مجھے آپ کی شفاعت نصیب کرے اور قیامت کے دن آپ کا ساتھ عطا کرے آپؐ نے جواب دیا کہ اگر ایسا چاہتا ہے تو کثرت سجود سے میری مدد کیا کر۔ اور ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے کہ نماز سے زیادہ کوئی چیز بندے کو خدا سے زیادہ نزدیک نہیں کرتی۔ پس اس حالت میں دعا کثرت سے کیا کرو +

خشوع کی فضیلت

اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (یعنی نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کرو) اور جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے: اِنَّمَا الصَّلٰوۃُ تَمَسْکُنٌ وَّتَوَاضُعٌ وَّتَضَرُّعٌ وَّتَاَسُّفٌ وَّنَدَمٌ۔ (یعنی نماز میں مسکینی، فروتنی، عاجزی، غم کھانا اور پچھتانا چاہئے)۔ اور اپنے دونو ہاتھوں کو پھیلا کر کہے: یا اللہ یا اللہ۔ پس جو ایسا نہ کہے وہ ناقص ہے ناقص۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے: اِذَا صَلَّیْتَ صَلٰوۃً فَصَلِّ صَلٰوۃَ مُوَدِّعٍ (یعنی جب نماز پڑھنے لگے تو اس طرح پڑھے جس طرح کوئی وداع کرنے والا پڑھتا ہے)۔ یعنی اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ کر اللہ تعالےٰ کی راہ میں چلنے والے کی طرح۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزْدَدْ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا (یعنی جس شخص کی نماز اسے بری اور بے حیائی کی باتوں سے نہیں بچاتی تو ایسے شخص کو اللہ تعالےٰ سے زیادہ دور ہونے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا) اور یاد رکھ کہ نماز مناجات ہے پس اس میں غفلت کس طرح ممکن ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس نماز کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا جس میں بدن کے ساتھ بندے کا دل بھی حاضر نہ ہو۔ اور کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے ان کے دل کے جوش کی آواز دو میل کی دوری سے سنائی دیتی تھی +

مسجد بنانے کی فضیلت

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد بنائے خواہ مرغ سنگخوار کے آشیانہ جیسی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں محل بنائے گا۔ اور اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ زمین پر میرے گھر مسجدیں ہیں اور میرے زائر اس میں رہنے والے اور ان کو آباد کرنے والے ہیں۔ پس مبارک ہے وہ شخص جو

اپنے گھر سے پاک وصاف ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کے لئے آئے - پس مزور کا حق ہے کہ وہ اپنے زائر کا اکرام کرے - اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مسجد کو پسند کرتا ہے تو اس کے ایمان کی گواہی دو - اور حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جو کوئی مسجد میں چراغ روشن کرے گا تو جب تک مسجد میں اس چراغ کی روشنی رہے گی فرشتے اور حاملان عرش اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے رہیں گے +

فصل

نماز کے ظاہر اعمال کی کیفیت میں

نمازی کو چاہیئے کہ وضو اور ظاہر و باطن کی طہارت سے فارغ ہونے کے بعد اور ناف سے گھٹنوں تک ستر عورت ڈھانپ لینے کے بعد ایک پاک جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو - اور اپنے دونو قدموں کو کشادہ رکھے بالکل جوڑ کر نہ رکھے - کیونکہ آنحضرتؐ نے صفن اور صفد سے منع فرمایا ہے صفد کے معنی دونوں پاؤں کو اکٹھا رکھنا ہے اور اس کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے: مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ - (یعنی وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہونگے) اور صفن کے معنی ایک قدم کو اٹھائے رکھنا ہے - اس بارے میں اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے - اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ - (یعنی جب دن کے آخری حصہ میں وہ عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے جو ایک ٹانگ کو اٹھائے ہوئے تھے) - اور سر کو ذرا آگے جھکائے اور اپنی نگاہوں کو جائے نماز تک محدود رکھے - اور نیت کو حاضر کرے - اور اگر شیطان سے محفوظ ہونے کی غرض سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں - مثال کے طور پر ظہر کی نیت کرنے کے لئے دل سے اس طرح کہے: میں اللہ کے لئے ظہر کے فرض ادا کرتا ہوں: "ادا کرتا ہوں" کہنے سے قضا نماز میں اور "ظہر" کہنے سے عصر میں اور "فرض" کہنے سے نفل میں امتیاز پیدا ہو جائے گا - اور چاہیئے کہ تکبیر کے اخیر تک یہ نیت قائم رکھے پھر تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اپنے دونوں کندھوں اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو اور

انگلیوں کے سروں کو کانوں کے سروں کے برابر کرے۔ احادیث سے اسی طرح ثابت ہوتا ہے۔ اور انگلیوں کو کشادہ کرنے یا جوڑنے میں تکلف نہ کرے۔ پھر جس طرح گذر چکا ہے حضورِ نیت سے تکبیر کہے اور اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ چھوڑ دے اور سینہ کے نیچے اور ناف کے اوپر دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر رکھے اور دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور درمیان کی انگلی بائیں ہاتھ کی کلائی کی پشت پر رکھے اور دوسری انگلیوں سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے۔ پھر ابتدائی دعائیں شروع کرے اور بہتر ہے کہ پہلے یہ کہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ (یعنی خدائے بزرگ بہت بڑا ہے۔ اسی کے لئے تعریفوں کی کثرت ہے اور اسی کی پاکی صبح و شام ہے)۔ پھر کہے: وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (یعنی سیدھا کرتا ہوں میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے یکرخ ہو کر اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں)۔ پھر کہے: سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ (یعنی بے عیب ہے ذات تیری اے بار خدایا تیری تعریف کے ساتھ۔ تیرا نام برتر ہے اور تیری شان اونچی ہے) پھر کہے: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (یعنی پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے شیطانِ مردود سے)۔ پھر سورہ فاتحہ پڑھے اور تشدیدوں اور تمام حروف کو اچھی طرح ادا کرے۔ اور "ض" اور "ظ" میں فرق پیدا کرنے کی کوشش کرے اور آمین کہے اور اسے دراز کرے اور آمین کہتے وقت اسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے ساتھ ملا نہ دے۔ اور صبح کی نماز میں **طوال المفصل** اور مغرب کی نماز میں **قصار المفصل** پڑھے۔ باقی نمازوں میں "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ" یا "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ" کی مانند یا ان کے قریب قریب سورتیں پڑھے اور صبح کی سنتوں میں "قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ" اور "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" پڑھے۔ اسی طرح فجر طواف اور تحیۃ کی دو رکعتوں میں بھی پڑھے

رکوع

پھر رکوع کرے اور ان باتوں کا لحاظ رکھے یعنی رکوع کے لئے تکبیر کہے اور تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرے اور تکبیر کو رکوع میں پہنچنے تک دراز کرے اور اپنی ہتھیلیاں دونو گھٹنوں پر رکھے اور انگلیاں پنڈلی کی درازی پر پھیلی ہوئی ہوں اور اپنے گھٹنوں کو سیدھا رکھے۔ اور اپنی کمر

کو ہموار پھیلائے اس طرح کہ گردن، پیٹھ اور سر تختہ کی طرح ایک سطح میں ہو جائیں اور اپنی کہنیوں کو پسلیوں سے جدا رکھے۔ مگر عورتیں ایسا نہ کریں۔ اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کہے۔ (یعنی میں اپنے بزرگ رب کی پاکیزگی کہتا ہوں۔ اگر اکیلا نماز پڑھے تو اس سے زیادہ بار کہنا بہتر ہے پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا قیام کی حالت میں کھڑا ہو جائے اور کہے: رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَیْءٍ بَعْدُ (یعنی اے رب ہمارے تیرے ہی لئے حمد ہے جتنی کہ پُری آسمانوں کی اور پُری زمین کی اور پُری اس چیز کی جس کو اس کے علاوہ تو چاہے۔ اور اس قیام کو صبح کی نماز میں صرف قنوت پڑھنے کے لئے طول دے۔

سجدے

پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ کے لئے جھکے اور تکبیر کو سجدہ میں پہنچنے تک دراز کرے۔ پس گھٹنوں اور پیشانی کو زمین پر رکھے اور دونوں ہاتھوں کو بے پردہ زمین پر رکھے۔ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ۔ پھر ناک اور پیشانی اور عورتوں کے خلاف اپنی کہنیوں کو پسلیوں سے جدا رکھے۔ اور دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھے۔ مگر عورتیں ایسا نہ کریں اور بازو، پہلو، ران اور پیٹ کے درمیانی جگہ کشادہ رکھے مگر عورت کو چاہیئے کہ تمام اعضا کو ملائے رکھے۔ اور زمین پر اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر رکھے اور انگلیوں کو کھلا نہ رکھے اور نہ کتوں کی طرح زمین پر اپنی کلائیاں بچھائے کیونکہ آنحضرتؐ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی (یعنی اے میرے رب اعلیٰ پاک ہے تو)۔ اور اکیلے نمازی کے لئے اس سے زیادہ بار کہنے میں مضائقہ نہیں۔ اور تکبیر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اٹھائے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ کر دائیں پاؤں کو کھڑا کرے اور اپنے ہاتھوں کو اپنی رانوں پر رکھ لے مگر انگلیاں ملائے رکھنے میں تکلف نہ کرے اور کہے: رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ۔ (یعنی اے رب مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر، مجھے رزق دے، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت میں رکھ اور مجھے معاف کر۔ پھر مندرجہ طریق پر دوسرا سجدہ ادا کرے اور استراحت کے لئے تھوڑا سا بیٹھے۔ پھر اٹھ کھڑا ہو۔ پس زمین پر ہاتھ رکھے اور دونوں پاؤں میں سے کسی کو آگے نہ بڑھنے دے اور تکبیر کو قیام میں پہنچنے تک دراز کرے۔

تشہد

پھر دوسری رکعت میں تشہد کے لئے بیٹھے اور پہلے تشہد میں اپنے بائیں پاؤں پر بیٹھے اور نبی کریمؐ پر درود بھیجے۔ اور سوائے انگشت شہادت کے تمام انگلیاں بند رکھے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے وقت اس سے اشارہ کرے اور دوسرے تشہد میں دعائے ماثورہ مکمل پڑھے۔ اور اپنے سرین چپ پر بیٹھے۔ اور جب فارغ ہو جائے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ پڑھے اور دائیں جانب منہ پھیرے اس طرح پر کہ اس کا رخسارہ نظر آجائے۔ اور اسی طرح بائیں طرف بھی سلام کرے۔ اور ان ہر دو سلاموں میں نماز سے فارغ ہونے کی نیت کرے اور اپنے دائیں اور بائیں مسلمانوں اور فرشتوں کے سلام کی نیت کرے۔ اور سلام کو لمبا نہ کرے +

فرضوں اور سنتوں کی تمیز

جو کچھ اوپر ذکر ہوا ہے اس میں بارہ فرض ہیں: نیت کرنی - اللہ اکبر کہنا - قیام کرنا - فاتحہ پڑھنا - رکوع کے لئے یہاں تک جھکنا کہ دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر پہنچ جائیں رکوع کے بعد اٹھ کر اطمینان اور اعتدال سے کھڑے ہونا - سجدہ کرنا - سجدہ سے اٹھ کر اطمینان اور اعتدال سے بیٹھنا - آخری تشہد کے لئے بیٹھنا - آخری تشہد پڑھنا - رسول اللہ پر درود بھیجنا اور پہلا سلام +

فصل

اعمال قلب یعنی باطنی شرائط کے بیان میں

اور ان میں ایک خشوع ہے - جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (یعنی نماز کو میرے ذکر کے لئے قائم کرو)۔ اور جناب رسالتمآبؐ کا ارشاد ہے: کَمْ مِنْ قَائِمٍ حَظُّہٗ مِنَ الصَّلٰوۃِ التَّعَبُ وَالنَّصَبُ - (یعنی بہت سے لوگ ایسے ہیں جنھیں نماز میں رنج و درماندگی ہی نصیب ہوتی ہے)۔ اور جان لے کہ نماز تو محض ذکر، قرأت، مناجات اور

بات چیت ہے اور یہ حضورِ قلب کے بغیر نصیب نہیں ہوتی۔ اور اس کا تمام وکمال تفہیم، تعظیم، ہیبت، امید اور حیا کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ الحاصل جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی، اسی قدر خشیت اور حضور حاصل ہوگا۔ پس جب تو اذان کو سنے تو چاہیئے کہ اپنے دل میں ندائے قیامت کے خوف کا تصور کرے اور ظاہر و باطن میں اس آواز کو قبول کرنے اور اس کی طرف جلدی کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ بڑی پیشی کے دن جن لوگوں کو لطف و کرم سے پکارا جائے گا وہ وہی لوگ ہوں گے جو اس آواز کی طرف جلدی کرنے والے ہیں۔ پھر اگر تو اپنے دل کو فرحت و شادمانی سے بھرا ہوا اور اس کی طرف لپکنے کے لئے پُر شوق پائے تو اس ندائے قیامت میں بھی اسی طرح ہوگا۔ اور اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اَرِحْنَا یَا بِلَال۔ (یعنی اے بلالؓ ہمیں راحت دے)۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں تھی۔ بنابریں اس نماز کی طہارت کے معنی اپنے سِر کو ماسوائے اللہ سے پاک کرنا ہے۔ اور اسی سے یہ نماز پوری ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر تو نے اپنے سترِ عورت کو کپڑے سے ڈھانپ لیا تو باطن میں تیرے ستر کو کون چھپائے گا۔ پس تو اللہ کے سامنے مؤدب کھڑا ہو اور یہ جان لے کہ وہ تیرے بھید سے مطلع ہے۔ پس اپنے ظاہر اور باطن سے تواضع کو کام میں لا اور یہ سوچ کہ اگر تو کسی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوتا تو کس طرح کھڑا ہوتا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ اور تمام بادشاہوں کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ تو تمام اس کے بندے ہیں۔ پس جب تو اس طرح عمل کرے گا تو تو وَجَّهْتُ وَجْهِيَ اور حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ کہنے میں دروغگو نہ ہوگا۔ پس کوشش کر کہ تیرے یہ اقوال جھوٹے ثابت نہ ہوں تاکہ تیری ہلاکت و تباہی کا باعث نہ بن جائیں۔ اور رکوع و سجود میں اللہ تعالےٰ کی بزرگی اور عظمت کا خیال رکھ تاکہ یہ چیز تجھے تیرا حقیر و بے وقعت ہونا بتائے۔ اور خداوند کریم نے تجھے اپنی رحمت کاملہ سے مناجات کا اہل بنایا ہے۔ پس اس کے سامنے اپنے ادب کے طریق اور حضورِ قلب کو کم نہ کر آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مُقْبِلٌ عَلَى الْمُصَلِّيْ مَا لَمْ يَلْتَفِتْ فَاحْفَظْ ظَاهِرَكَ وَبَاطِنَكَ عَنِ الْاِلْتِفَاتِ۔ (یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نمازی کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک وہ اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔ پس تو اس امر کی حفاظت کر کہ تیرا ظاہر و باطن کسی اور طرف

التفات نہ کرے۔ اور حضورؐ نے بیان فرمایا ہے: اِنَّ الْعَبْدَ لَیُصَلِّیْ وَلَا یُکْتَبُ لَہٗ مِنْ صَلَاتِہٖ لَا نِصْفُھَا وَلَا ثُلُثُھَا وَلَا رُبُعُھَا وَلَا خُمُسُھَا وَلَا سُدُسُھَا وَلَا عُشُرُھَا وَاِنَّمَا یُکْتَبُ لِلرَّجُلِ مِنْ صَلَاتِہٖ مَا عَقَلَ مِنْھَا۔ (یعنی ایک نمازی نماز پڑھتا ہے مگر اس نماز میں سے اس کے لئے نہ آدھا حصہ لکھا جاتا ہے نہ تیسرا حصہ نہ چوتھا نہ پانچواں نہ چھٹا اور نہ دسواں حصہ۔ اور آدمی کے لئے نماز میں سے صرف اسی قدر حصہ لکھا جاتا ہے جتنا کہ وہ سمجھتا ہے) اور بعض بزرگوں کا قول ہے کہ ایک شخص سجدہ کرتا ہے اور اپنے زعم میں سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہا ہے۔ لیکن حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر اسکے سجدہ کے گناہوں کا کچھ حصہ شہر والوں میں تقسیم کر دیا جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ پوچھا گیا کہ یہ کیونکر ہوتا ہے۔ جواب دیا کہ یہ اس لئے کہ سجدہ کرنے والا بظاہر تو سجدہ کر رہا ہے لیکن اس کا دل خواہش نفسانی کی طرف کان لگائے ہوئے ہے اور کسی باطل کا مشاہدہ کر رہا ہے جو اس پر غالب آیا ہوا ہے۔

فصل

پیشوائی اور امامت کے بیان میں

حضورؐ نے فرمایا ہے کہ: اَلْاَئِمَّۃُ ضُمَنَاءُ۔ (یعنی امام ضامن ہوتے ہیں)۔ اور مناسب نہیں کہ کوئی شخص کسی ایسی قوم کی امامت اختیار کرے جو اسے ناپسند کرتی ہو۔ اور جب تک مرید کو اذان کا اختیار دیا جائے وہ امامت کو اختیار نہ کرے۔ کیونکہ اسی میں سلامتی ہے۔ اور صحیح تر یہ ہے کہ امامت اس شخص کے لئے افضل ہے جو اس کے بارِ گراں کو اٹھا سکے اور اسی لئے آنحضرتؐ ہمیشہ امامت فرماتے تھے۔ اور چاہئے کہ نماز کے اوقات کو نگاہ میں رکھے اور پہلے وقت میں نماز ادا کرے۔ کیونکہ پہلے وقت میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہوتی ہے اور آخری وقت میں اس کی بخشش ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کی بخشش سے بہتر ہے اور چاہئے کہ نماز میں تین وقفے ہوں کہ آنحضرتؐ سے اسی طرح منقول ہے۔ پہلا وقفہ سُبْحَانَکَ

اَللّٰھُمَّ کے پوشیدہ پڑھتے وقت اور یہ بہتر ہے - دوسرا وقفہ سورۂ فاتحہ کی قرأت کے بعد اور سورت کی تلاوت کے پہلے - اور یہ پہلے وقفہ کا نصف ہو - اور تیسرا وقفہ سورت سے فارغ ہونے کے بعد اور رکوع میں جھکنے سے پہلے، اور یہ خفیف تریں ہو - اور مقتدی کو امام سے سبقت نہیں کرنی چاہیئے - بلکہ جب تک امام رکوع میں جاکر قرار نہ پکڑے رکوع نہ کرے - اور اسی طرح نماز کے تمام ارکان ادا کرے - اور بزرگانِ دین نے فرمایا ہے کہ جو لوگ نماز سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں ان میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں - پہلی قسم کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو پچیس نمازیں لے کر نکلتے ہیں اور یہ وہ ہوتے ہیں جو امام کے بعد تکبیر و رکوع کرتے ہیں اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ایک ہی نماز کے ساتھ باہر آتے ہیں اور یہ وہ ہیں جو امام کے ساتھ برابر رکوع کرتے ہیں اور تیسری قسم کے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو خالی ہاتھ آتے ہیں اور یہ لوگ وہ ہیں جو ارکان کی ادائیگی میں امام سے سبقت کرتے ہیں - اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ آیا امام رکوع میں کسی نمازی کے آکر ملنے کا انتظار کر سکتا ہے کہ نہیں - تاکہ وہ جماعت کی فضیلت کو پالے - اور شاید اولیٰ یہی ہے کہ اگر اخلاص کے ساتھ ایسا کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر شرط یہ ہے کہ کھلی تفاوت ظاہر نہ ہو اور نمازِ صبح کی قنوت میں اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا کہے اور مقتدی اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ تک آمین کہیں - پھر جب یہاں تک پہنچے تو لوگ آہستہ آہستہ قرأت پڑھنے میں امام کی موافقت کریں یا صرف اَشْھَدُ کہیں -

فصل

جمعہ کی فضیلت، آداب، سنن اور شرائط کے بیان میں

حضورؐ نے فرمایا ہے: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ ثَلَاثًا مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ طُبِعَ عَلٰی قَلْبِہٖ - (یعنی جس شخص نے بلا کسی عذر کے تین جمعے ترک کیے تو اس کے دل پر ایک مُہر لگ جاتی ہے اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ: نَبَذَ الْاِسْلَامَ وَرَاءَ ظَھْرِہٖ - (یعنی وہ اپنے اسلام

کو بس پشت ڈال دیتا ہے۔ اور حضرت انسؓ کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ: اَتَانِیْ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَفِیْ کَفِّہٖ مِرْآۃٌ بَیْضَاءُ وَقَالَ ھٰذِہِ الْجُمُعَۃُ یَفْرِضُھَا عَلَیْکَ رَبُّکَ لِتَکُوْنَ لَکَ عِیْدًا وَ لِاُمَّتِکَ مِنْ بَعْدِکَ۔ قُلْتُ فَمَا لَنَا فِیْھَا۔ قَالَ لَکُمْ فِیْہِ خَیْرٌ سَاعَۃٌ مَنْ دَعَا فِیْھَا بِخَیْرٍ قُسِمَ لَہٗ اَعْطَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اِیَّاہُ اَوْ لَیْسَ لَہٗ قُسِمَ ذُخِرَ لَہٗ مَا ھُوَ اَعْظَمُ مِنْہُ وَھُوَ سَیِّدُ الْاَیَّامِ عِنْدَنَا وَنَحْنُ نَدْعُوْہُ فِی الْاٰخِرَۃِ یَوْمَ الْمَزِیْدِ قُلْتُ وَلِمَ قَالَ اِنَّ رَبَّکَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ وَادِیًا فِی الْجَنَّۃِ اَفْیَحَ مِنَ الْمِسْکِ الْاَبْیَضِ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ نَزَلَ مِنْ عِلِّیِّیْنَ عَلٰی کُرْسِیِّہٖ فَیَتَجَلّٰی لَھُمْ حَتّٰی یَنْظُرُوْا اِلٰی وَجْھِہٖ۔ (یعنی حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک دن جبرائیل تشریف لائے۔ ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا۔ کہنے لگے کہ یہ جمعہ ہے جو اللہ تعالےٰ نے آپ پر فرض کیا ہے تاکہ آپ کے لئے اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لئے یہ دن بمنزلہ عید کے ہو۔ میں نے کہا کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہے۔ کہنے لگے آپ کے لئے اس میں ایک نیک ساعت ہے کہ جو کوئی اس میں بھلائی کے لئے دعا کرے تو اگر اس کی قسمت ہوئی تو اللہ تبارک و تعالےٰ اسے عطا کر دے گا یا اگر اس کی قسمت میں نہ ہوئی تو اس سے بڑی چیز اس کے لئے ذخیرہ ہو جائے گی۔ اور وہ ہمارے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے۔ اور قیامت کے دن ہم اسے یوم المزید کے نام سے پکاریں گے۔ میں نے پوچھا وہ کیوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اس لئے کہ آپ کے رب نے جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو سفید مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالےٰ علیین سے اپنی کرسی پر اس وادی میں نازل ہو کر جلوہ گری کرتا ہے اور سب اس کے چہرہ کو دیکھتے ہیں)۔ اور جان لے کہ وہ منعقد نہیں ہوتا مگر چالیس مکلف آزاد مردوں کے ساتھ جو مقیم ہوں اور اس سے سردی اور گرمی میں سفر نہ کرتے ہوں اور کوشش کرنی چاہئے کہ جمعہ ایک جگہ سے زیادہ نہ ہو۔ لیکن اگر بہت بڑا شہر ہے اور لوگ ایک مسجد میں نہیں سما سکتے تو بقدر حاجت دو تین جگہ جائز ہے۔ اور جمعہ میں دو خطبے فرض ہیں اور ان میں قیام کرنا اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا بھی فرض ہے۔ اور پہلے خطبہ میں چار فرائض ہیں: اول تحمید یعنی کم از کم الحمد للہ کہنا۔ دوم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر درود شریف بھیجنا۔ سوم اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرنا۔ چہارم قرآن مجید سے کوئی آیت تلاوت کرنا۔ اسی طرح دوسرے خطبے میں

بھی چار فرائض ہیں - فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں آیت قرآنی کی جگہ دعا مانگی جائے اور یہ واجب ہے کہ خطبے سننے کے لئے کم از کم چالیس آدمی موجود ہوں - اور جمعہ کی سنن یہ ہیں کہ جب سورج ڈھل جائے، موذن اذان کہہ دے اور امام ممبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت سوائے تحیۃ المسجد کے کوئی نماز نہ پڑھے - اور کلام کرنا جب تک خطبہ شروع نہ ہو منقطع نہیں ہوتا - اور مستحب ہے کہ اس دن سفید کپڑے پہنے، خوشبو لگائے اور غسل کرے - اور سویرے جانا بھی مستحب ہے - حضور نے فرمایا ہے: مَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْأُوْلٰى فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشًا أَقْرَنَ وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ طُوِيَتِ الصُّحُفُ وَ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَاجْتَمَعَتِ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ الْمِنْبَرِ يَسْتَمِعُوْنَ الذِّكْرَ فَمَنْ جَاءَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَإِنَّمَا جَاءَ لِحَقِّ الصَّلٰوةِ لَيْسَ لَهٗ مِنَ الْفَضْلِ شَيْءٌ" (یعنی جو شخص جمعہ کے دن پہلی ساعت میں مسجد میں آتا ہے تو گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی کی اور جو کوئی دوسری ساعت میں آئے تو گویا اس نے گائے کی قربانی کی اور جو کوئی تیسری ساعت میں آئے تو گویا اس نے ایک مینڈھے کی قربانی دی - اور جو شخص چوتھی ساعت میں آئے تو گویا اس نے ایک مرغی قربان کی اور جو کوئی پانچویں ساعت میں پہنچے تو گویا اس نے اللہ کی راہ میں ایک انڈا خیرات کیا - اور جب امام نکلتا ہے تو اعمال نامے (جن میں ان کا ثواب لکھا جاتا ہے) لپیٹ لئے جاتے ہیں، قلم اٹھا لئے جاتے ہیں اور فرشتے خطبہ سننے کے لئے ممبر کے پاس جمع ہو جاتے ہیں پس جو کوئی اس کے بعد آئے تو وہ نماز کی خاطر آتا ہے - اس کے سوا کسی اور فضیلت میں اس کا حصہ نہیں ہوتا -

ساعتوں کی تفصیل

پہلی ساعت طلوع شمس تک ہے، دوسری ساعت سورج کے بلند ہونے تک ہے، تیسری ساعت اس کے (دھوپ کے) پھیلنے تک، چوتھی اور پانچویں ساعت اعلےٰ چاشت کے بعد زوال تک ہے - اور چاہیئے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھاندے اور لوگوں کے سامنے سے

نہ گذرے۔ اور ایسی جگہ بیٹھے جہاں اس کے آگے سے کوئی نہ گذر سکے اور پہلی صف میں شامل ہونے کی سعی کرے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے۔ اور اس نیک ساعت کی اچھی طرح نگہداشت کرے جو جمعہ کے دن میں ہے۔ اور نبی کریمؐ پر بکثرت درود بھیجے کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اَکْثِرُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فِی اللَّیْلَۃِ الْغَرَّاءِ وَالْیَوْمِ الْاَزْھَرِ یَعْنِیْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ وَلَیْلَتَھَا۔ (یعنی مجھ پر روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے درود بھیجو اور وہ جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہے) اور اس دن صدقہ وخیرات کرنی خاص طور پر مستحب ہے۔ اور مستحب ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد جب تک چار رکعت نماز ادا نہ کرلے اس طور پر کہ ہر رکعت میں دو سو مرتبہ "قل ہو اللہ احد" پڑھے ہرگز نہ بیٹھے۔ اگر وہ جمعہ کو آخرت کے لئے بنانا چاہے تو چاہیئے کہ اس دن کسی دنیاوی شغل میں مصروف نہ ہو۔ اگر ایسا کرلیا تو گویا اگلے جمعہ تک جو خطائیں سرزد ہوں گی ان کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اور روایت ہے کہ جو شخص جمعہ کی رات میں سفر کرتا ہے اس کے لئے اس کے دونوں فرشتے بد دعا کرتے ہیں۔ اور طلوع فجر کے بعد سفر کے لئے نکلنا حرام ہے مگر اس صورت میں کہ ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا اندیشہ ہو +

فصل

نوافل کے بیان میں

اور چاہیئے کہ نوافل کو ترک نہ کرے، کیونکہ یہ فرائض کی کمی کو پورا کرتے ہیں۔ اگر فرائض سرمایہ ہیں تو نوافل بمنزلہ نفع کے ہیں۔ اور جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے نہ تو سنن مؤکدہ کو ترک کرے اور نہ نماز چاشت کو جس کی دو یا چار یا اس سے زیادہ رکعتیں ہوتی ہیں۔ اور نہ تہجد کی نماز کو اور نہ مغرب اور عشاء کے درمیانی نوافل کو۔ اور نہ صبح کی دو سنتوں کو کیونکہ یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ اور ان کا وقت صبح صادق کے طلوع کا وقت ہے اور وہ صبح پھیلی ہوئی ہوتی ہے، لمبی نہیں ہوتی +

فصل

عیدین کی نمازوں کے بیان میں

عیدین کی نمازیں سنت مؤکدہ ہیں اور شعائر دین میں سے ایک شعار ہیں۔ اور ان میں چند باتوں کی رعایت کرنا چاہیئے۔ اول یہ کہ پے در پے تین مرتبہ تکبیر کہے اور کہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ۔ (یعنی اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بہت بڑا ہے، اور سب تعریف اللہ کے لئے ہے کثرت کے ساتھ۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے پاکی صبح و شام۔ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہم خالص اسی کے فرمانبردار ہیں اگرچہ کافر ناپسند کریں) اور شروع کرے تکبیر کو فطر کی رات سے نماز عید کی ابتدا تک اور قربانی کے دن کی تکبیر شروع ہوتی ہے عرفہ کی صبح سے تیرھویں دن کے اخیر تک موافق کامل تریں قول کے۔ اور فرض نماز کے بعد تکبیر کہے اور بعض کا قول ہے کہ نوافل کے بعد بھی اور غسل کرنا اور گھر سے باہر نکلنے کے وقت زینت و آرائش کرنا مستحب ہے۔ بچوں کو اور بوڑھی عورتوں کو عیدگاہ کی طرف نکالنا بھی مستحب ہے۔ اور مستحب ہے کہ ایک راستہ سے جائے اور لوٹتے وقت دوسرے راستے سے آئے۔ اور مستحب ہے کہ جنگل کی طرف نکلا جائے سوائے مکہ معظمہ اور بیت المقدس کے اگر بارش کا عذر نہ ہو۔ اور نماز کا وقت طلوع آفتاب سے زوال تک کا درمیانی عرصہ ہے اور قربانیاں ذبح کرنے کا وقت دو رکعت اور دو خطبوں کی قدر سورج کے بلند ہونے کے وقت سے تیرھویں دن کے اخیر تک کی درمیانی مدت ہے۔ اور قربانی کی خاطر نماز اضحےٰ میں جلدی کرنی چاہیئے اور نماز فطر میں تاخیر مناسب ہے تاکہ اس سے پہلے صدقہ فطر تقسیم کیا جا سکے۔ اور چاہیئے کہ لوگ تکبیر کہتے ہوئے نکلیں۔ اور جب امام عیدگاہ میں پہنچے تو نہ تو بیٹھے اور نہ نفل پڑھے اور لوگ نفل منقطع کر دیں اور منادی اَلصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ کی ندا کر دے اور امام دو رکعت نماز پڑھائے جس کی پہلی

رکعت میں تکبیر تحریمہ اور رکوع کی تکبیر کے علاوہ سات اور تکبیریں ہوں۔ اور ہر دو تکبیروں کے درمیان کہے: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ۔ (یعنی اللہ پاک ہے اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں اور نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور اللہ سب سے بڑا ہے) اور افتتاحی تکبیر کے بعد وَجَّهْتُ وَجْهِيَ کہے اور قرأت کرے۔ اور مؤخر کرے أَعُوْذُ بِاللّٰهِ کا پڑھنا آٹھویں تکبیر کے بعد تک اور سورہ قٓ اور "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ" تلاوت کرے۔ اور زائد تکبیریں دوسری رکعت میں پانچ ہیں۔ اور نماز کے دو خطبے پڑھے جائیں اور ہر دو خطبوں کے درمیان جلسہ کیا جائے۔ اور جس شخص کی نماز عید فوت ہو جائے وہ اس کی قضا پڑھے۔ اور جب نماز سے فارغ ہو جائے تو قربانی کرنے میں عجلت سے کام لے۔ اور جس وقت آنحضرتؐ مینڈھا ذبح کیا کرتے تھے تو فرمایا کرتے: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ یہ میری طرف سے ہے اور میرے اس امتی کی طرف سے جو قربانی نہیں کر سکا۔ اور حضورؐ نے فرمایا ہے: وَمَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أَنْ يُضَحِّيَ فَلَا يَأْخُذَنَّ مِنْ شَعْرِهٖ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهٖ شَيْئًا۔ (یعنی جو شخص ذوالحجہ کا ہلال دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے تو اسے چاہیئے کہ بالوں اور ناخنوں سے کچھ نہ لوائے)

فصل

نماز کسوف کے بیان میں

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے: إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهٖ فَإِذَا رَأَيْتُمْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَإِلَى الصَّلَاةِ۔ (یعنی تحقیق سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ ان دونوں کو کسی کی موت کے لئے یا زندگی کے لئے گرہن نہیں لگتا۔ پس جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کی یاد اور نماز کے لئے دوڑو)

پس جب سورج اور چاند کو گرہن لگے تو "اَلصَّلَاةُ جَامِعَةٌ" کی ندا دی جائے اور امام لوگوں کو

مسجد میں دو رکعت نماز پڑھائے اس طرح کہ ہر رکعت میں دو رکوع ہوں اور پہلے دوسروں سے زیادہ لمبے ہوں اور قرأت جہری ہو اور مستحب ہے کہ نماز کو گہن کے چھوٹنے تک دراز کرے۔

فصل

استسقاء کی نماز کے بیان میں

امام لوگوں کو تین دن روزے رکھنے، حسبِ استطاعت صدقہ دینے، توبہ کرنے اور مظالم سے نکلنے کا حکم دے۔ پھر چوتھے دن ان کو اور بچوں اور بوڑھی عورتوں کو ساتھ لے کر ستھرے کپڑے پہنے ہوئے عیدین کی نماز کے خلاف خاکساری، عاجزی اور فروتنی کا اظہار کرتے ہوئے آئیں۔ پھر عید کی نماز کی طرح ان کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر دو خطبے پڑھے اور ہر دو خطبوں کے درمیان خفیف جلسہ کرے۔ اور خطبوں کا اکثر حصہ استغفار پر مشتمل ہو اور چاہئے کہ دوسرے خطبہ میں لوگوں کی طرف پیٹھ پھیر کر قبلہ کی طرف منہ کرے۔ اور تحویلِ حال کی فال لیتے ہوئے اس حالت میں چادر کو پھیرے۔ نبی کریمؐ اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پھر کپڑے کا اوپر کا حصہ نیچے اور نچلا حصہ اوپر کرلے۔ دائیں طرف کا کپڑا بائیں طرف اور بائیں طرف کا دائیں طرف کرے۔ اور سب لوگ اسی طرح کریں۔ پھر اسی حالت میں اور اسی ساعت میں آہستہ آہستہ دعا مانگیں۔ پھر امام لوگوں کی طرف منہ کرے اور خطبہ کو ختم کرے اور جس طرح چادریں پھیری ہوئی تھیں اسی طرح رہنے دیں اور جب گھر پہنچ کر کپڑے اتاریں تو انھیں بھی اتار دیں۔ اور کہیں:

اَللّٰھُمَّ کَمَا اَمَرْتَنَا بِدُعَائِكَ وَوَعَدْتَّنَا بِاِجَابَتِكَ فَقَدْ دَعَوْنَاكَ كَمَا اَمَرْتَنَا فَاَجِبْنَا كَمَا وَعَدْتَّنَا۔ اَللّٰھُمَّ فَامْنُنْ عَلَيْنَا بِمَغْفِرَةِ مَا قَارَفْنَا وَاِجَابَتِكَ فِيْ سُقْيَانَا وَسَعَةِ رِزْقِنَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

(یعنی اے اللہ جس طرح تو نے ہمیں حکم دیا تھا دعا مانگنے کا اور وعدہ کیا تھا قبول کرنے کا۔ پس ہم تجھ سے دعا مانگتے ہیں جس طرح تو نے حکم دیا تھا۔ پس تو قبول کر جس طرح تو نے وعدہ کیا تھا۔ یا اللہ پس احسان کر ہم پر ان گناہوں کی مغفرت کا اور قبول دعا کا ہماری سیرابی کے بارے میں اور زیادہ کر ہمارے رزق کو اپنی رحمت سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!) +

پانچواں باب

زکوٰۃ کے اسرار کے بیان میں

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے : وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الآیہ - (یعنی وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے - انتہی) - اور اس سے مراد زکوٰۃ سے منع رہنا ہے - زکوٰۃ اسلام کی بناؤں میں سے ایک بنا، اور ارکانِ خمسہ میں سے ایک رکن ہے - حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا - حضورؐ اس وقت خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے - جب مجھے دیکھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کعبہ کے رب کی قسم زیادہ کثرت والے لوگ ہی زیادہ خسارہ پانے والے لوگ ہیں - میں نے عرض کی وہ کون لوگ ہیں - حضورؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں کے پاس مال کی زیادہ کثرت ہے - لیکن وہ لوگ جو اپنے آگے اور اپنے پیچھے، اپنے دائیں طرف اور اپنی بائیں طرف ایسا ایسا کرتے ہیں (یعنی مال لٹاتے ہیں) - اور وہ تھوڑے ہی ہیں - نہیں ہے کوئی اونٹوں والا، نہ گائے بھینس والا، نہ بھیڑ بکری والا، جو زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو - مگر یہ مواشی قیامت کے دن اتنے موٹے تازے ہو کر آئیں گے کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئے ہوں گے اور اسے اپنے سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے نیچے روندیں گے اور جب کبھی پچھلوں کا سلسلہ ختم ہوگا، تو پہلے پھر آجائیں گے یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے - یہ حدیث صحیحین میں مخرج ہے - واللہ اعلم +

فصل

اس بیان میں کہ زکوٰۃ کے واجب ہونیکے اسباب اپنے متعلقات کے اعتبار سے چھ ہیں

مویشیوں کی زکوٰۃ۔ سونا چاندی کی زکوٰۃ۔ تجارت کی زکوٰۃ۔ دفینہ کی اور کانوں کی زکوٰۃ عشریات کی زکوٰۃ اور فطر کی زکوٰۃ۔

اوّل: مویشیوں کی زکوٰۃ

یہ زکوٰۃ اور دوسری زکوٰتیں آزاد مسلمان کے سوا کسی اور پر واجب نہیں۔ اس میں بالغ ہونا شرط نہیں بلکہ بچوں اور دیوانوں کے مال پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اور مال کی زکوٰۃ میں پانچ شرطیں ہیں: ۱مویشی ہوں۔ ۲باہر چرنے والے ہوں۔ ۳ایک سال تک باقی رہیں۔ ۴پورے پورے نصاب میں ہوں۔ ۵اور کامل طور پر ملکیت میں ہوں۔ اوّل یہ کہ مویشی ہوں، پس اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں پر زکوٰۃ ہے مگر بکری کے بچوں۔ ہرنوں۔ گھوڑوں اور گدھوں پر زکوٰۃ نہیں دوسرے یہ کہ چراگاہوں میں چرنے والے ہوں۔ پس ان مویشیوں پر زکوٰۃ نہیں جن کو گھر میں چارہ لاکر کھلایا جائے۔ زکوٰۃ کے وجوب کے لئے لازم ہے کہ پورے نصاب میں بھی ہوں۔

اونٹ: جب تک اونٹوں کی تعداد پانچ نہ ہو جائے کوئی زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب پانچ اونٹ ہو جائیں تو اس کے لئے بھیڑ کا ایک جَذَعَہ یعنی وہ بھیڑ جو دوسرے سال میں ہو یا بکری کا ایک ثَنِیَّہ یعنی وہ بکری جو تیسرے سال میں ہو، ادا کی جائے۔ اور دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ اونٹوں میں تین بکریاں۔ بیس اونٹوں میں چار بکریاں۔ پچیس اونٹوں میں ایک بنتِ مخاض، یعنی ایسی اونٹنی جو دوسرے سال میں ہو۔ اگر ایسی اونٹنی نہ مل سکے تو ابنِ لبون یعنی ایسا اونٹ جو تیسرے سال میں ہو دیا جائے اگرچہ وہ بنتِ مخاض کے خریدنے پر قادر ہو۔ اور ۳۶ اونٹوں میں بھی ایک بنتِ لبون۔ پھر جب تعداد ۴۶ کو پہنچ جائے تو ایک حِقّہ یعنی ایسا اونٹ جس کی عمر چار سال ہو۔ جب ۶۱ اونٹ ہو جائیں تو اس میں ایک جذعہ یعنی ایسا اونٹ جو پانچویں سال میں ہو دیا جائے۔ جب ۷۶ ہو جائیں تو دو بنتِ لبون۔ جب ۹۱ ہو جائیں تو اس میں دو حِقّے۔

جب ۱۲۱ ہو جائیں تو اس میں تین بنت لبون - اور جب تعداد ۱۳۰ کو پہنچ جاتی ہے تو نصاب اس طرح قرار پاتا ہے کہ ہر چالیس میں ایک بنت لبون اور ہر پچاس میں ایک حقہ -

گائے - جب تک گائے بیل کی تعداد ۳۰ نہ ہو جائے کوئی زکوٰۃ واجب نہیں - جب تیس ہو جائیں تو ان میں ایک تبیع دے - اور تبیع اس بچھڑے کو کہتے ہیں جو دوسرے سال میں ہو پھر جب چالیس ہو جائیں تو ایک مُسِنَّہ دے - اور مسنہ اس بیل کو کہتے ہیں جو تیسرے سال میں ہو پھر ۶۰ ہو جائیں تو ان میں دو تبیع زکوٰۃ دے - اس کے بعد یہ حساب قرار پائیگا کہ ہر چالیس میں ایک مسنہ اور ہر ۳۰ میں ایک تبیع دے - واللہ اعلم -

بھیڑ بکریاں - ان میں کوئی زکوٰۃ نہیں جبتک ان کی تعداد ۴۰ تک نہ پہنچ جائے - جب چالیس ہو جائے تو ان میں ایک بھیڑ کا جذعہ یا ایک بکری کا ثنیہ دے - پھر کوئی زکوٰۃ نہیں حتیٰ کہ ۱۲۱ تک پہنچ جائیں - اس وقت دو بکریاں دے اور ۲۰۱ تک یہی حکم ہے - اس کے بعد ۴۰۰ تک تین بکریاں ہیں پھر حساب اس طرح قرار پائیگا کہ ہر ایک سو کے بعد ایک بکری ہو گی - اور دو شریکوں کا صدقہ نصاب میں ایک مالک کی مانند ہے - اور شرکت کی شرط یہ ہے کہ تمام حالات میں دونوں اکٹھے ہوں - اور شرکت خواہ باعتبار سہاموں کے ہو یا اور طرح پر دونوں کا حکم ایک ہے -

عشریات

جو پیداوار از قسم غذا ہو جب اس کا وزن آٹھ سو سیر تک پہنچ جائے تو اس کا دسواں حصہ دینا واجب ہے -

سونا چاندی

سال کے اختتام پر جب دو سو درہم ہو جائیں جو خالص چاندی کے مکہ شریف کے وزن پر ہوں تو اس میں پانچ درہم دینے واجب ہیں - اور سونے کا نصاب دو دینار خالص بوزن مکہ معظمہ ہے اس میں بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے - اور سونے چاندی میں جو کچھ زیادہ ہو - اگرچہ ایک دانق کی مقدار ہو تو اس کے حساب کے مطابق زکوٰۃ دینی چاہیئے - سونے کے ڈھیلے اور غیر مستعمل زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے - اور سونا اور چاندی کے سوا کانوں میں سے نکلی ہوئی کسی معدنی شئے پر زکوٰۃ واجب نہیں - اور دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول کے مطابق انھیں کھودنے، حاصل کرنے اور خالص کرنے

کے بعد ان میں چالیسواں حصہ دینا چاہئے۔ اور کیا نصاب معتبر ہے؟ اور سال کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق پانچواں حصہ واجب ہے۔ اس لحاظ سے سال کے متعین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح نصاب کے متعلق بھی دو اقوال ہیں۔

زکوٰۃِ فطر

اور رسول اللہؐ کی زبانی واجب ہے کہ ہر وہ مسلمان جو عید فطر کے دن اور رات کو اپنی خوراک اور ان لوگوں کی خوراک سے جنھیں وہ کھلاتا ہے زیادہ رکھتا ہے تو جو وہ خود کھاتا ہے اس میں سے اس پر ایک صاع واجب ہے۔ اور آنحضرتؐ کا صاع وہ ہے جو دو اور دو تہائی سیر کا ہوتا ہے۔ چاہئے کہ اس جنس میں سے صدقہ دے جو وہ خود کھاتا ہے یا اس سے بہتر جنس سے دے اور اس کی تقسیم بھی مالِ زکوٰۃ کی طرح ہے۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اَدُّوْا زَکٰوۃَ الْفِطْرِ عَمَّنْ تَمُوْنُوْنَ (یعنی ان لوگوں کی طرف سے زکوٰۃ فطر ادا کرو۔ جن کا خرچ تم برداشت کرتے ہو۔)

فصل

ادائے زکوٰۃ اور اس کی شرائط کے بیان میں

پس پہلی شرط نیت ہے۔ اور وہ اس طرح ہے کہ اپنے دل میں زکوٰۃ فرض کی نیت کرے۔ اور ولی کی نیت دیوانوں اور بچوں کی نیت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور سلطان کی نیت مالک ممتنع کی نیت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اور زکوٰۃ فطر یوم نطر سے موخر نہیں ہونی چاہئے۔ اور اس کا وقت ماہِ رمضان کے پچھلے دن سے سورج غروب ہونے کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اور اس کی تعجیل (جلدی کرنے) کا وقت سارا رمضان ہے۔ اور جو کوئی مقدرت رکھنے کے باوجود اپنے مال کی زکوٰۃ میں دیر کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور مال کے تلف ہو جانے پر بھی اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

صاع دو صد چوراسی تولہ کا ہوتا ہے۔ شاہ جہان آبادی سیر سے پونے تین سیر اور انگریزی سیر سے آدھ پاؤ تین سیر کا ہوتا ہے۔

اور مقدرت کا انحصار مستحق کے ملنے پر ہے۔ پس اگر مستحق نہ پائے اور مال تلف ہو جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے۔ اور چاہیئے کہ مال کو ان سب گروہوں میں تقسیم کرے جو شہر میں موجود ہوں لیکن اکثر شہروں میں آٹھ گروہوں میں سے دو گروہ مٹ چکے ہیں اور وہ مولفۃ القلوب اور تحصیلداران زکوٰۃ ہیں۔ اور چار قسم کے گروہ تمام شہروں میں پائے جاتے ہیں۔ یعنی فقرا۔ مساکین۔ مقروض اور مسافر اور بقایا دو گروہ بعض شہروں میں ہوتے ہیں بعض شہروں میں نہیں ہوتے اور وہ غازی اور مکاتب ہیں۔ پس ان گروہوں میں سے جونسا گروہ اپنے شہر میں پائے اس کی تعداد کے مطابق زکوٰۃ تقسیم کرے۔ پھر ان گروہوں میں سے جس گروہ کو مخصوص کرے تو ان میں تین تین میں تقسیم کرے۔ ایک گروہ کے افراد کے درمیان اس طرح تفریق کرنے میں تسویہ یعنی برابر دینا واجب نہیں۔ اور جب ادائے زکوٰۃ کی قدرت ہو تو بہتر ہے کہ ایسے شخص کو دے جو زکوٰۃ لینے کے لئے بھلائی خصلتوں سے آراستہ ہو۔ اور وہ خصلتیں یہ ہیں کہ شخص مذکور پرہیزگار، عالم اور مستور الحال ہو۔ یا اس کے اقربا میں سے ہو۔ کیونکہ جو شخص بھی ان خصلتوں سے متصف ہوگا اسے زکوٰۃ دینی اقرب الی القبول ہوگی۔ واللہ اعلم۔

فصل

زکوٰۃ لینے والوں کے بیان میں

اور نہیں مستحق زکوٰۃ مگر آزاد مسلمان جو ہاشمی و مطلبی نہ ہو۔ اور نابالغ اور مجنون پر بھی صرف کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس کی طرف سے ولی قابض ہو جائے۔ اور آٹھ گروہوں کا بیان اس طرح ہے کہ پہلا گروہ فقرا کا ہے۔ اور فقیر وہ ہے جس کے پاس مال نہ ہو اور جو کسب پر بھی قدرت نہ رکھتا ہو۔ دوسرا گروہ مساکین کا ہے۔ اور مسکین وہ ہے جس کا خرچ آمدنی پورا نہ کر سکے۔ تیسرا گروہ ساعی ہیں۔ اور ساعی وہ ہے جو زکوٰۃ کا مال جمع کرتا ہو۔ چوتھا گروہ مولفۃ القلوب کا ہے۔ مولفۃ القلوب وہ شریف انسان ہے جو اسلام لایا ہو اور اپنی قوم میں واجب الاطاعت ہو۔ اس کو زکوٰۃ

دینے میں اس کی قوم کو اسلام کی طرف راغب کرنے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ پانچواں گروہ مکاتبوں کا ہے۔ جائز ہے کہ مکاتب یا اس کے آقا کو زکوٰۃ دے دی جائے۔ مگر آقا اپنے مکاتب کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ چھٹا گروہ غارموں کا ہے۔ غارم وہ ہے جو مقروض ہو اور اس نے قرض مباح کام کی خاطر لیا ہو۔ اور وہ مفلس ہو اور اس کے پاس اتنا مال نہ ہو جس سے وہ قرض ادا کر سکے۔ پس اگر اس نے گناہ کے کام کے لئے قرض اٹھایا ہو تو جب تک توبہ نہ کرے اس کو زکوٰۃ دینی نہیں چاہیئے۔ اور اگر وہ امیر ہے لیکن اس نے بھلے کام یا فتنہ فرد کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو۔ تو اسے بھی زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ ساتواں گروہ غازیوں کا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو بیت المال سے تنخواہ نہ ملتی ہو۔ پس یہ لوگ اگر غنی بھی ہوں۔ جب بھی ان کو ان کا حصہ دینا چاہیئے۔ اور آٹھواں گروہ ابن سبیل کا ہے اور وہ ایسے مسافر ہیں جن کے پاس ضروریاتِ سفر پر خرچ کرنے کے لئے مال ساتھ نہ ہو۔ اور یہ اس وقت جب سفر مباح ہو اور ان کے دعوائے فقر و مسکنت اور سفر و جہاد پر اعتبار کیا جائے۔ اور اگر غازی اور مسافر اس کو پورا نہ کریں جس کا انھوں نے وعدہ کیا ہے تو ان سے مال زکوٰۃ کو واپس لے لینا چاہیئے۔ اور اس کے سوا جو گروہ ہیں ان میں ثبوت ضروری ہے۔ واللہ اعلم +

فصل

صدقہ تطوّع کے بیان میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ۔ (یعنی آگ سے ڈرو، اگرچہ کھجور کی ایک پھانک دے کر۔ پس اگر یہ نہ پاؤ تو اچھی بات کہکر) نیز فرمایا ہے: مَا اَحْسَنَ عَبْدُ الصَّدَقَةَ اِلَّا اَحْسَنَ اللّٰهُ الْخِلَافَةَ عَلٰى ذُرِّيَّتِهٖ۔ (یعنی کوئی شخص اچھی طرح صدقہ نہیں دیتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کا بہتر اجر دیتا ہے)۔ اور فرمایا: اَلصَّدَقَةُ تَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ الشَّرِّ

(یعنی صدقہ شر کے ستر دروازے بند کر دیتا ہے۔) اور آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا صدقہ افضل ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ شَحِیْحٌ تَاْمُلُ الْبَقَاءَ وَتَخْشَی الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰی اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا (یعنی تو اس حالت میں صدقہ دے کہ تندرست اور حریص ہو اور زندگی کی امید رکھتا ہو۔ اور فقر سے ڈرتا ہو۔ اور اس وقت تک تاخیر نہ کرے کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تو کہے فلاں کو اتنا دو اور فلاں کو اتنا دو۔) اور حسبِ منشار اِخفار اور اظہار میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور حضرت ابراہیم خواصؒ اور حضرت جنیدؒ کی رائے میں صدقہ لینا زکوٰۃ لینے سے افضل ہے۔ کیونکہ اس میں فقرا کی مزاحمت ہے اور بہت سی شرطیں ہیں جو بعض اوقات زکوٰۃ لینے والے میں تمام کی تمام موجود نہیں ہوتیں۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ زکوٰۃ کا لینا اولیٰ ہے کیونکہ اس میں ادائے واجب پر اعانت ہوتی ہے اور اس میں نفس کی شکست اور مذلت بھی ہے۔ اور معاملہ اس بارے میں فی الجملہ قریب ہے۔ پس سمجھ لے اور غنیمت سمجھ۔ واللہ اعلم ؂

چھٹا باب

روزہ کے اسرار کے بیان میں

رسول اللہ ؐ نے اللہ تعالےٰ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے: كُلُّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِمِاَئَةِ ضِعْفٍ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ - (یعنی ہر نیکی کا بدلہ دس سے سات سو تک دیا جاتا ہے - مگر روزہ میرے واسطے خاص ہے اور اس کی جزا میں خود دیتا ہوں -) آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے: وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ - يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِنَّمَا يَذَرُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ لِاَجْلِيْ فَالصِّيَامُ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ - (یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہوائے مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے - اللہ تعالےٰ کہتا ہے کہ روزہ دار اپنی خواہش، اپنا کھانا، اپنا پینا میرے ہی لئے ترک کرتا ہے - پس روزہ میرے لئے ہوا - اس لئے اس کی جزا میں خود دیتا ہوں -) اور نبی کریمؐ نے فرمایا ہے: اِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَجْرِيْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ فَضَيِّقُوْا مَجَارِيَهٗ بِالْجُوْعِ وَلِذٰلِكَ قَالَ لِعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا دَاوِمِيْ قَرْعَ بَابِ الْجَنَّةِ قَالَتْ بِمَاذَا قَالَ بِالْجُوْعِ - (یعنی بیشک شیطان بنی آدم کے جسم میں خون کی مانند بہتا ہے - پس اس کے بہاؤ کو بھوک کے ساتھ بند کرو - اور اسی لئے حضورؐ نے عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ ہمیشہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹایا کر - انھوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ آپ نے جواب دیا - بھوک کے ساتھ - رسول اللہؐ فرمایا ہے: لَوْلَا اَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ عَلٰى قُلُوْبِ بَنِيْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ - (یعنی اگر بنی آدم کے دلوں پر شیاطین نہ گھومتے تو وہ آسمانی بادشاہت کو دیکھتے

پس روزہ خواہشات کے توڑنے پر اعانت کرتا ہے۔ اور اس کا بیان کسرِ شہوات کے باب میں آئے گا÷

فصل

جان لے کہ ہلال ماہِ رمضان کو ایک عادل شخص کا قول ثابت کر دیتا ہے۔ مگر شوال کا چاند دو عادل اشخاص کی گواہی پر ثابت ہوتا ہے خواہ قاضی اس کا فتوے دے یا نہ دے۔ ہر شخص اپنے غلبۂ ظن کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔ اور تبییت واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ رات کو نیت کرے اور واجب ہے کہ ماہِ رمضان کے روزہ کی نیت کرے۔ اور اگر شک کی رات میں نیت کرے کہ اگر کل رمضان ہے تو میں روزہ رکھتا ہوں، تو یہ درست نہ ہوگا۔ اور روزہ کسی چیز کے پیٹ میں پہنچانے سے باز رہنے کا نام ہے۔ پس کھانے پینے، نسوار لینے اور حقنہ کرنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن فصد کرانے پچھنے لگوانے، سرمہ لگانے، سوراخ ذکر اور کان میں سلائی داخل کرنے سے نہیں ٹوٹتا۔ مگر یہ کہ کوئی ایسی چیز ٹپکائی جائے جو مثانہ تک پہنچ جائے۔ اور جو چیز بلا قصد کے پیٹ میں چلی جائے۔ مثلاً راستہ کا غبار۔ مکھی، کلی یا ناک میں ڈالنے کا پانی تو روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ ناک منہ میں پانی ڈالنے میں حد سے نہ بڑھے۔ اگر اس نے دن کے کنارہ میں اس ظن پر کھا لیا کہ رات ہے پھر اسے معلوم ہوا کہ دن تھا تو روزہ فاسد ہو گیا۔ لیکن اگر بھول کر کھا پی لے یا جماع کر بیٹھے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر ارادۃً قے کریگا روزہ فاسد ہو جائیگا۔ لیکن اگر بلا اختیار قے آجائے تو فاسد نہیں ہوگا۔ اور اگر سینہ یا حلق سے بلغم یا کھنگار نکلے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچنا دشوار ہے۔ اور نہیں واجب ہوتا کفارہ استمنا اور کھانے پینے کی وجہ سے سوائے جماع کے۔ اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے یہ نہ ہو سکے تو دو ماہ کے روزے رکھے۔ اگر اس کی بھی مقدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو فی کس ایک مُدّ[1] کے حساب سے اناج دے÷

[1] مُد ایک تہائی کم ایک من ہوتا ہے۔

فصل

جان لے کہ روزے کے تین درجے ہیں - عام روزہ - خاص روزہ اور خاص الخاص روزہ - عام روزہ پیٹ اور فرج کو قضاء شہوات سے روکنا ہے - خاص روزہ یہ ہے کہ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور باقی تمام اعضاء کو گناہوں سے روکا جائے - اور خاص الخاص روزہ یہ ہے کہ دل کو پست ارادوں اور بیہودہ خیالوں سے بچایا جائے - اور ماسوائے اللہ سے کامل طور پر روکا جائے اور تمام روزے ان چیزوں کے کرنے سے ٹوٹتے ہیں جو روزہ میں منع ہوں - آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ پانچ چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے - جھوٹ - غیبت - سخن چینی - جھوٹی گواہی اور کسی کو بری نظروں سے دیکھنے سے - پس اپنے اعضاء کو معصیت سے بچانا خواص کے روزوں میں ضروری ہے +

فصل

اور لازم ہے کہ حلال طعام کثرت سے نہ کھائے - کیونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک معدہ سے زیادہ ناپسندیدہ اور کوئی برتن نہیں جو بھرا گیا ہو - اور چاہیئے کہ دل امید اور خوف کے بین بین مضطرب رہے کہ آیا روزہ قبول ہوا ہے یا اس سے صرف بھوک، پیاس اور تھکان ہی حاصل ہوئی ہے - کیونکہ کہا گیا ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنھیں روزہ سے سوائے بھوک اور تھکان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا - کیونکہ روزہ سے مقصود نفسانی خواہشات سے بچے رہنا ہے - اور یہ کھانے پینے سے رُکے رہنے پر منحصر نہیں - اور شاید کہ وہ زیادہ مقدم ہو نظر یا غیبت یا نکتہ چینی یا جھوٹ پر، کیونکہ یہ سب روزہ باطل کرنے والے ہیں +

فصل

نفلی روزہ کے بیان میں

جان لے کہ روزہ کا مستحب ہونا ایام فاضلہ کے ساتھ متاکد ہوتا ہے - اور ایام فاضلہ بعض

سال بھر میں ہوتے ہیں ۔ بعض ہر مہینہ میں پائے جاتے ہیں اور بعض ہر ہفتہ میں ۔ جو ایام متبرکہ سال بھر میں ہیں وہ رمضان کے بعد کے دن عرفہ کا دن ، عاشورہ کا دن ، ذی الحجہ کے پہلے دس دن اور محرم کے پہلے دس دن ہیں ۔ اور حرام کے تمام مہینوں میں روزہ رکھنے کا موقع ہے ۔ اور آنحضرتؐ ماہ شعبان میں اسقدر روزے رکھتے تھے کہ گمان ہوتا تھا کہ یہ بھی رمضان میں سے ہے ۔ حدیث شریف میں ہے کہ رمضان شریف کے روزوں کے بعد محرم کے روزوں کی فضیلت سب سے زیادہ ہے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: صَوْمُ یَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَفْضَلُ مِنْ ثَلَاثِیْنَ مِنْ غَیْرِہٖ وَصَوْمُ یَوْمٍ مِنْ شَهْرٍ حَرَامٍ اَفْضَلُ مِنْ ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا مِنْ صَوْمِ غَیْرِہٖ ۔ وَمَنْ صَامَ الْخَمِیْسَ وَالْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ مِنَ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةَ سَبْعِمِأَةِ عَامٍ ۔ (یعنی ماہ رمضان کے ایک روزہ کی فضیلت رمضان کے سوا کسی اور مہینے کے تیس روزوں سے زیادہ ہے ۔ اور ماہ حرام کا ایک روزہ اور مہینوں کے تیس روزوں سے افضل ہے ۔ اور جو شخص حرام مہینوں میں جمعرات جمعہ اور ہفتہ کے دنوں میں روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سات سو سال کی عبادت لکھتا ہے ۔) اور فضیلت کے مہینے ذوالحجہ، محرم رجب اور شعبان ہیں ۔ اور حرمت والے مہینے ذوالقعد، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں ۔ ایک مہینہ اکیلا ہے اور تین اکٹھے آتے ہیں ۔ اور جو روزے ہر مہینہ میں مکرر آتے ہیں وہ مہینہ کے شروع، مہینہ کے وسط یعنی ایام بیض ، اور مہینہ کے آخر میں ہیں ۔ ایام بیض ہر ماہ کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کو کہتے ہیں ۔ اور جو روزے ہر ہفتے میں مکرر آتے ہیں وہ دوشنبہ، جمعرات اور جمعہ کے روزے ہیں ۔ اور صوم الدہر یعنی ہمیشہ کے روزوں میں یہ سب شامل ہیں ۔ مگر اس کی کراہت میں اختلاف ہے ۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمام روزوں سے اچھا روزہ میرے بھائی داؤدؑ کا روزہ ہے اور شاید اس میں حضورؐ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے : عُرِضَتْ عَلَیَّ مَفَاتِیْحُ خَزَائِنِ الدُّنْیَا وَکُنُوْزُ الْاَرْضِ فَرَدَدْتُهَا وَقُلْتُ اَجُوْعُ یَوْمًا وَاَشْبَعُ یَوْمًا اَحْمَدُكَ اِذَا شَبِعْتُ وَاَتَضَرَّعُ اِلَیْكَ اِذَا جُعْتُ ۔ (یعنی دنیا کے خزانوں اور زمین کے دفینوں کی کنجیاں مجھے پیش کی گئیں ۔ مگر میں نے واپس کر دیں اور کہا کہ میں ایک دن بھوکا رہونگا اور ایک دن کھاؤنگا ۔ جس دن سیر ہونگا تیری ستائش کرونگا اور جس دن بھوکا رہوں گا تیری طرف گڑگڑاؤنگا ۔) روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ماہ رمضان کے سوائے کسی مہینہ کے روزے پورے نہیں رکھے ۔

ساتواں باب

حج اور امورِ حج کے اسرار

اللہ تبارک وتعالےٰ نے حج کے دن یہ آیت نازل فرمائی تھی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ الآیہ (یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ انتہیٰ۔) اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَہُوْدِیًّا وَ اِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا۔ (یعنی جو شخص مرے اور اس نے حج نہ کیا ہو تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے چاہے نصرانی)

فصل

حج کی فضیلت۔ مکہ، مدینہ اور بیت المقدس کی فضیلت اور زیارتوں کی طرف کجاوے باندھے جانے کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا الآیہ۔ (یعنی لوگوں میں حج کے لئے پکاریئے تاکہ آپ کی طرف پاپیادہ آئیں۔ انتہیٰ)۔ اور آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے: مَا رُئِیَ الشَّیْطٰنُ فِیْ یَوْمٍ اَصْغَرَ وَلَا اَدْحَرَ وَلَا اَحْقَرَ وَلَا اَغْیَظَ مِنْہُ یَوْمَ عَرَفَۃَ۔ (یعنی شیطان کو یوم عرفہ کے سوا کسی دن زیادہ صغیر، زیادہ ذلیل، زیادہ حقیر اور زیادہ رنجیدہ نہیں دیکھا گیا۔)۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِہٖ حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ کَانَ لَہٗ اَجْرُ الْحَاجِّ الْمُعْتَمِرِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (یعنی جو شخص گھر سے حج یا عمرہ کرنے کی غرض

سے نکلے اور مر جائے تو اس کے لئے قیامت کے دن تک حج اور عمرے کا ثواب ہے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ جب یوم جمعہ اور یوم عرفہ ایک ہی دن میں واقع ہوں تو اہل عرفہ تمام کے تمام بخشے جاتے ہیں۔ اور یہ دن دنیا میں سب سے افضل دن ہے۔ اور اسی میں رسول اللہؐ نے حج الوداع کیا تھا۔ حضورؐ کھڑے تھے۔ جس وقت یہ آیت شریف نازل ہوئی: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔)۔ اہل کتاب نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو یوم عید بناتے۔ اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا: اَشْهَدُ لَقَدْ اُنْزِلَتْ فِيْ يَوْمِ عِيْدَيْنِ اثْنَيْنِ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَيَوْمِ جُمُعَةٍ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ وَاقِفٌ بِعَرَفَةَ۔ (یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق یہ آیت نازل ہوئی رسول اللہؐ پر جس وقت آپ کھڑے تھے دو عیدوں کے دن، یوم عرفہ اور یوم جمعہ میں) اور پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَهُ الْحَاجُّ۔ (یعنی بار خدایا! تو حاجی کو بخش دے اور اس شخص کو بھی جس کی حاجی مغفرت چاہے۔ اور روایت ہے کہ حضرت علی ابن موفقؒ نے آنحضرتؐ کے لئے حج کیا۔ انھوں نے کہا کہ: میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے ابن موفق کیا تو نے میرے لئے حج کیا ہے؟ میں نے جواب دیا "جی ہاں"۔ پھر حضورؐ نے فرمایا: "کیا تو نے میرے لئے لبیک بھی کہی تھی؟" میں نے جواب دیا "جی ہاں"۔ پس آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اس کا بدلہ میں تجھے قیامت کے روز دوں گا۔ اور تیرا ہاتھ موقف قیامت میں پکڑوں گا اور تجھے جنت میں داخل کروں گا جس دن تمام لوگ حساب و کتاب کی وجہ سے اضطراب اور گھبراہٹ میں مبتلا ہونگے۔"

بیت الحرام اور مکہ کی فضیلت

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خانہ کعبہ سے وعدہ کیا ہے کہ ہر سال چھ لاکھ آدمی تیرا حج کیا کرینگے۔ جب یہ تعداد کم ہوتی ہے تو اللہ تبارک و تعالےٰ اس کی کمی فرشتوں کو بھیج کر پوری کرتا ہے اور یہ کہ قیامت کے دن کعبہ شریف کو دلھن کی طرح موقف کی طرف لایا جائیگا۔ اور قیامت کے دن وہ تمام لوگ جنھوں نے حج کئے تھے اس کے پردوں کے ساتھ لٹکتے ہونگے اور اس کے

ارد گرد دوڑتے ہونگے - یہانتک کہ کعبہ جنت میں داخل ہوگا - پس وہ لوگ بھی اسی کے ساتھ داخل ہو جائینگے - اور احادیث میں وارد ہے کہ حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے - اور یہ کہ قیامت کے دن اسے اس حالت میں اٹھایا جائیگا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور زبان ہوگی جس سے وہ ان لوگوں کی گواہی دیگا جنھوں نے حق اور صدق کے ساتھ اسے چوما تھا - آنحضرتؐ اسے کثرت سے چوما کرتے تھے - حضرت عمرؓ نے بھی اسے چوما اور کہا: "میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور کوئی نقصان یا نفع نہیں پہنچا سکتا - اور اگر میں رسول اللہؐ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو خود بھی نہ چومتا" پھر آپ رونے لگے - پھر نگاہ پھیری تو حضرت علیؓ کو دیکھا اور انھوں نے آپ کو دیکھا - پس حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس طرح نہ کہئے - حضرت عمرؓ نے کہا: "اے ابا حسنؓ یہ وہ جگہ ہے جہاں آنسو بہتے ہیں" - حضرت علیؓ نے فرمایا: "یا امیر المومنین! بلکہ وہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی" - پوچھا کیونکر؟ جواب دیا کہ "جب اللہ تعالےٰ نے نسل آدم سے روزِ ازل میں عہد لیا تھا تو ان کے لئے نوشتہ لکھا تھا - یہ نوشتہ بعد میں اسی پتھر کے منہ میں ڈال دیا گیا تھا - چنانچہ یہ مومنوں کے لئے وفا کی گواہی دیتا ہے اور کفار کے انکار پر شاہد ہے" - کہا جاتا ہے کہ اسلام لاتے وقت لوگوں کے اس قول: اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ - تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ - (یعنی اے اللہ میں تیرے ساتھ ایمان لایا ہوں، تیری کتاب کی تصدیق اور تیرے عہد کی وفا کرتا ہوں) کے یہی معنی ہیں حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جس نے مکہ معظمہ میں ایک روزہ رکھا اسے ایک لاکھ روزوں کا ثواب ملا - جس نے ایک درہم صدقہ دیا اسے ایک لاکھ درہم خیرات کرنے کا ثواب ملا - اسی طرح تمام نیکیوں کا ثواب ایک لاکھ گنا ہے - آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْاَرْضُ ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَيُحْشَرُوْنَ مَعِيْ - ثُمَّ اٰتِيْ اَهْلَ مَكَّةَ فَاُحْشَرُ هُمْ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ - (یعنی سب سے پہلے جس کے لئے زمین شق ہوگی وہ میں ہوں - پھر میں اہلِ بقیع کی طرف آؤنگا پس ان کا حشر میرے ساتھ ہوگا - پھر میں اہل مکہ کی طرف آؤنگا - پس انھیں حرمین کے درمیان اٹھاؤں گا اور کہا جاتا ہے کہ کسی دن سورج غروب نہیں ہوتا جب تک کوئی ابدال اس گھر کا طواف نہ کرلے - اور کسی رات صبح طلوع نہیں ہوتی جبتک کوئی اوتاد اس کا طواف نہ کرلے - اور جب یہ چیز منقطع ہوجائیگی تو زمین سے اس کے اٹھائے جانے کا سبب ہوگی - پس جب لوگ صبح کو اٹھیں گے تو دیکھینگے کہ کعبہ اٹھالیا گیا

ہے اور اس جگہ کوئی نشان اس کا نہ پائینگے - اور یہ واقعہ اس وقت پیش آئیگا - جب سات سال متواتر کسی ایک شخص نے بھی فریضۂ حج ادا نہ کیا ہوگا - پھر صحیفوں سے قرآن مجید اٹھا لیا جائیگا - تمام ورق سادہ اور سفید رہ جائینگے اور اُن پر کوئی حرف باقی نہ رہے گا - پھر دلوں سے قرآن شریف مٹا دیا جائیگا - اور کسی کو اس میں سے کوئی حرف یاد نہ رہیگا - پھر لوگ شعر و شاعری، راگ رنگ اور جہالت کی باتوں کی طرف لوٹ جائینگے - پھر دجال نکلے گا اور حضرت عیسیٰ نازل ہو کر اسے قتل کرینگے - اس وقت قیامت کی مثال اس حاملہ عورت جیسی ہوگی جو بچہ جننے کے قریب ہو +

مکہ معظمہ میں اقامت کرنے کی فضیلت اور کراہت

بعض بزرگوں نے مکہ معظمہ کی اقامت کو اکتا جانے کے خوف سے مکروہ کہا ہے اور اس ڈر سے کہ لوگ اس گھر سے مانوس نہ ہو جائیں - حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے - اور حاجی حج کرنے کے بعد لوٹ جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: اے اہلِ یمن اپنے یمن کو - اے اہل شام اپنے شام کو - اور اے اہل عراق اپنے عراق کو - اور اس طرح شوق انگیزی کے لئے کہا جاتا تھا - تاکہ مفارقت کے وقت واپسی کا اشتیاق پیدا ہو - اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا - (یعنی لوگوں کے لئے لوٹنے اور امن کی جگہ -) اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ لوگ وہاں رہ کر گناہوں کا ارتکاب کرنے نہ لگ جائیں جو ممنوع ہے - اس شخص کے لئے جو اس کا حق ادا کرنے کی مقدرت رکھتا ہو مکہ میں قیام رکھنے کی فضیلت اس سے ثابت ہوتی ہے کہ جس وقت آنحضرتؐ مکہ معظمہ سے رخصت ہوئے تو انھوں نے کعبہ کی طرف منہ کر کے اس طرح کہا تھا: اِنَّكَ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ بِلَادِ اللّٰهِ وَلَوْلَا اَنِّیْ اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَاخَرَجْتُ مِنْكِ - (یعنی یقیناً تو اللہ تعالیٰ کی زمین پر سب سے اچھی جگہ ہے - اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب سے محبوب ترین شہر ہے - اور اگر مجھے تجھ سے نکالا نہ جاتا تو میں تجھ سے ہرگز نہ نکلتا) +

مدینہ منورہ کی فضیلت

اور مکہ معظمہ کے بعد مدینہ منورہ سے بڑھکر کوئی جگہ افضل نہیں - آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ (یعنی میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا مسجدِ حرام کے سوا کسی اور جگہ ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے) مدینۂ طیبہ کے بعد بیت المقدس کا درجہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: اَلصَّلَاةُ فِيهَا بِخَمْسِمِائَةٍ۔ (یعنی اس جگہ ایک نماز پانچ سو نمازوں کے برابر ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ بِعَشَرَةِ آلَافِ صَلَاةٍ وَصَلَاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى بِأَلْفِ صَلَاةٍ وَالصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلَاةٍ۔ (یعنی مدینہ کی مسجد کی ایک نماز دس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ مسجد اقصیٰ کی ایک نماز ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور مسجد حرام کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔) +

فصل

حج کے وجوب کی شرائط، اسکی صحت، اسکے ارکان اس کی واجبات اور ممنوعات کے بیان میں

حج کو صحیح کرنے والی شرطیں وقت اور اسلام ہیں۔ پس باتمیز بچے کا حج صحیح ہے اور وہ خود احرام باندھے۔ اور جو بچہ ابھی سنِ شعور کو نہیں پہنچا تو اس کے لئے اس کا ولی احرام باندھے اور جس طرح خود کرے اس کو بھی کرائے اور احرام کا وقت شوال اور ذو القعدہ اور ذی الحج کے نو دن سے قربانی کے دن کی طلوع صبح تک ہے۔ اور جو شخص ان دنوں کے علاوہ کسی وقت میں حج کے لئے احرام باندھے گا تو وہ عمرہ ہوگا۔ کیونکہ عمرہ کا وقت تمام سال ہے۔ اور اسلامی حج کے واقع ہونے کی پانچ شرطیں ہیں: آزاد ہونا۔ مسلمان ہونا۔ بالغ ہونا۔ عاقل ہونا اور وقت پر احرام باندھنا۔ پھر اگر نابالغ یا غلام احرام باندھے۔ لیکن عرفہ پہنچکر نابالغ بالغ ہو جائے اور غلام آزاد ہو جائے یا مزدلفہ میں وہ بالغ یا آزاد ہوں اور قربانی کے دن کی صبح طلوع ہونے سے پہلے عرفہ کی طرف واپس آجائیں تو ان کے اسلامی حج کے لئے اسی قدر کافی ہے۔ کیونکہ حج عرفہ ہے

اوران پر قصور کی قربانی نہیں ہے اور فرض عمرہ کے واقع ہونے کی بھی یہی شرطیں ہیں سوائے وقت کے۔ اور نفلی حج کے وقوع کی شرط آزاد اور بالغ کے حق میں یہ ہے کہ حج اسلام کے فریضہ سے فارغ ہو چکا ہو۔ کیونکہ حج اسلام مقدم ہے۔ پھر اس حج کی قضا ہے، جسے وقوفِ عرفہ کی حالت میں فاسد کر دیا ہو۔ پھر نذر۔ پھر نیابت۔ پھر نفل اور یہی ترتیب مستحق ہے۔ اور نہیں واقع ہوگا مگر اسی ترتیب سے۔ اگرچہ نیت اس کے خلاف ہو۔ اور حج کے لازم ہونے کی شرط آزادی اور استطاعت ہے۔ جس پر حج فرض ہے اسپر عمرہ بھی فرض ہے۔ اور جو شخص مکہ میں زیارت کے لئے یا تجارت کے لئے آئے اور ہیزم فروش نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ عمرہ یا حج کے عمل کے ساتھ احرام کھولے۔ اور استطاعت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ آدمی توانا ہو اور خود حج کرے اور یہ ان باتوں پر منحصر ہے کہ: تندرستی ہو۔ راستہ پُرامن ہو۔ راستہ میں ارزانی ہو۔ یہ کہ سمندر کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ وطن سے جانے اور آنے کا خرچ رکھتا ہو۔ اور ادائے قرض کے بعد بال بچوں کے نان و نفقہ کا کفیل ہو سکے اور سواری کرایہ پر لے سکتا ہو۔ دوسرے یہ کہ مفلوج آدمی کو مال کی استطاعت ہو۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے پاس اس قدر مال ہو کہ وہ کسی ایسے شخص کو اجرت پر لے سکے جو اس کے لئے حج کرے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ شخص خود آپ اسلامی حج سے فارغ ہو چکا ہو۔ اور جب بیٹا فرمانبرداری کے طور پر باپ کے سامنے اپنی خدمات پیش کرے تو وہ اس سے مستطیع ہو جائے گا۔ اور استطاعت کے بعد تاخیر جائز ہے لیکن انجام کی سلامتی کی شرط سے ورنہ وہ خدا سے عاصی ملیگا +

ارکان حج کے بیان میں

ارکان حج جن کے بغیر حج درست نہیں ہوتا۔ پانچ ہیں: احرام باندھنا۔ طواف کرنا۔ سعی کرنا۔ عرفات میں کھڑا ہونا۔ اور ایک قول کے مطابق بالوں کا مونڈنا۔ اور عمرہ کے ارکان بھی سوائے وقوف کے اسی طرح ہیں۔ اور وہ **واجبات** جن کا نقصان قربانی سے پورا کیا جاتا ہے چھ ہیں: میقات میں احرام باندھنا اور اس کے تارک پر ایک بکرا ذبح کرنا لازم ہے۔ ۲۔ سنگریزے مارنا اور اس کے تارک پر قربانی ہے۔ ۳۔ غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا۔ ۴۔ مزدلفہ میں

رات گذارنا۔ ؀ اسی طرح منا میں رات بسر کرنا۔ ؁ اور طوافِ وداع کرنا۔ پچھلے چار واجبات کے ترک کا نقصان دو اقوال میں سے ایک کے مطابق قربانی سے پورا کیا جاتا ہے اور دوسرے قول کے مطابق قربانی مستحب ہے۔

اور حج ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں:

(اول)۔ اِفراد۔ اور یہ سب سے افضل ہے اور یہ اس طرح ہے کہ پہلے صرف حج کرے اور جب فارغ ہو جائے تو حرم سے باہر آئے اور احرام باندھکر عمرہ بجالائے۔ اور جعرانہ میں عمرہ کے لئے احرام باندھنا سب سے افضل ہے۔ پھر تنعیم میں باندھنا۔ پھر حدیبیہ میں باندھنا۔ اور مفرد پر قربانی نہیں ہے مگر یہ کہ رغبت سے کرے۔

(دوم) قران ہے اور وہ یہ ہے کہ حج اور عمرہ کو جمع کرے اور کہے: لَبَّيْكَ بِحَجٍّ وَعُمْرَةٍ مَعًا۔ (یعنی حج اور عمرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ بس محرم ہو جائیگا۔ اور اس کے لئے اعمال حج ہی کافی ہیں۔ عمرہ بھی حج ہی کے اندر ہو جائے گا۔ جس طرح غسل کرنے میں وضو بھی ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص وقوف سے پہلے طواف اور سعی کرے تو اس کی سعی تو حج و عمرہ میں محسوب ہوئی لیکن اس کا طواف حج میں شمار نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ حج میں فرض طواف کے متعلق شرط ہے کہ وہ وقوف کے بعد واقع ہو۔ اور قران کرنے والے پر ایک بکرے کی قربانی واجب ہے۔ لیکن اگر مکہ کا رہنے والا ہو تو اس پر کچھ بھی واجب نہیں۔ کیونکہ اس نے میقات کو ترک نہیں کیا۔ اس لئے کہ اس کا میقات مکہ ہے۔

(سوم) تمتع ہے۔ وہ یہ ہے کہ میقات سے عمرہ کے ساتھ گذرے اور مکہ میں حلال ہو جائے۔ اور حج کے وقت تک ممنوعات سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ پھر حج کے لئے احرام باندھے اور کوئی شخص ان پانچ شرائط کے بغیر متمتع نہیں ہوتا: ۔ (اول) یہ کہ وہ مسجد حرام کا رہنے والا نہ ہو۔ اور مسجد حرام کا رہنے والا وہ ہے جو اس میں اتنی مسافت طے کر کے آیا ہو کہ اس پر نماز کو قصر کرنے کا حکم نہ ہو۔

(دوم) یہ کہ عمرہ کو حج پر مقدم کرے۔ (سوم) یہ کہ حج کے مہینوں میں عمرہ کرے۔ (چہارم) یہ کہ میقات حج تک واپس نہ آئے اور نہ احرام حج کے لئے اس کی مثل مسافت تک لوٹے۔ (پنجم) یہ کہ اس کا حج اور عمرہ ایک ہی شخص کی طرف سے ہوں تو وہ متمتع ہوتا ہے۔ اور اس پر ایک بکرا واجب ہے

اگر اس کی توفیق نہ ہو تو یوم قربانی سے پہلے حج میں تین روزے متفرق یا مسلسل رکھے اور جب گھر پہنچے تو سات روزے رکھے۔ پس یہ تمام دس روزے متفرق یا مسلسل ہوئے۔ فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل افراد ہے۔ پھر تمتع، پھر قران۔

رہیں محظورات یعنی ممنوعات حج و عمرہ، سو وہ سات ہیں:

اول: قمیص، شلوار، موزہ اور عمامہ کا پہننا۔ بلکہ تہبند، چادر اور چپلیاں استعمال کرنا چاہئیں۔ اور اگر چپلیاں نہ ملیں تو ایسی جوتیاں جو ٹخنوں تک ہوں۔ اور اگر تہبند نہ ہو تو شلوار پہن لے۔ اور کمر بند باندھنے یا محمل یعنی کجاوہ کے سایہ میں چلنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن سر نہ ڈھانپے کیونکہ احرام سر کا بھی ہوتا ہے۔ اور عورت کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننے میں مضائقہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ اپنے چہرے کو کسی ایسی چیز سے نہ ڈھانپے جو اسے چھوئے کیونکہ اس کے چہرے کا احرام بھی ہوتا ہے۔

دوم خوشبو ہے۔ پس ہر اس چیز سے اجتناب کرے جسے عقلاء خوشبو کے زمرے میں شامل کرتے ہیں اور اگر خوشبو استعمال کرے یا کپڑے پہن لے تو اس پر ایک بکری کی قربانی لازم ہو جائے گی۔

سوم: حجامت اور ناخن لوانے میں۔ ان دونوں صورتوں میں فدیہ پڑ جائے گا۔ اور وہ ایک بکری کی قربانی ہے۔ لیکن سرمہ ڈالنے، حمام میں داخل ہونے، فصد کھلوانے، پچھنے لگوانے یا بالوں میں کنگھی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

چہارم: جماع ہے۔ اور اگر اس کا ارتکاب تحلل اول (یعنی پہلی دفعہ احرام سے باہر آنے) سے پیشتر کیا جائے تو مفسد حج و عمرہ ہے۔ اس صورت میں ایک اونٹ یا گائے یا چھ بکریوں کی قربانی کرے اور اگر احرام سے باہر آنے کے بعد ایسا کرے تو ایک اونٹ کی قربانی کر دے۔ اس صورت میں مفسد حج و عمرہ نہیں۔

پنجم: مقدمات الجماع یعنی عورتوں سے اس طرح بوس و کنار ہونا جس سے وضو ٹوٹ جائے۔ اور یہ حرام ہے۔ اس صورت میں ایک بکری کی قربانی ہے اور استمنا، یعنی

جلق میں بھی یہی حکم ہے اور نکاح کرنا یا کرانا حرام ہے۔ اس میں کوئی قربانی نہیں کیونکہ نکاح ہوتا ہی نہیں۔

ششم جنگلی جانوروں کا شکار۔ اس سے میری مراد وہ جانور ہیں جو کھائے جاتے ہیں یا جو حلال اور حرام جانوروں کے میل سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس اگر کوئی شکار کرے تو اسے مویشیوں میں سے اس جیسا جانور دینا پڑے گا۔ اس میں اس قدر خیال رکھا جائیگا۔ کہ قربانی کا جانور شکار کے جانور سے قد و قامت میں ملتا جلتا ہو۔ واللہ اعلم

فصل

ابتدائے سفر سے گھر واپس لوٹنے تک اعمال ظاہرہ کی ترتیب کے بیان میں اور یہ سات جملوں میں منقسم ہے

پہلا جملہ۔ ابتدائے خروج سے احرام تک سفر کے متعلق

اور اس میں آٹھ باتیں ہیں:

اول: یہ کہ توبہ کرے۔ ظلم سے لی ہوئی چیزیں واپس کرے۔ قرضے ادا کرے۔ اپنے اہل و عیال اور جس کسی کا نفقہ اس پر واجب ہو ان سب کا نفقہ واپسی تک کے لئے تیار کرے۔ امانتیں لوٹا دے۔ اور جو کچھ اپنے ساتھ لے جائے حلال کمائی میں سے لے جائے۔

دوم: یہ کہ کسی صالح آدمی کو اپنا رفیق سفر بنائے تاکہ اس کی دینداری سے نفع حاصل کرتا رہے۔

سوم: یہ کہ گھر سے نکلنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھے۔ پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھے اور دوسری رکعت میں قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اور جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی السَّفَرِ وَاَنْتَ الْخَلِیْفَةُ

فِی الْاَھْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ وَالْاَصْحَابِ اِحْفَظْنَا وَاِیَّاھُمْ مِنْ کُلِّ اٰفَۃٍ وَّعَاھَۃٍ وَّبَلِیَّۃٍ (یعنی اے اللہ سفر میں تو ہی میرا ساتھی ہے اور میرے گھر، مال و اولاد اور دوستوں کے لئے تو ہی نائب ہے۔ بچا ہمیں اور انھیں تمام آفتوں سے مصیبتوں سے اور بلاؤں سے)

چہارم: یہ کہ جس وقت گھر کے دروازہ تک پہنچے تو کہے: بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ۔ (یعنی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ، توکل کرتا ہوں میں اللہ پر اور نہیں ہے پھرنا برائی سے اور نہیں ہے طاقت نیکی کی مگر اللہ کے ساتھ۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس امر کی کہ گمراہ ہوجاؤں یا گمراہ کیا جاؤں (راہ حق سے) یا پھسل جاؤں یا پھسلایا جاؤں۔ یا ظلم کروں یا ظلم کیا جاؤں۔ یا جہالت کروں یا کسی کی جہالت کا اثر مجھ پر ہو)۔

پنجم: سواری کے متعلق۔ پس جس وقت سواری پر چڑھنے لگے تو کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (یعنی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ۔ اور اللہ بہت بڑا ہے۔ بھروسہ کرتا ہوں میں اللہ پر۔ اللہ مجھے کافی ہے۔ پاک ہے وہ جس نے اس (سواری) کو ہمارے لئے مسخر کردیا اور نہیں ہیں ہم اس کو جکڑنے والے۔ اور ہم اللہ کی طرف پھرنے والے ہیں)۔

ششم: نزول کے متعلق۔ اور سنت یہ ہے کہ سواری سے نہ اترا جائے یہاں تک کہ دن گرم نہ ہوجائے۔ اور سفر رات کے وقت کرنا چاہیے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے: عَلَیْکُمْ بِالدَّلْجَۃِ فَاِنَّ الْاَرْضَ تُطْوٰی بِاللَّیْلِ مَا لَا تُطْوٰی بِالنَّھَارِ (یعنی تمھیں رات کے وقت سفر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رات کو اس قدر زمین طے ہوسکتی ہے کہ دن کو اس قدر زمین طے نہیں ہوسکتی)۔

ہفتم: یہ کہ لوٹ مار کے خوف سے اکیلا سفر کرنے سے پرہیز کرے۔

ہشتم: یہ کہ جب کسی بلند زمین پر سے گزرے تو تین بار تکبیر کہنے کے بعد یوں

کہے: اَللّٰھُمَّ لَکَ الشَّرَفُ عَلٰی کُلِّ شَرَفٍ وَّ لَکَ الْحَمْدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (یعنی اے اللہ تیرے لئے بزرگی ہے تمام بزرگیوں پر اور تیرے لئے تشکر ہے ہر حالت میں)۔ اور جس وقت بلندی سے اترے تو اللہ کی تسبیح بیان کرے اور جس وقت وحشت سے خوف کھائے تو کہے: سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ رَبُّ الْمَلٰئِکَۃِ وَالرُّوْحِ جُلِّلَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ بِالْعِزَّۃِ وَالْجَبَرُوْتِ (یعنی پاک ہے وہ ذات جو بادشاہ ہے اور ہر ایک عیب سے منزہ و مبرا ہے۔ پالنے والا ہے فرشتوں کا اور روح کا۔ بلند کئے گئے ہیں آسمان اور زمین اس کی عزت اور قدرت سے)۔

دوسرا جملہ: میقات سے مکہ میں داخل ہونے تک احرام کے آداب کے بیان میں

اور یہ پانچ ہیں:۔

اول: یہ کہ غسل کرے اور اس سے احرام کے غسل کی نیت کرے، اور اس کو تمام کرے ناخن لوا کر، مونچھیں کتروا کر اور جو کچھ اس کے ساتھ لاحق ہے۔

دوم: یہ کہ سلے ہوئے کپڑے اتار دے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور خوشبو لگائے اور جیسا اوپر نقل ہو چکا ہے اگر خوشبو کا جرم یا اس کی مہک باقی رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

سوم: یہ کہ جو شخص ہدی روانہ کرنا چاہے۔ وہ چلتے وقت یا سواری کی حرکت کے وقت احرام کی نیت کرے اور صرف نیت ہی انعقاد احرام کے لئے کافی ہے۔ لیکن سنت یہ ہے کہ نیت کے ساتھ تلبیہ کے الفاظ بھی ملائے اور کہے: لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ (یعنی حاضر ہوں میں، حاضر ہوں میں نہیں کوئی تیرا شریک، حاضر ہوں میں، بیشک سب تعریف اور نعمت اور ملک تیرے لئے ہے اور نہیں ہے کوئی تیرا شریک)۔ اور اگر زیادہ کرنا چاہے تو کہے: لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ بِیَدَیْکَ وَالرَّغْبَۃُ اِلَیْکَ لَبَّیْکَ بِحَجَّۃٍ حَقًّا حَقًّا تَعَبُّدًا وَّرِقًّا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ۔ (یعنی حاضر ہوں اور مستعد ہوں اور تمام

نیز تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اور رغبت تیری طرف ہے۔ حاضر ہوا ہوں میں حج کے لئے حق حق۔ عاجزی کرنے کے لئے اور غلام بننے کے لئے۔ اے اللہ درود ہو ہمارے سردار محمدؐ پر اور محمدؐ کی اولاد پر اور سلام۔

چہارم: یہ کہ جس وقت اس کا احرام منعقد ہو جائے تو یہ کہنا واجب ہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَاَعِنِّیْ عَلٰی اَدَاءِ فَرْضِہٖ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ (یعنی اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ پس اے میرے لئے آسان کر اور اس کے فرض کی ادائیگی میں میری مدد کر اور اسے مجھ سے قبول کر۔

پنجم: یہ کہ دوران احرام میں تلبیہ کا تکرار مستحب ہے۔

تیسرا جملہ: طواف کے لئے مکہ میں داخل ہونے کے آداب میں

اور یہ چھ ہیں:۔

اوّل: یہ کہ مکہ شریف کے نزدیک پہنچے تو غسل کرے اور حج میں ۹ غسل سنت ہیں:۔ احرام کا غسل۔ پھر مکہ میں داخل ہونے کا غسل۔ پھر طواف زیارت کا غسل۔ پھر وقوف عرفہ کا غسل۔ پھر مقام مزدلفہ کا غسل۔ پھر تین غسل جمار ثلاثہ پر پتھر پھینکنے کے لئے۔ اور جمرۃ العقبہ میں پتھر پھینکنے کے لئے غسل نہیں ہے۔ پھر طواف وداع کا غسل۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک طواف زیارت اور طواف وداع کے لئے جدید غسل کی حاجت نہیں۔ پس اس طرح سات غسل ہوئے۔

دوم: یہ کہ شروع حرم میں (جو مکہ سے خارج ہے) داخل ہوتے وقت اس طرح کہے: اَللّٰھُمَّ ھٰذَا حَرَمُکَ وَاَمْنُکَ فَحَرِّمْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وَبَشَرِیْ عَلَی النَّارِ وَاٰمِنِّیْ مِنْ عَذَابِکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ اَوْلِیَاءِکَ وَاَھْلِ طَاعَتِکَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ (یعنی اے اللہ یہ تیرا حرم ہے اور تیرے امن کی جگہ ہے۔ پس میرے گوشت اور خون اور جسم کو آگ پر حرام کر اور مجھے امن میں رکھ اپنے عذاب سے جس روز تو اپنے بندوں کو اٹھائیگا اور مجھے اپنے دوستوں اور طاعت گزاروں میں سے بنا اے رب العلمین)

سوم: یہ کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت ابطح کی طرف سے داخل ہو اور وہ ثنیہ کدا (بفتح کاف) میں ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف سیدھے راستہ سے نہیں جاتے تھے اور نکلتے وقت ثنیہ کدیٰ (بضم کاف) سے باہر نکلتے۔ پہلی جگہ بلند ہے اور دوسری جگہ پست ہے۔

چہارم: یہ کہ جس وقت مکہ میں داخل ہو جائے اور راس الرم تک پہنچے اور اس کی نظر بیت اللہ پر پڑے تو اس طرح کہے: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ وَدَارُکَ دَارُ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا بَیْتُکَ عَظَّمْتَہٗ وَکَرَّمْتَہٗ وَشَرَّفْتَہٗ اَللّٰھُمَّ فَزِدْہُ تَعْظِیْمًا وَزِدْہُ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا (یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور اللہ بڑا ہے۔ اے اللہ تو ہی سلامتی دینے والا ہے اور سلامتی تجھی سے ہے۔ اور تیرا گھر سلامتی کا گھر ہے۔ بابرکت ہے تو اے صاحب جلال واکرام۔ اے اللہ یہ تیرا گھر ہے۔ تو نے اسے بزرگی دی شرافت دی اور کرامت دی اے اللہ زیادہ کر اسکی بزرگی اور زیادہ کر اسکی شرافت اور اسکی کرامت۔

پنجم: یہ کہ جب مسجد حرام میں داخل ہو تو باب بنی شیبہ سے داخل ہو اور یوں کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَمِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (یعنی اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ اور اللہ سے اور اللہ کی طرف اور اللہ کی راہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر)۔ پس جس وقت بیت اللہ کے قریب پہنچے تو کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَعَلٰی اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ اَنْبِیَائِکَ وَرُسُلِکَ (یعنی سب تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں اور سلامتی ہو ان لوگوں پر جن کو اس نے چن لیا ہے۔ اے اللہ درود ہو ہمارے سردار محمدؐ پر جو تیرے بندے اور نبی ہیں۔ اور تیرے دوست ابراہیم پر اور تمام نبیوں اور رسولوں پر)۔ پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فِیْ اَوَّلِ مَنَاسِکِیْ اَنْ تَقْبَلَ تَوْبَتِیْ تَتَجَاوَزَ عَنْ خَطِیْئَتِیْ وَتَضَعَ عَنِّیْ وِزْرِیْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَلَّغَنِیْ بَیْتَہُ الْحَرَامَ الَّذِیْ جَعَلَہٗ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَّجَعَلَہٗ مُبَارَکًا وَّھُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَالْبَلَدُ بَلَدُکَ

وَالْحَرَمُ حَرَمُكَ وَالْبَيْتُ بَيْتُكَ جِئْتُ اَطْلُبُ رَحْمَتَكَ اَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمُضْطَرِّ الْخَائِفِ مِنْ عُقُوْبَتِكَ الرَّاجِي لِرَحْمَتِكَ الطَّالِبُ لِمَرْضَاتِكَ ۔ (یعنی اے اللہ! اپنی منزل کے اس پہلے مقام پر پہنچ کر میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری توبہ قبول کر اور میری خطاؤں سے تجاوز کر اور مجھ سے میرا بوجھ ہلکا کر دے۔ سب تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس بیت الحرام میں پہنچا دیا۔ جس کو اس نے لوگوں کے لئے رجوع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا ہے۔ اور اس کو بابرکت جگہ اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنایا ہے۔ اے اللہ تحقیق میں تیرا بندہ ہوں اور شہر تیرا شہر ہے اور حرم تیرا حرم ہے اور گھر تیرا گھر ہے۔ میں تیری رحمت طلب کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں ایک مجبور کی طرح تیرے عذاب سے ڈرتا ہوا سوال کرتا ہوں تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تیری رضا کا طالب)۔

ششم: یہ کہ اس کے بعد حجر اسود کا قصد کرے اور اسے اپنے دائیں ہاتھ سے چھوئے اور اس کو بوسہ دے اور اس کو دھوئے اور کہے: اَللّٰهُمَّ اَمَانَتِيْ اَدَّيْتُهَا وَمِيْثَاقِيْ تَعَاهَدْتُهٗ اَشْهَدْ لِيْ بِالْمُوَافَاةِ (یعنی اے اللہ! اپنی امانت میں نے ادا کی اور اپنا عہد وفا کیا تو میری حق گذاری کا گواہ رہ)۔ اور اگر (ہجوم کی وجہ سے) بوسہ دینے کی طاقت نہ رکھے تو اس کے سامنے کھڑا ہو جائے اور مندرجہ بالا دعا پڑھے۔ پھر طواف قدوم کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرے۔ ہاں اگر لوگوں کو فرض نماز پڑھتے ہوئے دیکھے تو ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور اس سے فارغ ہو کر پھر طواف میں مشغول ہو جائے+

چوتھا جملہ: طواف کے بیان میں

جس وقت طواف کا ارادہ کرے خواہ کسی قسم کا طواف ہو تو اس میں چھ باتوں کا لحاظ رکھے:۔

اول: یہ کہ طواف میں نماز کی شرطوں کی رعایت کرے کیونکہ طواف بھی نماز ہے۔ سوائے اسکے کہ طواف میں کلام کرنا جائز ہے۔ اور یہ کہ طواف کو شروع کرنے سے پہلے اضطباغ کرے اور اضطباغ یہ ہے کہ تہ بند کا درمیانی حصہ دائیں بغل کے نیچے کرے اور اسکے

دونوں کناروں کو بائیں کندھے پر ڈال لے۔ اور طواف کے ابتدا میں تلبیہ بند کر دے۔ اور ان دعاؤں میں مشغول ہو جائے جن کا تذکرہ ہم عنقریب کرنے والے ہیں۔

دوم: یہ کہ جس وقت اضطباغ سے فارغ ہو جائے تو حجر اسود کے پاس کھڑا ہو جائے۔ اس طرح پر کہ بیت اللہ اس کے بائیں طرف ہو اور حجر اسود سے قدرے دور رہے تاکہ حجر اسکے سامنے ہو۔ اور اپنے درمیان اور کعبہ کے درمیان اندازہ تین قدموں کے فاصلہ کا رکھے۔ تاکہ خانہ کعبہ کے قریب ہو جائے کیونکہ یہ افضل ہے۔ تاکہ نہ ہو طواف کرنے والا شاذروان کا کیونکہ وہ خانہ کعبہ میں سے ہے۔ اور حجر اسود کے قریب ہے۔ اور کبھی شاذروان زمین کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے اور اس میں شک پڑ جاتا ہے۔ اور جو شاذروان پر طواف کرے اس کا طواف صحیح نہیں۔ اس لئے کہ طواف کرنے والا اس صورت میں خانہ کعبہ کے اندر طواف کر رہا ہوگا۔ پھر اسی جگہ سے طواف شروع کر دے۔

سوم: یہ کہ حجر اسود سے پہلی بار گذرنے سے پہلے بلکہ طواف کی ابتدا میں یوں کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (یعنی شروع اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ اور اللہ بہت بڑا ہے۔ اے اللہ تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیری کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے، اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے، اور تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرتے ہوئے)۔ اور طواف کرے اور جب حجر اسود سے آگے بڑھے اور خانہ کعبہ کے دروازہ تک پہنچے تو یہ کہے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا الْبَيْتُ بَيْتُكَ۔ جیسا کہ گذر چکا ہے۔

چہارم: یہ کہ رمل کرے پہلی تین باریوں میں۔ اور آخری چار باریوں میں اطمینان سے چلے۔ حجر اسود اور رکن یمانی کو ہر باری میں بوسہ دینا مستحب ہے۔

پنجم: یہ کہ جب سات مرتبہ طواف پورا کر چکے تو ملتزم کی طرف آئے اور وہ حجر اسود اور باب کے درمیان ہے اور وہ دعا قبول ہونے کی جگہ ہے۔ اور بیت اللہ سے چمٹ جائے اور کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹک جائے اور اس پر اپنا دایاں رخسارہ رکھے اور اس پر

اپنی کہنیاں اور ہتھیلیاں پھیلائے اور کہے : اَللّٰھُمَّ یَا رَبَّ الْبَیْتِ الْعَتِیْقِ اِعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَ اَعِذْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ کُلِّ سُوْءٍ وَّ قَنِّعْنِیْ بِمَا رَزَقْتَنِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْمَا اٰتَیْتَنِیْ اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْبَیْتَ بَیْتُكَ وَ الْعَبْدُ عَبْدُكَ وَ ھٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ النَّارِ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اَکْرَمِ وَفْدِكَ عَلَیْكَ (یعنی اے اللہ اے بزرگ گھر کے مالک میری گردن آگ سے بچا اور مجھے شیطان مردود سے پناہ دے، اور مجھے تمام برائیوں سے محفوظ رکھ، اور اپنے عطا کئے ہوئے رزق پر مجھے قانع رکھ، اور اپنی دی ہوئی چیزوں میں مجھے برکت دے۔ اے اللہ تحقیق یہ گھر تیرا گھر ہے اور یہ بندہ تیرا غلام ہے اور یہ مقام تیری پناہ لینے والے کا ہے، آگ سے، اے اللہ تو مجھے اپنے پاس آنے والے کریم تر لوگوں میں سے کر دے) ۔
اور اللہ تعالیٰ کی حمد کثرت سے کرے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام رسولوں پر درود و سلام بھیجے ۔

ششم یہ کہ جب اس سے فارغ ہو جائے تو پھر مقام کے پیچھے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے ۔ پہلی رکعت میں قُلْ یَاۤ اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے ۔ اور اس کو رکعتِ طواف کہتے ہیں اور حضرت زہری فرماتے ہیں کہ سنت اسی طرح چلی آتی ہے کہ ہر ہفتہ دو رکعتیں پڑھی جائیں ۔

پانچواں جملہ: سعی کے بیان میں

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو بابِ صفا سے باہر نکلے ۔ پھر جب صفا تک پہنچے، اور وہ ایک پہاڑ ہے، تو مستحب یہ ہے کہ پہاڑ کی نچلی جانب سیڑھی پر قد آدم بلندی تک چڑھ جائے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر چڑھتے تھے حتیٰ کہ خانہ کعبہ ظاہر ہو جاتا تھا ۔ پہاڑ کے نیچے سے طواف شروع کرنا کافی ہے ۔ لیکن اس میں سے بعض درجے نئے ہیں ۔ پس ضروری ہے کہ ان کو اپنی پیٹھ کے پیچھے نہ چھوڑے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی سعی نامکمل رہ جائے ۔ اگر اس جگہ سے ابتدا کرے تو صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرے ۔ جب وہ مروہ

تک پہنچ جائے تو اس پر چڑھے اور اپنے چہرہ کو صفا کی طرف متوجہ کرے پس گویا ایک سعی پوری ہوئی - اور جب وہ صفا کی طرف لوٹے گا تو گویا دو سعی پوری ہونگی - اس طرح وہ سات دفعہ کرے - جب اس نے ایسا کر لیا تو وہ طواف قدوم اور طواف سعی سے فارغ ہوگیا - اور یہ دونوں سنت ہیں - سعی کے لئے طہارت مستحب ہے بخلاف طواف کے کہ اس میں واجب ہے - جب وہ سعی کرے تو مناسب ہے کہ وقوف کے بعد سعی کو دوبارہ شروع نہ کرے اور اسی رکن کے ساتھ کفایت کرے، کیونکہ سعی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ اسے وقوف سے موخر کرے، ہاں طوافِ زیارت میں یہ شرط ہے - سعی کے لئے صرف اسی قدر ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے طواف کے بعد ہو -

چھٹا جملہ: وقوف عرفات اور ان احکام کے بیان میں جو اس سے پہلے ہیں

اگر حاجی عرفہ کے دن عرفات میں پہنچے تو وقوف سے پہلے طواف قدوم اور دخول مکہ کے لئے کوشش نہ کرے - اور اگر اس سے چند دن پیشتر پہنچے اور طواف قدوم بھی کرلے تو احرام کی حالت میں وہاں ساتویں ذی الحجہ تک ٹھہرے - پس مکہ میں ظہر کی نماز کے بعد کعبہ کے پاس امام خطبہ دے گا - اور ترویح کے دن (یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ کو) لوگوں کو حکم دے گا کہ وہ منا کی طرف نکلیں اور رات وہیں گذاریں - اور صبح منا سے چل کر عرفات میں پہنچیں تاکہ وقوف کے فرض کو وہاں نصف النہار کے بعد ادا کریں کیونکہ وقوف کا وقت زوال سے لے کر عید کی صبح صادق تک رہتا ہے - پس مناسب ہے کہ وہ منا کی طرف تلبیہ پڑھتا ہوا نکلے اور اس کے لئے مناسب ہے کہ اگر پیدل چل سکتا ہو تو صبح کے تمام ارکان کو پورا کرنے کے لئے مکہ سے پیدل چلے اور مسجد ابراہیمؑ سے موقف تک پیدل چلنا افضل ہے اور ضروری ہے اور جب منا پہنچے تو کہے: اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ مِنیٰ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَا مَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَائِكَ وَ اَھْلِ طَاعَتِكَ (یعنی اے اللہ تحقیق یہ منا ہے پس امن میں رکھ مجھ کو جس طرح امن میں رکھا تو نے اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو اور طاعت گذاروں کو) اور اس رات وہ منا میں ٹھہرے اور وہ ایک ایسی جگہ ہے جس کے ساتھ حج کے ارکان کا کوئی تعلق نہیں - جب

یوم عرفہ کی صبح ہو تو صبح کی نماز پڑھے اور جب ثبیر پہاڑ پر سورج طلوع ہو تو عرفات کی طرف چلے اور یہ دعا مانگے : اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا خَیْرَ غُدْوَۃٍ غَدَوْتُھَا وَ اَقْرِبْھَا مِنْ رِضْوَانِكَ وَاَبْعِدْھَا مِنْ سَخَطِكَ اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ غَدَوْتُ وَاِیَّاكَ اِعْتَمَدْتُ وَ وَجْھَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْنِیْ مِمَّنْ تُبَاھِیْ بِہِ الْیَوْمَ مَنْ ھُوَ خَیْرٌ مِّنِّیْ وَ اَفْضَلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (یعنی یا اللہ اس کو اچھی صبح بنا ان صبحوں سے جو میں نے کیں اور اس کو اپنی رضا کے قریب کر اور اس کو اپنے غضب سے دور کر، اے اللہ میں تیری طرف جا رہا ہوں مجھے ان لوگوں میں سے کر جو مجھ سے بہتر ہیں اور قیامت کے دن مجھ سے اچھے ہوں گے) جب عرفات میں آئے تو نمرہ میں مسجد کے قریب خیمہ نصب کرے۔ اسی جگہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قبہ (خیمہ) نصب فرمایا تھا۔ اور نمرہ عرفہ کی گہرائی میں ہے جو موقف اور عرفات میں سے نہیں ہے۔ اور وقوف کے لئے وہاں غسل کرے۔ جب سورج ڈھل جائے تو امام ایک مختصر سا خطبہ دے اور بیٹھے اور موذن اذان دے اور امام دوسرا خطبہ شروع کرے اور اقامت کو اذان کے ساتھ ملا دے اور موذن کی اقامت کے پورا ہونے کے ساتھ امام فارغ ہو جائے۔ پھر ظہر اور عصر کی نمازوں کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ جمع کرے۔ اور نماز کو قصر کر کے پڑھے اور موقف کی طرف جائے۔ پس عرفات میں ٹھہرے اور وادی عرنہ میں نہ ٹھہرے۔ لیکن مسجد ابراہیم کا صدر عرنہ میں ہے اور اس کا آخری حصہ عرفات میں سے ہے۔ پس جو کوئی مسجد کے صدر میں ٹھہرے گا تو عرفات میں اس کا وقوف صحیح نہیں ہو گا۔ . . . . اور عرفات کی جگہ مسجد سے چند بڑے پتھروں کی موجودگی سے متمیز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ان پتھروں کے قریب ٹھہرے تاکہ امام کے قریب ہو سکے۔ اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو اور چاہیئے کہ تحمید و تسبیح و تہلیل کو کثرت سے پڑھے اور اسی طرح دعا اور توبہ اور اللہ تعالےٰ کی صفت زیادہ کرے، اور اس دن روزہ نہ رکھے۔ تاکہ دعا پر مواظبت رکھ سکے اور مناسب ہے کہ وہ عرفات کے کنارہ سے دور نہ ہو مگر غروب کے بعد تاکہ دن اور رات کو عرفہ میں جمع کر سکے اور اس کو آٹھویں دن کی ایک ساعت ٹھہرنے کا موقع مل جائے۔ جبکہ رویت ہلال میں غلطی کا امکان ہو۔ پس احتیاط اس میں ہے

اور جس کا وقوف فوت ہوجائے یہانتک کہ یوم نحر کی صبح ہوجائے تو اس کا حج فوت ہوگیا پس اس کے لئے ضروری ہے کہ اعمال عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد احرام اتار دے اور پھر حج کے فوت ہوجانے کی وجہ سے ایک جانور ذبح کرے، پھر حج کی قضا کرے۔ لیکن اس دن سب سے زیادہ اہم مشغلہ دعا ہے کیونکہ اس مجمع میں اور اس جگہ پر قبولیت دعا کی امید ہے۔ اور یوم عرفہ کے لئے سب سے زیادہ بہتر دعائے ماثورہ یہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ اَمْرِيْ (یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ، ایک ہے وہ، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے پادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے۔ اور وہ خود زندہ ہے اور نہیں مرتا۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر، اور میرے کانوں میں نور پیدا کر، اور میری آنکھوں میں نور پیدا کر۔ اے اللہ میرے لئے میرا سینہ کشادہ کر دے۔ اور میرے لئے میرا کام آسان کر دے) +

ساتواں جملہ: وقوف کے بعد حج کے باقی اعمال یعنی رات گذارنے رمی کرنے، قربانی کرنے، سر منڈانے، اور طواف کرنے کے بیان میں

مزدلفہ میں عشاء کے وقت نماز مغرب اور نماز عشاء کو قصر کرتے ہوئے جمع کر کے پڑھے ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ۔ ان دونوں کے درمیان کوئی نفل نہ پڑھے لیکن مغرب کے نفل اور عشاء کے نفل اور وتر کو دونوں فرضوں کے بعد اکٹھے پڑھ لے۔ اور پہلے مغرب کے نفل سے شروع کرے۔ اور جو شخص مزدلفہ سے رات کے پہلے حصہ میں نکل جائے اور وہاں رات نہ گزارے تو اس پر ایک قربانی واجب ہے۔ اور جو شخص اس مبارک رات کو ذکر الٰہی سے زندہ رکھ سکے تو یہ تقرب الٰہی کے محاسن میں سے ہے۔ پھر جب آدھی رات گذر جائے تو کوچ کرنے کی تیاری شروع کر دے اور مزدلفہ سے کنکر جمع کر لے۔ کیونکہ اس میں نرم پتھر ہوتے

ہیں اور ستر پتھریاں اٹھائے۔ کیونکہ یہ اس کی ضرورت کے لئے کافی ہیں۔ اگر زیادہ لے لے جب بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن پتھریاں چھوٹی چھوٹی ہونی چاہئیں۔ پھر صبح کی نماز اول وقت میں پڑھے اور چلنا شروع کر دے یہانتک کہ مشعر الحرام تک پہنچے اور وہ مزدلفہ کا آخری حصہ ہے، اور وہاں اجالا ہونے تک ٹھہرا رہے اور دعا مانگتا رہے اور کہے: اَللّٰهُمَّ بِحَقِّ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَالْبَيْتِ الْحَرَامِ وَالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالرُّكْنِ وَالْمَقَامِ بَلِّغْ رُوْحَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا التَّحِيَّةَ وَالسَّلَامَ وَادْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (یعنی اے اللہ بحق مشعر الحرام اور بیت الحرام اور شہر الحرام اور رکن اور مقام کے، ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو ہماری طرف سے درود وسلام پہنچا اور ہمیں سلامتی کے گھر میں داخل کر اے صاحب جلال واکرام!)۔ پھر سورج طلوع ہونے سے پہلے یہاں سے چلے یہانتک کہ اس جگہ پہنچے جسے وادی محسّر کہتے ہیں۔ مستحب یہ ہے کہ اس جگہ سے گذرتے وقت اگر جانور ہو تو اسے جلدی ہانکے اور اگر پیادہ ہو تو خود تیزی سے چلے یہانتک کہ اس میدان کو تیزی سے طے کرے۔ جب عید کی صبح ہو جائے تو تلبیہ کو تسبیح کے ساتھ ملا دے اور چلتا ہوا منا اور جمرات کے مواضع میں پہنچ جائے۔ اور جمرات تین ہیں۔ پہلے اور دوسرے سے تجاوز کر جائے۔ پس عید کے دن اس کو پہلے دو کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہانتک کہ وہ جمرۃ العقبہ میں پہنچ جائے اور یہ جگہ قبلہ کی طرف منہ کرنے سے دائیں جانب واقع ہے اور پتھر پھینکنے کی جگہ پہاڑ کے پہلو میں تھوڑی سی اونچی ہے اور قربانی سے پہلے جس وقت سورج نیزہ بھر بلند ہو جائے تو جمرۃ العقبہ میں پتھریاں پھینکے۔ اور اپنا چہرہ قبلہ کی طرف رکھے اگر جمرہ کی طرف منہ پھیرے رکھے۔ جب بھی کوئی حرج نہیں۔ اور ہاتھ کو اٹھا کر سات پتھریاں پھینکے اور تکبیر کہے اور ہر پتھری کے ساتھ یہ کہے: اَللّٰهُمَّ تَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ (یعنی اے اللہ میں تیری کتاب کی تصدیق کرتا ہوں اور تیرے نبی کی سنت کی اتباع کرتا ہوں)۔ اور جب کنکریاں پھینکے تو لبیک اور اللہ اکبر کہنا موقوف کر دے۔ لیکن عید کی ظہر سے لیکر آخری ایام تشریق کی عصر تک فرض نمازوں کے بعد تکبیر کہتا رہے۔ پھر اس کے پاس ہدی ہو تو اسے ذبح کرے۔ اور اگر خود ذبح کرے تو یہ اولیٰ ہے۔ اور کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَبِکَ وَلَکَ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ عَلَیْہِ السَّلَامُ - (یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے، اور اللہ بہت بڑا ہے - اور بارخدایا (یہ ہدی) تجھ سے ہے اور تیری امداد کے ساتھ ہے اور تیرے لئے ہے - تو مجھ سے قبول کر جس طرح تو نے اپنے دوست ابراہیم علیہ السلام سے قبول فرمائی) - اونٹ کی قربانی کرنی افضل ہے - پھر گائے کی پھر بکرے کی - بجائے اس کے کہ سات آدمی ایک اونٹ میں شریک ہوں ایک بکری ذبح کرنی بہتر ہے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین قربانی مینڈھے کی ہے - ایسا مینڈھا جس کے سینگ مضبوط ہوں اور سفید مینڈھا زرد اور سیاہ رنگ والے مینڈھوں سے اچھا ہے - اگر نفلی قربانی ہو تو اس میں سے وہ خود بھی کھا سکتا ہے - جذعاء (لنگڑا) عضباء (ناک کٹا یا کان کٹا) - جرباء (کھجلی والا) شرقاء (پھٹے کان والا) اور خرقاء (بہت دبلا) جانور کو ذبح نہ کرے - اس کے بعد حجامت بنوائے - اور سنت یہ ہے کہ حجامت بنواتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور پہلے سر کا ابتدائی حصہ دائیں جانب سے منڈائے - پھر باقی حصہ منڈائے - اور پھر یہ دعا مانگے: اَللّٰھُمَّ اَثْبِتْ لِیْ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃً وَامْحُ بِھَا سَیِّئَۃً وَارْفَعْ لِیْ عِنْدَکَ دَرَجَۃً - (یعنی اے اللہ! ہر بال کے معاملہ میں مجھے ایک نیکی دے اور ہر بال کے مقابلہ میں ایک بدی مٹا اور اپنے نزدیک اسی قدر میرے درجے بلند کر) - عورت بال کٹوائے اور گنجے کے لئے مناسب ہے کہ وہ سر پر استرا پھرائے - جب وہ جمرہ کی رمی کرنے کے بعد سر منڈائیگا تو اس کے لئے پہلا تحلل ہو جائیگا - اور عورت اور شکار کے سوا تمام ممنوعات حلال ہو جائیں گی - پھر وہ مکہ کی طرف جائے اور جس طرح ہم نے بیان کیا ہے اسی طرح طواف کرے - یہ طواف حج کے ارکان میں ضروری ہوتا ہے اور اس کا نام طوافِ زیارت ہے - اس کا پہلا وقت قربانی کی نصف رات کے بعد شروع ہوتا ہے اور اسکا بہترین وقت قربانی کا دن ہے - اور اس کا آخری وقت کوئی نہیں ہوتا بلکہ اس کے بعد تاخیر سمجھی جائے گی لیکن جب تک احرام رہے کچھ قیود باقی رہتی ہیں - اس کے لئے عورتیں حلال نہیں ہو سکتیں مگر اس طواف کے بعد - جب طواف کرے گا تو اس کا حلال ہونا مکمل ہو جائے گا - اور احرام اٹھ جائیگا اور کوئی چیز سوائے ایام تشریق کی

سنگباری اور منا میں رات گذارنے کے باقی نہیں رہے گی اور یہ دونو احرام کو اتارنے کے بعد اتباع حج کے طور پر واجبات میں سے ہیں۔

اور حلال ہونے کے تین اسباب ہیں: رمی، حجامت اور وہ طواف جو رکن ہے۔ اور حج میں چار خطبے ہیں: ساتویں دن کا خطبہ، یوم عرفہ کا خطبہ، یوم نحر کا خطبہ، اور منا سے پہلی روانگی یعنی بارھویں کا خطبہ۔ یہ سب کے سب زوال کے بعد ہوتے ہیں اور ہر خطبہ مفرد ہوتا ہے سوائے یوم عرفہ کے خطبہ کے کہ اس میں دو خطبے ہیں، اور ہر دو کے درمیان جلسہ بھی ہے۔ پھر جب طواف سے فارغ ہو جائے تو رات گذارنے اور رمی کرنے کے لئے منا کی طرف لوٹے۔ پس وہ رات منا میں بسر کرے۔ اور اس رات کو لیلۃ القر یعنی شب قرار کہتے ہیں۔ کیونکہ اگلے دن لوگ منا میں ٹھہرتے ہیں چلے نہیں جاتے۔ پس جب عید کے بعد دوسری صبح ہو اور سورج ڈھل جائے تو رمی کے لئے غسل کرے اور جمرۃ الاولیٰ کا قصد کرے جو عرفات کے قریب دائیں طرف ہے اور سات پتھر پھینکے۔ جب رمی کر چکے تو راستہ سے ذرا الگ ہٹ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور تہلیل و تکبیر کہے اور عاجزی کے ساتھ بقدر سورہ بقر دعا مانگے۔ پھر جمرۃ الوسطیٰ کی جانب بڑھکر کنکریاں پھینکے جس طرح کہ پہلی مرتبہ پھینکی تھیں اور کھڑا ہو جیسا کہ پہلی بار کھڑا ہوا تھا۔ پھر جمرۃ العقبہ کی طرف بڑھے اور سات کنکریاں پھینکے اور دوسرے کسی شغل کی طرف متوجہ نہ ہو۔ پھر اپنی منزل کی طرف واپس آئے اور یہ رات منا میں گذارے۔ اور اسے روانگی کی پہلی رات کہتے ہیں۔ اور صبح کرے اور جب ایام تشریق کی دوسرے دن کی نماز ظہر پڑھ چکے تو گذشتہ دن کی طرح اکیس کنکریاں پھینکے۔ پھر اسے اختیار ہے چاہے منا میں قیام کرے یا مکہ واپس لوٹ آئے۔ پس اگر وہ غروب آفتاب سے پہلے منا سے خارج ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر رات تک صبر کرے تو اس صورت میں اس کی روانگی جائز نہیں۔ بلکہ لازم ہے کہ وہیں رات گذارے یہانتک کہ روانگی کے دوسرے دن بھی گذشتہ کی طرح اکیس پتھریاں پھینکے۔ اور اگر رات وہاں بسر نہ کرے گا اور اگلے دن رمی نہ کرے گا تو اسے ایک قربانی اور گوشت کا صدقہ دینا پڑے گا۔ اور اسے چاہئے کہ منا کی راتوں میں خانہ کعبہ کی زیارت کرے۔ بشرطیکہ منا کے سوا اور کہیں رات نہ گذارے۔ رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

آٹھواں جملہ: عمرہ اور اس کے بعد طواف وداع تک کے احکام کے بیان میں

اور وہ یہ ہے کہ غسل کرے اور جامۂ احرام پہنے اور عمرہ کے لئے احرام باندھے اور نیت کرے اور تلبیہ کرے اور مسجد عائشہؓ کا قصد کرے اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرے۔ پھر مکہ کی طرف واپس لوٹے اس حالت میں کہ راستہ میں تلبیہ کرتا آئے۔ یہانتک کہ مسجدِ حرام میں داخل ہو جائے۔ پس جب مسجد میں داخل ہو جائے تو لبیک کہنا موقوف کردے اور سات مرتبہ طواف اور سات مرتبہ سعی کرے۔ پس جب فارغ ہو جائے تو بال منڈائے پس اس کا عمرہ تمام ہو جائے گا۔

نواں جملہ: طواف وداع کے بیان میں

اور وہ اس طرح ہے کہ اپنے اشغال ختم کرے اور اپنا اسباب باندھ لے اور وداع میں مشغول ہو جائے۔ پس سات مرتبہ طواف کرے رمل اور اضطباع کے بغیر۔ پس جس وقت فارغ ہو جائے تو مقام کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرے اور آبِ زمزم پیئے۔ پھر ملتزم کو جائے اور دعا مانگے اور زاری کرے اور رضا اور مغفرت کی التجا کرے۔

دسواں جملہ: مدینہ منورہ کی زیارت اور اس کے آداب کے بیان میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ (یعنی جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری حیات میں میری زیارت کی)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: مَنْ وَجَدَ سَعَۃً وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ (یعنی جس شخص نے استطاعت رکھنے کے باوصف میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی)۔ اور آپؐ نے فرمایا: مَنْ جَاءَنِیْ زَائِرًا لَا یُھِمُّہٗ اِلَّا زِیَارَتِیْ کَانَ حَقًّا عَلَی اللہِ اَنْ اَکُوْنَ لَہٗ شَفِیْعًا (یعنی جو شخص مدینہ

شریف آئے اور اس کی غرض سوائے میری زیارت کے دوسری نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا حق ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ مجھے اس کا شفیع بنائے) - پس جو شخص مدینہ منورہ کی زیارت کا قصد کرے تو اسے چاہئے کہ راستہ میں نبی کریمؐ پر کثرت سے درود بھیجے اور جب اس کی نظر مدینہ منورہ کی دیواروں اور درختوں پر پڑے تو کہے: اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ فَاجْعَلْ لِيْ وِقَايَةً مِّنَ النَّارِ وَ اَمَانًا مِّنَ الْعَذَابِ وَسُوْءِ الْحِسَابِ (یعنی اے اللہ یہ تیرے رسول کا حرم ہے پس میرے لئے اسے بچاؤ بنا دوزخ سے اور امان عذاب سے اور حساب کی برائی سے) - مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے حرہ کے کنویں سے غسل کرے اور خوشبو لگائے اور نفیس اور پاک کپڑے پہنے اور جب داخل ہو تو عجز اور تعظیم کرتا ہوا داخل ہو اور کہے: بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا - (یعنی شروع ساتھ نام اللہ کے اور رسول اللہ کی ملت پر اے اللہ داخل کر مجھے پسندیدہ داخل کرنا اور خارج کر مجھکو پسندیدہ خارج کرنا اور کر تو میرے واسطے اپنے پاس سے غلبہ مدد دینے والا) - پھر مسجد کا قصد کرے اور اس میں داخل ہو اور منبر کی جانب دو رکعت نماز پڑھے - اس طرح کہ منبر کا عمود اس کے دائیں کندھے کے مقابل ہو اور صندوق کی جانب والا ستون اس کے سامنے ہو - تاکہ مسجد کے قبلہ کی طرف کا دائرہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہو - نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا موقف اور قیام یہی رہا ہے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی طرف آئے اور اس کی طرف چہرہ کر کے کھڑا ہو - یعنی قبلہ کی طرف پیٹھ ہو اور مزار مبارک کے ستون کی طرف منہ ہو اور ستون سے چار گز کے فاصلہ پر کھڑا ہو اس طرح کہ قندیل اس کے سر پر ہو جائے اور ستون کو چھونا یا چومنا نہ سنت ہے نہ احترام کا طریق ہے - اس کے بعد کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْنَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللّٰهِ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَحْمَدُ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيْعُ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيْرُ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَذِيْرُ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَكْرَمَ وُلْدِ اٰدَمَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَاقِبُ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا طٰهٰ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْخَيْرِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا فَاتِحَ الْبِرِّ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الرَّحْمَةِ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْاُمَّةِ
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الَّذِيْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيْرًا - اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَصْحَابِكَ الطَّيِّبِيْنَ وَاَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ - جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ كُلَّمَا ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ فِى الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَعْلٰى وَاَجَلَّ وَاَطْيَبَ وَاَطْهَرَ مَا صَلّٰى عَلٰى اَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ كَمَا اسْتَنْقَذَنَا مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَصَّرَنَا بِكَ مِنَ الْعِمَايَةِ وَهَدَانَا بِكَ مِنَ الْجَهَالَةِ - اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاِنَّكَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَصَفِيُّهٗ وَاَمِيْنُهٗ وَخِيَرَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَ عَدُوَّكَ وَهَدَيْتَ اُمَّتَكَ وَعَبَدْتَ رَبَّكَ حَتّٰى اَتَاكَ الْيَقِيْنُ - فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَكَرَّمَ وَشَرَّفَ (یعنی سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول - سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی - سلام ہو آپ پر اے اللہ کے امین - سلام ہو آپ پر اے اللہ کے حبیب - سلام ہو آپ پر اے اللہ کے برگزیدہ - سلام ہو آپ پر اے اللہ کے چنے ہوئے - سلام ہو آپ پر اے احمد - سلام ہو آپ پر اے محمد - سلام ہو آپ پر اے شفیع - سلام ہو آپ پر اے خوشخبری دینے والے - سلام ہو آپ پر اے ڈرانے والے

سلام ہو آپ پر اے آدم کی بہترین اولاد۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے رسول۔ سلام ہو آپ پر اے سارے جہانوں کے پالنے والے کے رسول۔ سلام ہو آپ پر اے آخر میں آنے والے۔ سلام ہو آپ پر اے طٰہٰ۔ سلام ہو آپ پر اے تمام رسولوں کے سردار۔ سلام ہو آپ پر اے نبیوں کے ختم کرنے والے۔ سلام ہو آپ پر اے قائدِ خیر۔ سلام ہو آپ پر اے نیکی کے کھولنے والے۔ سلام ہو آپ پر اے رحمت کے نبی۔ سلام ہو آپ پر اے امت کے سردار۔ سلام ہو آپ پر اے غرالمحجلین کے پیشوا۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر جن سے اللہ تعالیٰ نے برائیاں دور کر دی ہیں اور انھیں خوب پاک کر دیا ہے۔ سلام ہو آپ پر اور آپ کے صحابہ پر اور پاک ازواج پر اور مومنوں کی ماؤں پر۔ جزا دے اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا جو کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے دی گئی ہے یا کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے ملی ہے۔ اللہ درود بھیجے آپ پر جب کبھی ذکر کرنے والے ذکر کریں اور غافل رہنے والے ذکر سے غافل رہیں اور درود بھیجے آپ پر اول اور آخر، افضل اور اکمل اور اعلیٰ اور بلند اور پاک اور صاف جیسا کہ درود بھیجا ہے خلق میں سے کسی پر جیسا کہ اس نے بچایا ہم کو گمراہی سے اور بینائی دی آپ کی وجہ سے اندھے پن سے اور ہدایت دی ہم کو آپ کی وجہ سے جہالت سے۔ گواہی دیتا ہوں میں یہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ، واحد ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ آپ اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کے برگزیدہ ہیں اور اس کے امین ہیں اور خلقت میں اس کے چنے ہوئے ہیں۔ اور گواہی دیتا اور گواہی دیتا ہوں میں اس امر کی کہ آپ نے اپنی رسالت کو پہنچا دیا اور امانت کو ادا کر دیا۔ اور امت کو نصیحت کر دی اور اپنے دشمن سے جہاد کیا اور اپنی امت کو ہدایت کی، اور اپنے رب کی عبادت کی یہانتک کہ آپ درجہ یقین تک پہنچ گئے۔ پس درود بھیجے اللہ آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر جو پاک اور طاہر ہیں اور مکرم اور مشرف ہیں) +

اور اگر کسی نے سلام پہنچانے کی وصیت کی ہو تو کہے سلام ہو آپ پر فلاں شخص کی طرف سے۔ پھر ایک گز پیچھے ہٹ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجے کہ ان کا سر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کے قریب ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ کا سر حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے کندھے کے قریب ہے۔ پھر بقدر ایک گز کے پیچھے ہٹ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر سلام بھیجے اور کہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمَا يَا وَزِيْرَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعَاوِنَيْنِ لَهٗ عَلَى الْقِيَامِ بِالدِّيْنِ مَادَامَ حَيًّا اَلْقَائِمَيْنِ فِيْ اُمَّتِهٖ بَعْدَهٗ بِاُمُوْرِ الدِّيْنِ تَتَّبِعَانِ فِيْ ذَالِكَ اٰثَارَهٗ وَتَعْمَلَانِ بِسُنَّتِهٖ فَجَزَاكُمَا اللّٰهُ خَيْرًا مَا جَزٰى وَزِيْرَيْ نَبِيٍّ عَلٰى دِيْنِهٖ خَيْرًا۔ (یعنی سلام آپ پر اے رسول خدا کے دونو وزیرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک دین پر قائم رہ کر معاونت کرنے والو۔ بعد ان کے امت میں اصلاح دین کے ساتھ اس امر میں ان کے افعال کی پیروی اور ان کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قیام کرنے والو۔ اللہ تعالیٰ آپ دونو کو ایسی نیک جزا دے جو اس نے کسی نبی کے ان وزیروں کو جو اس کے دین پر اچھی طرح قائم رہے جزا دی) - پھر لوٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے قریب قبر مبارک اور ستون کے درمیان قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور اس کی بزرگی بیان کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجے۔ پھر کہے: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ اَللّٰهُمَّ قَدْ سَمِعْنَا قَوْلَكَ وَاَطَعْنَا اَمْرَكَ وَقَصَدْنَا نَبِيَّكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِهٖ اِلَيْكَ فِيْ ذُنُوْبِنَا وَمَا اَثْقَلَ ظُهُوْرَنَا مِنْ اَوْزَارِنَا تَائِبِيْنَ مِنْ زَلَلِنَا مُعْتَرِفِيْنَ بِخَطَايَانَا فَتُبْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ وَشَفِّعْ نَبِيَّكَ هٰذَا فِيْنَا وَارْحَمْنَا بِمَنْزِلَتِهٖ عِنْدَكَ وَحَقِّهٖ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُجَاهِدِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ اٰخِرَ الْعَهْدِ مِنْ قَبْرِ نَبِيِّكَ وَمِنْ حَرَمِكَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (یعنی اے اللہ

تحقیق تو نے کہا ہے : اور اگر وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تیرے پاس آئیں گے اور اللہ تعالےٰ سے بخشش چاہیں گے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار طلب کرے گا تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے ۔ اے اللہ تحقیق ہم نے تیرا قول سنا اور ہم نے تیرے حکم کی اطاعت کی اور تیرے نبی کی طرف قصد کیا ان کی بدولت تجھ سے اپنے گناہوں کی شفاعت طلب کرتے ہوئے اور جس چیز نے ہمارے گناہوں میں سے ہماری پیٹھ کو گرانبار بنا دیا ہے ۔ اپنی لغزشوں سے تائب ہوتے ہوئے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے ہوئے ، پس ہم سے درگذر فرما ۔ بار خدایا ! اپنے اس نبی کو ہمارے معاملہ میں شفیع بنا ۔ اور ان کے اس مرتبہ کے طفیل جو تیرے نزدیک ہے اور اس حق کے صدقہ میں جو تجھ پر ہے ہم پر رحم کر ۔ اے اللہ مجاہدین اور مہاجرین اور انصار اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں بخش دے اے اللہ تیرے نبی کی قبر اور خود تیرے حرم کی زیارت کے لئے جو اس وقت آیا ہوں ، اسے آخری زیارت نہ بنا اپنے رحم سے اے ارحم الراحمین) ۔ پھر روضہ کی طرف دوبارہ آئے اور اس میں دوبارہ نماز پڑھے اور کثرت سے دعا مانگے ۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے : مَا بَيْنَ قَبْرِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عَلٰى حَوْضِي ۔ (یعنی میری قبر اور ممبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہے) ۔ اور منبر کے نزدیک دعا مانگے اور مستحب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ رمانۃ السفلیٰ پر رکھے ۔ اور مستحب یہ ہے کہ جمعرات کے دن نکلے اور شہدار کی قبروں کی زیارت کرے ۔ پس صبح کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرے اور زیارت کے لئے نکلے اور ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں لوٹ آئے ۔ یہانتک کہ مسجد میں کوئی فرض نماز باجماعت فوت نہ ہو اور مستحب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کے بعد ہر روز بقیع کی طرف نکلے اور حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرے اور عثمان ، علی ابن حسین بن علی اور محمد بن علی اور جعفر بن محمد اور عباس رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں کی زیارت کرے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مسجد میں نماز ادا کرے ۔ اور ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اور رسول اللہ صلعم کی پھوپھی صفیہ رضؓ کی قبروں کی زیارت کرے +

فصل

اور چاہیئے کہ کوئی چیز نہ مانگے تاکہ اس کا مقصد خالص عبادت ہو اور جہاں تک ہو سکے غیروں پر خیرات کرے اور حج کی طرف توجہ کے وقت اس کی توجہ اللہ تعالےٰ کے لئے ہو اور اسے وہ کسی حالت میں بھی نہ بھولے اور اپنی طاقت اور قوت سے اعلان بیزاری کرے پس اس بات کو سمجھ لے اور غنیمت جان اور اللہ تعالےٰ زیادہ جاننے والا ہے +

آٹھواں باب

قرآن شریف کی تلاوت کے بیان میں

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ہے: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ رَاٰی اَنَّ اَحَدًا اُوْتِیَ اَفْضَلَ مِمَّا اُوْتِیَ فَقَدِ اسْتَصْغَرَ مَا عَظَّمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی (یعنی جو شخص قرآن شریف پڑھے پھر خیال کرے کہ کسی دوسرے شخص کو اس سے بہتر چیز دی گئی ہے تو اس نے اس چیز کی تحقیر کی جس کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی بخشی) - اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: مَا مِنْ شَفِیْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِیٌّ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا غَیْرُهُمَا - (یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن سے زیادہ کوئی چیز شفیع نہ ہوگی نہ پیغمبر نہ فرشتے اور نہ کوئی اور شے) - اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَرَأَ طٰهٰ وَیٰسٓ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ الْخَلْقَ بِاَلْفَیْ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ الْقُرْاٰنَ قَالَتْ طُوْبٰی لِاُمَّةٍ یَّنْزِلُ عَلَیْهِمْ هٰذَا وَطُوْبٰی لِاَجْوَافٍ تَحْمِلُ هٰذَا وَطُوْبٰی لِاَلْسِنَةٍ تَنْطِقُ بِهٰذَا - (یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ طٰہٰ اور یٰسین کو مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے تلاوت کیا - اور جس وقت فرشتوں نے قرآن کی تلاوت سنی تو کہا خوشخبری ہے اس امت کے لئے جس پر یہ نازل ہوں گی اور خوشخبری ہے ان سینوں کے لئے جو اس کو اٹھائیں گی اور خوشخبری ہے ان زبانوں کے لئے جو انھیں پڑھیں گی +

فصل

غافلوں کی تلاوت کی مذمت کے بیان میں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے: رُبَّ تَالٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهُ۔ (یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کرتا ہے) اور ابو سلیمان دارانی نے کہا: الزبانية اسرع الی حملة القراٰن الذين يعصون اللّٰهَ تعالٰى مِنْهُمْ اِلٰى عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ حِيْنَ عَصَوُا اللّٰهَ بَعْدَ الْقُرْاٰنِ۔ (یعنی دوزخ کا فرشتہ بہ نسبت بت پرستوں کے قرآن خواں مفسدوں کو جلدی پکڑے گا)۔ اور توریت میں ہے: يَا عَبْدِيْ اَمَا تَسْتَحِيْ مِنِّيْ يَاْتِيْكَ كِتَابٌ مِنْ بَعْضِ اِخْوَانِكَ وَاَنْتَ فِي الطَّرِيْقِ فَتَقْعُدُ لِاَجْلِهٖ وَتَقْرَاُهٗ وَتَتَدَبَّرُهٗ حَرْفًا حَرْفًا حَتّٰى لَا يَفُوْتَكَ مِنْهُ شَيْءٌ۔ وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْتُهٗ اِلَيْكَ اُنْظُرْ كَمْ فَصَّلْتُ فِيْهِ مِنَ الْقَوْلِ وَكَمْ كَرَّرْتُ عَلَيْكَ فِيْهِ لِتَتَاَمَّلَ طُوْلَهٗ وَعَرْضَهٗ ثُمَّ اَنْتَ مُعْرِضٌ عَنْهُ اَفَكُنْتُ اَهْوَنَ عَلَيْكَ مِنْ بَعْضِ اِخْوَانِكَ يَا عَبْدِيْ يَقْعُدُ اِلَيْكَ بَعْضُ اِخْوَانِكَ حَدِيْثًا فَتُقْبِلُ عَلَيْهِ بِكُلِّ وَجْهِكَ وَتُصْغِيْ اِلٰى حَدِيْثِهٖ فَاِنْ كَلَّمَكَ مُتَكَلِّمٌ اَوْ شَغَلَكَ شَاغِلٌ عَنْ حَدِيْثِهٖ اَوْمَاْتَ اِلَيْهِ اَنْ كُفَّ وَهَا اَنَا ذَا مُقْبِلٌ عَلَيْكَ وَمُحَدِّثٌ لَكَ وَاَنْتَ تُعْرِضُ عَنِّيْ بِقَلْبِكَ اَفَجَعَلْتَنِيْ اَهْوَنَ عِنْدَكَ مِنْ بَعْضِ اِخْوَانِكَ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ (یعنی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اے میرے بندے تجھے شرم نہیں آتی اگر تجھ کو تیرے کسی بھائی کا خط پہنچے اور تو راستہ میں ہو تو تو اس کے لئے ٹھہر جاتا ہے۔ اور اس کا ایک ایک حرف پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے تاکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ رہ جائے جسے تو سمجھ نہ سکے اور یہ کتاب ہے جو میں نے تیری طرف نازل کی ہے دیکھ میں نے تیرے لئے کس قدر باتیں کھول کھول کر بیان کی ہیں اور میں نے تیرے لئے کس طرح بار بار بیان کیا ہے تاکہ

تو اس کے طول و عرض پر غور کر سکے۔ لیکن پھر بھی تو اس کی طرف سے روگردانی کر رہا ہے۔ کیا میرا وقعت تیرے نزدیک تیرے کسی بھائی جتنی بھی نہیں؟ اے میرے بندے اگر تیرا کوئی بھائی تیرے سامنے کوئی بات بیان کرے تو اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو جاتا اور تہ دل سے اس کی بات پر غور کرتا ہے۔ اور اگر اس وقت کوئی کلام کرنے والا کلام کرے یا کوئی شخص تیرا دھیان بٹائے تو تو اسے اشارہ سے کہتا ہے کہ رک جا۔ اور دیکھ جس وقت میں خود تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تیرے لئے بات کرتا ہوں تو تو تہ دل سے میری طرف سے روگردانی کرتا ہے کیا تیرے نزدیک میری قدر تیرے کسی بھائی جتنی بھی نہیں؟ اللہ تعالےٰ ایسی باتوں سے اعلیٰ بلند اور بڑا ہے۔

فصل

اور چاہیئے کہ ہر وقت خواہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو باوضو رہے اور آداب کے طریقوں کو پیش نظر رکھے۔ اور سب سے افضل یہ ہے کہ جو کچھ نماز میں پڑھے سوچ سمجھ کر پڑھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَقَلَّ مِنْ ثَلَاثٍ لَمْ یَفْقَهْهُ (یعنی جس شخص نے قرآن شریف کو تین دنوں سے کم مدت میں پڑھا اس نے اسے نہ سمجھا)۔ اور اس میں بھی کراہیت ہے کہ ہر رات ایک قرآن ختم کیا جائے۔ البتہ مناسب ہے کہ ہفتہ میں ایک بار ختم کرے اور قرآن شریف کی تلاوت میں ترتیل مستحب ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ فَاِذَا قَرَأْتُمُوْهُ فَتَحَازَنُوْا (یعنی یہ قرآن ایک غم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے پس جس وقت اس کی تلاوت کرو تو غم پیدا کرو)۔ اور چاہیئے کہ آیت سجدہ کے حق کی رعایت کرے اور جس وقت آیت سجدہ کو کسی غیر سے سنے یا خود تلاوت کرے تو سجدہ ادا کرے جبکہ باوضو ہو۔ اور قرآن شریف میں ۱۴ سجدے ہیں اور حج میں دو سجدے ہیں۔ اور سورہ صٓ میں سجدہ نہیں ہے۔

فصل

اور چاہیئے کہ قرآن شریف کی تلاوت تعظیم اور تدبر کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عرش سے نازل اور خلقت کے انہام کے درجے کی طرف ظاہر کر کے مہربانی فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ اس کے کلام کے معانی (جو اس کی صنعت ذاتی ہے) خلقت کے قوت فہمیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اور کس طرح یہ صفت حروف اور اصوات میں لپٹی ہوئی ان کے لئے ظاہر ہوتی ہے اور اگر اس کے کلام کے جمال کی کنہ حروف کے پردوں میں چھپی ہوئی نہ ہوتی تو عرش اور فرش اس کا کلام سننے کی تاب نہ لا سکتے، اور جو چیزیں زمین و آسمان کے درمیان ہیں اس کی حکومت کی عظمت اور روشنی کی سطوت سے نیست و نابود ہو جاتیں۔ اور اگر اللہ تعالےٰ خود موسیٰ علیہ السلام کو ثابت قدم نہ رکھتا تو وہ اس کے کلام کو سننے کی طاقت نہ رکھتے۔ جس طرح کہ پہاڑ نے طاقت نہ رکھی یہانتک کہ تجلی کی ایک جھلک سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور تلاوت کے وقت متکلم کی تعظیم دل میں موجود رہے اور یہ گمان ہو کہ خود اللہ تعالےٰ اس کلام کے ذریعہ اس کو مخاطب کر رہا ہے۔

فصل

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اِنَّ لِلْقُرْاٰنِ ظَهْرًا وَّ بَطْنًا وَّحَدًّا وَّمَطْلَعًا (یعنی تحقیق قرآن شریف کے لئے ایک ظاہر ہے ایک باطن ہے۔ ایک حد ہے اور ایک مطلع ہے) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ نے کہا: لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِیْنَ بَعِیْرًا مِّنْ تَفْسِیْرِ الْکِتَابِ (یعنی اگر میں چاہتا تو قرآن شریف کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دیتا) پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے اسرار ختم نہیں ہو سکتے اور اس کے عجائب گنے نہیں جا سکتے۔ اور یہ چیز صفائی قلب کی نسبت سے حاصل ہوتی ہے۔ نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ تفسیر قرآن شریف کی طرح سُن کر نقل کی ہوئی چیز نہیں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابن عباس کے لئے فرمایا: اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ وَعَلِّمْهُ التَّاْوِیْلَ (یعنی اے اللہ

دین میں فہم عطا کر اور تاویل کی تعلیم دے) - اللہ تعالے کا فرمان ہے : لعلمہ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ (یعنی جانتے ہیں اس چیز کو وہ لوگ جو اس کا استنباط کرتے ہیں) - اس سے اہل علم کے لئے استنباط کا جواز ثابت ہوا - نیز یہ بات اس چیز پر بھی دلالت کرتی ہے کہ محض سماع پر توقف نہیں کرنا چاہیئے - اور اللہ زیادہ جانتا ہے - پس سمجھ لے غنیمت جان اور اللہ بہتر جانتا ہے -

نواں باب

اذکار و دعوات کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (یعنی تم مجھے پکارو میں تمھاری دعا قبول کروں گا)۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ (یعنی جس وقت اپنی نماز پڑھ چکو تو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہر حالت میں اللہ کا ذکر کرو)۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے: ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْحَیِّ بَیْنَ الْاَمْوَاتِ (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں کے درمیان اس طرح ہے جیسے مردوں میں زندہ)۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَشَجَرَۃٍ خَضْرَاءَ فِیْ وَسْطِ الْھَشِیْمِ (یعنی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا غافلوں کے درمیان اس طرح ہے جیسے سوکھے ہوئے پودوں میں ہرا بھرا درخت)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا حَفَّتْ بِھِمُ الْمَلَائِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ (یعنی کوئی قوم مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر نہیں کرتی مگر فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت اس پر چھا جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کے پاس اس قوم کا ذکر کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں) اور فرمایا: مَا قَعَدَ قَوْمٌ مَقْعَدًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَ حَسْرَۃً عَلَیْھِمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (یعنی کوئی قوم کسی جگہ بیٹھی ہو لیکن اللہ تعالےٰ کا ذکر نہ کرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجتی ہو تو قیامت کے دن انھیں حسرت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا)۔ نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَفْضَلُ مَا قُلْتُ اَنَا وَالنَّبِیُّوْنَ

مِنْ قَبْلِي لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ (یعنی میں نے یا مجھ سے پہلے انبیاء نے جو کچھ کہا ہے ان سب سے افضل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ ہے)۔ نیز نبی کریمؐ نے فرمایا: مَنْ سَبَّحَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلَاثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ ثَلَاثًا وَّ ثَلَاثِيْنَ وَكَبَّرَ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِيْنَ وَخَتَمَ الْمِائَةَ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ غُفِرَتْ ذُنُوْبُهُ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (یعنی جو شخص ہر نماز کے بعد ۳۳ بار تسبیح بیان کرے ۳۳ بار حمد بیان کرے ۳۳ بار تکبیر کہے اور سَو کو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سے پورا کرے تو اس کے تمام گناہ بخشے جائینگے اگرچہ وہ کثرت میں سمندر کی جھاگ کی طرح ہوں)۔ روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے دنیا نے منہ پھیر لیا ہے اور میرا ہاتھ تنگ ہو گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا: اَيْنَ اَنْتَ مِنْ صَلٰوةِ الْمَلَائِكَةِ وَتَسْبِيْحِ الْخَلَائِقِ وَبِهَا يُرْزَقُوْنَ (یعنی تو فرشتوں کی نماز اور خلائق کی تسبیح سے کہاں رہا کیونکہ اس سے ان کا رزق حاصل ہوتا ہے)۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا چیز ہے۔ آپؐ نے فرمایا: طلوع صبح اور صبح کی نماز کے درمیان سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ (یعنی پاک ہے اللہ اور سب تعریفیں اسی کے لئے ہیں۔ پاک ہے وہ خدائے عظیم اور سب تعریفیں اسی کے لائق ہیں۔ استغفار مانگتا ہوں میں اللہ سے) ایک سو مرتبہ کہنا۔ اگر تو اس پر عمل کرے تو دنیا تیرے پاس ذلیل و خوار ہو کر آئیگی اور اللہ تعالیٰ اس کے ہر کلمہ کے عوض ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا رہے گا اور اس کا ثواب تجھے ملیگا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا قَالَ الْعَبْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَلَأَتْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الثَّانِيَةَ مَلَأَتْ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ السَّابِعَةِ اِلَى الْاَرْضِ السُّفْلٰى فَاِذَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الثَّالِثَةَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى سَلْ تُعْطَ (یعنی جس وقت بندہ الحمد للہ کہتا ہے تو زمین و آسمان کے درمیان تمام چیزیں (نور سے) پُر ہو جاتی ہیں اور جس وقت وہ دوسری مرتبہ الحمد للہ کہتا ہے تو ساتویں آسمان اور

تحت الثریٰ کے درمیان تمام چیزیں پُر ہو جاتی ہیں۔ اور جب وہ تیسری مرتبہ الحمد للہ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے (مجھ سے) سوال کرتا کہ (جو تو مانگے) تجھے دیا جائے)۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَا مِنْ رَجُلٍ يَقُوْلُهَا اِلَّا غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُهٗ وَلَوْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ (یعنی جو شخص ان کلمات کو کہے گا اللہ تعالےٰ اس کے گناہوں کو بخش دیگا۔ اگرچہ وہ کثرت میں سمندر کی جھاگ کی مانند ہوں)۔ روایت کیا اس کو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے۔ اور جان لے کہ جملہ اذکار میں نفع دینے والا ذکر وہ ہے جس میں دل حاضر ہو۔ جو اس کے سوا ہوں اُن سے کم نفع حاصل ہوگا۔ کیونکہ مقصود اللہ تعالےٰ کی محبت ہے اور یہ چیز اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ذکر پر حضور قلب کے ساتھ مداومت کی جائے، اور اسی سے تو برے خاتمہ سے امن میں رہیگا۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

فصل

دعا کے آداب کے بیان میں

دعا کے لئے اچھے اوقات کا انتظار کرے اور باوضو ہو، قبلہ رو ہو، اور آہستہ آواز اور زاری کے ساتھ قبولیت دعا پر یقین رکھتا ہوا اس میں انہماک ظاہر کرے۔ اور دعا کو اللہ تعالےٰ کے ذکر اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے سے شروع کرے۔ اور دعا کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے ظلم سے کی ہوئی چیزوں کو واپس کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت کے بیان میں

روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ وسلم تشریف لائے اور آپؐ کے چہرہ مبارک سے بشارت ٹپک رہی تھی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اِنَّهٗ جَاءَنِیْ اَخِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقَالَ اَمَا تَرْضٰی یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ عَلَیْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ مَرَّةً اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْهِ عَشْرًا (یعنی تحقیق میرے پاس میرے بھائی جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے کہا کہ یا محمدؐ! کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ کی امت میں سے کوئی شخص آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے لیکن اس کے عوض میں اس پر دس مرتبہ سلامتی بھیجوں)۔ نیز آپؐ نے فرمایا: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلَّتْ عَلَیْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلّٰی عَلَیَّ فَلْیُقِلَّ الْعَبْدُ عِنْدَ ذٰلِكَ اَوْ لِیُكْثِرْ (یعنی جو شخص مجھ پر درود بھیجے گا تو فرشتے اس پر درود بھیجیں گے جس قدر اس نے مجھ پر درود بھیجا۔ اب اس شخص کو اختیار ہے چاہے کم کرے یا زیادہ)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ كِتَابٍ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ مَا دَامَ اِسْمِیْ فِیْ ذٰلِكَ الْكِتَابِ۔ (یعنی جو شخص کتاب میں مجھ پر درود شریف بھیجے گا (لکھے گا) تو جب تک میرا نام کتاب میں موجود رہیگا فرشتے ہمیشہ اس کے لئے استغفار مانگتے رہیں گے۔

استغفار کی فضیلت کے بیان میں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (یعنی اور جو لوگ گناہ کرنے اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار طلب کریں)۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے: وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (یعنی اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً (یعنی تحقیق میں ایک دن رات میں اللہ تعالیٰ سے ۷۰ مرتبہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ

مَرَّةً (یعنی نہیں اصرار کیا جس نے استغفار کیا اگرچہ وہ دن میں ستر مرتبہ لوٹے) - اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ عَمِلَ ذَنْبًا فَعَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ اطَّلَعَ عَلَیْہِ غُفِرَ لَہٗ وَ اِنْ لَمْ یَسْتَغْفِرْ (یعنی جس نے گناہ کیا اور یہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر مطلع ہے تو وہ بخشا گیا۔ اگرچہ اس نے استغفار نہ بھی کیا ہو) اور آپ نے فرمایا: یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُہٗ فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ وَمَنْ عَلِمَ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَۃٍ عَلٰی اَنْ اَغْفِرَ لَہٗ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب کے سب گنہگار ہو سوائے اس کے جسے میں معاف کروں - پس مجھ سے بخشش مانگو تاکہ میں تمہیں بخش دوں - اور جو شخص یہ جان لے کہ میں اس کو بخش دینے کی قدرت رکھتا ہوں تو میں اسے بخش دیتا ہوں اور پروا نہیں کرتا) - اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ قَالَ سُبْحَانَکَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَعَمِلْتُ سُوْءً فَاغْفِرْ لِیْ اِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ غُفِرَتْ ذُنُوْبُہٗ وَلَوْ کَانَتْ کَدَبِیْبِ النَّمْلِ (یعنی جس نے کہا: پاک ہے تو، ظلم کیا میں نے اپنے نفس پر اور برے عمل کئے - پس مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخشنے والا نہیں ہے - تو اس کے گناہ بخشے جائینگے اگرچہ وہ چیونٹیوں کی چال کی مانند ہوں) - اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کا قول ہے: مغفرت مانگنا اور گناہوں سے باز نہ آنا جھوٹوں کی توبہ ہے +

فصل

اور مستحب یہ ہے کہ دعا ان الفاظ کے ساتھ شروع کرے: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَلِیِّ الْاَعْلَی الْوَھَّابِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا (پاک ہے رب بزرگ و برتر بخشنے والا نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ ایک ہے۔ وہ، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے مرتا نہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ سے اس کے رب ہونے پر اور اسلام سے اس کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے نبی ہونے پر)۔ پھر کہے: اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَشِرْكِهٖ (یعنی اے اللہ! تو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، چھپی ہوئی اور ظاہر باتوں کا جاننے والا ہے، ہر چیز کا پالنے والا اور مالک ہے، گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، پناہ مانگتا ہوں میں تیری اپنے نفس کے شر سے اور شیطان مردود کے شر اور اس کے شرک سے)۔ پھر کہے: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَاَهْلِيْ وَمَالِيْ اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَوْعَاتِيْ (یعنی اے اللہ تحقیق میں تجھ سے بخشش اور عافیت چاہتا ہوں اپنے دین میں اور اپنے گھر میں اور اپنے مال میں، اے اللہ! میرے گناہوں کو چھپا اور مجھے خوف سے امن میں رکھ)۔ اور جان لے کہ دعائیں بے شمار ہیں۔ پس ان میں اس دعا میں مشغول ہو جس میں تو اپنے نفس کو حاضر پائے اور سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کے راستہ کا اتباع کیا ٭

دسواں باب

اوراد کے بیان میں

جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنے بندوں کے تابع کیا ہے تاکہ اس کو منزل بنائیں اور اسکے مصائب اور ہلاکتوں سے بچتے ہوئے اس میں اپنے لئے زادِ راہ مہیا کریں۔ اور جان لے کہ عمر انسانوں کو اس طرح چلاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو چلاتی ہے۔ پس دنیا میں آدمیوں کی مثال مسافروں کی طرح ہے اور ان کی منزل کی ابتدا گہوارہ سے ہوتی ہے اور انتہا گور پر اور اصلی وطن جنت ہے یا دوزخ۔ اور عمر اسکے سفر کا راستہ ہے۔ اسکے سال مرحلے ہیں، مہینے فرسنگ ہیں، دن میل ہیں، سانس قدم ہیں، طاعت اس کا سامان ہے، اوقات اس کی پونجی ہے۔ خواہشات اور اغراض اس کے رہزن ہیں۔ اس کا نفع جنت میں بڑی بادشاہی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار میں کامیابی ہے۔ اور اس کا گھاٹا دوزخ کے طبقات میں عذاب الیم طوقوں اور عبرتناک سزاؤں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دوری ہے (اللہ اس سے بچائے) اور غفلت کرنے والا خواہ اس نے عمر بھر میں ایک لمحہ بھر ہی غفلت میں کیوں نہ گذارا ہو ایسی حسرت کی طرف جائیگا جس کا کوئی انجام نہیں اور ایسا گھاٹا پائیگا جس کی انتہا تصور میں نہیں آسکتی +

فصل

اوراد کی فضیلت ان کی ترتیب اور ان کے احکام کے بیان میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ لَکَ فِی النَّهَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا ٥ وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَ

تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۔ (یعنی تحقیق تیرے لئے ان میں لمبی تسبیح ہے اور اپنے رب کا ذکر کر اور ہر طرف سے ٹوٹ کر اس کا رُخ کرلے) ۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا ہے : وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَہٗ وَسَبِّحْہُ لَیْلًا طَوِیْلًا ۔ (یعنی : اور اپنے رب کا ذکر صبح اور شام کر اور رات میں اس کے لئے سجدہ کر اور بڑی رات میں اس کی تسبیح کر) اور اگر تو ایسی سعادت حاصل کرنے کا ارادہ کرے کہ اسکے بعد بدبخت نہ بنے تو اپنے تمام دنوں اور راتوں کو طاعت سے گھیرے کیونکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ اللہ تعالے نے آپ کے جملہ اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردئے تھے اس عمل کے لئے مامور ہوئے ۔ پس تو اس چیز پر مداومت کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے کہ تیرا معاملہ اندیشناک ہے ۔ پس کسب اور دنیاوی امور میں مشغول نہ ہو مگر بقدر حاجت ۔ اور اس کے سوا طریق آخرت میں مشغول رہ اور رات کے قیام کو ترک نہ کر ۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے : لَابُدَّ مِنْ قِیَامِ اللَّیْلِ وَلَوْ قَدْرَ حَلْبِ شَاۃٍ (یعنی رات کا قیام ضروری ہے اگرچہ ایک بکری دوہنے کے عرصہ تک کیوں نہ ہو) ۔ اور نیند لانے کی کوشش میں نرم بستر نہ بچھا ۔ بلکہ نماز اور ذکر میں مشغول ہو جا ۔ یہانتک کہ نیند کا غلبہ ہو جائے ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے : یَعْقِدُ الشَّیْطٰنُ عَلٰی نَاصِیَۃِ اَحَدِکُمْ اِذَا ھُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ یَضْرِبُ مَکَانَ کُلِّ عُقْدَۃٍ عَلَیْکَ لَیْلٌ طَوِیْلٌ فَارْقُدْ فَاِنِ اسْتَیْقَظَ وَذَکَرَ اللہَ تَعَالٰی انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاِنْ صَلّٰی انْحَلَّتْ عُقْدَۃٌ فَاَصْبَحَ نَشِیْطًا طَیِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا اَصْبَحَ خَبِیْثَ النَّفْسِ کَسْلَانَ (یعنی جو شخص سوتا ہے شیطان اس کی پیشانی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر کہتا ہے "تیرے لئے رات بہت لمبی ہے سو تا رہ" پس جس وقت وہ شخص اُٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گانٹھ کھل جاتی ہے ۔ اور جس وقت وضو کرتا ہے تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے ۔ اب وہ شخص خوش طبیعت اور نیک نفس ہو جاتا ہے ورنہ خبیث النفس اور کاہل رہتا ہے) ۔ اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو تمام رات سویا رہا یہانتک کہ صبح ہو گئی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس شخص کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے ۔ اور آپ

نے فرمایا ہے: رَکْعَتَانِ یَرْکَعُهُمَا الْعَبْدُ فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ خَیْرٌ لَّهٗ مِنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْهَا وَلَوْ لَا اَنِّیْ اَشُقُّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَفَرَضْتُهَا عَلَیْهِمْ۔ (یعنی دو رکعت نماز جنھیں بندہ رات کے درمیان پڑھتا ہے اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور اگر میں اسے اپنی امت پر شاق نہ سمجھتا تو ان پر اسے فرض کر دیتا) +

فصل

فضیلت والی راتوں اور دنوں کے بیان میں

دنوں کا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے۔ رہی راتیں سو وہ پندرہ ہیں اور وہ رمضان شریف کے آخری عشرہ کی طاق راتیں ہیں اور رمضان شریف کی سترھویں رات ہے۔ اور یوم فرقان کی صبح کی رات ہے جبکہ دو جماعتیں ملی تھیں یعنی جنگ بدر کے لئے۔ رہی باقیماندہ راتیں سو وہ محرم کی پہلی رات اور عاشورہ کی رات ہے۔ اور رجب کی پہلی رات اور اس کی پندرھویں رات اور اس کی ستائیسویں رات ہے اور یہ معراج کی رات ہے اور اس میں نماز ماثورہ ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلْعَامِلُ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ حَسَنَاتُ مِائَةِ سَنَةٍ (یعنی اس رات میں عبادت کرنے والے کے لئے سو گنا نیکیاں ہیں)۔ پس جو شخص اس رات بارہ رکعت نماز پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ ق پڑھے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے اور سلام پھیرے۔ پھر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَر سو مرتبہ۔ استغفار سو مرتبہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف سو مرتبہ پڑھے اور اپنے لئے دنیا و آخرت کی کوئی چیز طلب کرے اور دن کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر دعا قبول فرمائے گا۔ مگر یہ کہ معصیت کے لئے دعا نہ ہو۔ رہی شعبان کی پندرھویں رات تو اس میں بھی سو رکعت نماز پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت

میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص دس مرتبہ پڑھے اور مستحب ہے کہ رات کو زندہ رکھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے : مَنْ اَحْيَا لَيْلَتِيِ الْعِيْدَيْنِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ (یعنی جو شخص دونوں عید کی راتوں کو (عبادت سے) زندہ رکھے گا اس کا دل نہیں مرے گا جس دن کہ دل مردہ ہو جائیں گے) اور آخری رات ذی الحجہ کی ہے اور اس میں فضل عظیم ہے +

(عبادات کا ربع ختم ہوا اور اب عادات کا ربع شروع کیا جاتا ہے)

گیارھواں باب

کھانے پینے کے آداب کے بیان میں

اور چاہیئے کہ روزی حلال ہو اور کھاتے وقت تقویٰ، خدا کی اطاعت اور اس کی عبادت کی نیت سے کھائے، جس کا ذکر اب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (یعنی اے رسولو! پاک روزی کھاؤ اور عمل نیک کرو)۔ اور جب تیرا کھانا اللہ کے لئے ہو تو اس قابل ہے کہ اس سے پہلے ہاتھ دھونے کو مقدم کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اَلْوُضُوْءُ قَبْلَ الطَّعَامِ یَنْفِی الْفَقْرَ وَبَعْدَهٗ یَنْفِی اللَّمَمَ۔ (یعنی کھانے سے پہلے وضو کرنا فقر کو دور کرتا ہے اور اس کے بعد وضو کرنا گناہوں کو مٹاتا ہے)۔ اور چاہیئے کہ دسترخوان پر بیٹھے کیونکہ یہ سنت کے قریب ہے۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھانا لایا جاتا تھا تو حضورؐ اسے زمین پر رکھتے تھے کیونکہ یہ تواضع کے بہت زیادہ قریب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تکیہ لگا کر طعام نہیں کھاتا کیونکہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح کھاتا ہوں اور بندوں کی طرح پیتا ہوں۔ اور کہا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزیں پیدا کی گئی ہیں: دسترخوان، چھلنی، اشنان (ایک مٹی ہے جو صابن کی طرح ہاتھوں کو صاف کرتی ہے اور خشک ہو جانے پر سجی بن جاتی ہے)۔ اور سیر ہو کر کھانا۔ اور ہم یہ نہیں کہتے کہ دسترخوان پر کھانا ممنوع ہے کیونکہ ہر نئی چیز ممنوع نہیں ہوتی اور چاہیئے کہ دسترخوان پر بیٹھتے وقت شروع میں اچھی طرح بیٹھے اور آخر تک اسی طرح بیٹھا رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے اور کبھی کبھی کھانے کے لئے بیٹھتے وقت دو زانو بیٹھتے تھے اور اپنے پاؤں کی پشتوں پر بیٹھتے تھے اور کبھی کبھی دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے تھے اور بائیں پر بیٹھتے تھے اور لیٹ کر یا تکیہ لگا کر کھانے پینے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ مگر یہ کہ اس کے ساتھ

نقل کرنا چاہے اور تھوڑا کھانے پینے کا ارادہ کرے۔ کیونکہ عبادت کے لئے کھانے کی نیت اس کے سوا صادق نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَامَلَأَ ابْنُ اٰدَمَ دِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِہٖ، حَسْبُ ابْنِ اٰدَمَ لُقَیْمَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ، فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ فَثُلُثٌ لِلطَّعَامِ وَ ثُلُثٌ لِلشَّرَابِ وَ ثَالِثٌ لِلنَّفْسِ (یعنی ابن آدم پیٹ سے زیادہ برا برتن کوئی نہیں بھرتا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پشت کو سیدھا رکھیں۔ اگر ایسا نہ کرے تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ طعام کے لئے ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے رہنے دے) پس چاہیئے کہ کھانے کا اقدام نہ کرے مگر بھوک کے بعد کیونکہ سیر شکمی دل کو سخت کرتی ہے۔ بلکہ پیٹ بھرنے سے پیشتر کھانا بس کر دے اور لذیذ کھانوں اور سالنوں کا انتظار نہ کرے کیونکہ روٹی کی سب سے بڑی عزت یہ ہے کہ اسے سالن وغیرہ کے انتظار میں نہ رکھے اور چاہیئے کہ کھاتے وقت زیادہ ہاتھ شامل کرنے کی کوشش کرے خواہ اس کے بیوی بچے ہوں کیونکہ اچھا کھانا وہ ہے جس میں زیادہ ہاتھ شریک ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی طعام تنہا نہ کھاتے تھے۔

فصل کھانا کھانے کے آداب میں

اور وہ یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور آخر میں الحمد للہ کہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تا کہ کھانے کی طمع اسکو خدا کے ذکر سے نہ روکے۔ پس پہلے لقمہ میں بسم اللہ کہے، دوسرے لقمہ میں بسم اللہ الرحمٰن اور لقمہ سوم میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم باآواز بلند کہے تاکہ دوسروں کو بھی یاد آجائے اور دائیں ہاتھ سے کھائے اور نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے۔ اور لقمے چھوٹے اٹھائے اور اچھی طرح چبائے اور جب تک پہلا لقمہ نگل نہ لے دوسرے لقمہ کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے اور کسی کھانے میں عیب نہ نکالے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی نقص نہیں نکالا۔ اگر اچھا معلوم ہوتا تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اور کھانا اپنے آگے سے کھائے مگر پھل، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے سامنے سے کھا، پھر میوے کھانے کے لئے ہاتھ اِدھر اُدھر پھیر۔" اس کی وجہ دریافت کی گئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ میوے ایک قسم کے نہیں ہوتے۔

اور پیالہ کے درمیان سے نہ کھائے۔ اسی طرح روٹی کو بھی وسط سے نہ کھائے کناروں سے کھائے۔ اور روٹی اور گوشت کو چھری سے نہ کاٹے۔ کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگلے دانتوں سے کاٹو۔ اور برتن وغیرہ یا جو چیز کھانے کی نہ ہو اسے روٹی پر نہ رکھے۔ نبی کریم نے فرمایا ہے کہ روٹی کی عزت کرو کیونکہ اللہ تعالے نے اسے آسمانوں کی برکات سے نازل کیا ہے اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جب کسی سے کوئی لقمہ گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کرے اور کھا جائے اور اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑ دے اور اپنی انگلیوں کو چاٹے اور گرم طعام میں پھونک نہ مارے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور کھجور وغیرہ کھاتے وقت طاق عدد کے لحاظ سے کھائے۔ اور کھجوروں اور گٹھلیوں کو ایک ہی برتن میں جمع نہ کرے اور پانی پیتے وقت کوزہ کو دائیں ہاتھ میں پکڑے اور بسم اللہ کہے اور اسے چوس کر پیئے۔ جانوروں کی طرح غٹ غٹ کرکے نہ پی جائے کیونکہ اس سے جگر کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور پانی پینے کے بعد کہے: الحمد للہ الذی جعلہ عذباً فراتاً برحمتہ ولم یجعلہ ملحاً اجاجاً بذنوبنا۔ (یعنی شکر ہے اس خدا کا جس نے اسے اپنی رحمت سے میٹھا اور ہضم بنایا اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے نمکین اور کڑوا نہیں بنا دیا)۔ اور جو چیز محفل میں پھیری جائے دائیں طرف سے پھیری جائے۔ اور پانی تین سانس میں پیئے۔ ہر بار شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔ پس جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو مستحب یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے چنے اور خلال کرے اور فرمایا کہ جو شخص برتن کو انگلی سے چاٹے اور دھو کر پی جائے تو ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور کہے الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات وتنزل البرکات اللھم لاتجعلہ قوۃ علیٰ معصیتك (یعنی سب تعریف اس خدا کیلئے جس نے اپنی نعمت سے نیکیوں کو مکمل کیا اور برکات نازل کیں۔ اے بار خدایا اس کھانے کی قوت کو اپنی نافرمانی کا موجب نہ بنا)۔ اور سورہ اخلاص اور لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ پڑھے۔ اور جب تک دستر خوان بڑھایا نہ جائے نہ اٹھے۔ اور اگر غیر کا کھانا کھائے تو اسکے لئے دعا کرے اور کہے: اکل طعامکم الابرار وافطر عندکم الصائمون وصلت علیکم الملٰئکۃ (یعنی تمہارا کھانا ابرار کھائیں اور تمہارے ہاں روزہ دار افطار کریں اور تم پر فرشتے سلام بھیجیں)۔ اور مستحب ہے کہ: الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وکفانا وآوانا سیدنا ومولانا (یعنی تعریف ہے اس خدا کی جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا، ہمیں کافی کیا اور پناہ دی ہمارا سردار اور ہمارا مولا)۔ پھر اپنے ہاتھ دھو کر ختم کرے +

فصل

اور جب دوسروں کے ساتھ مل کر کھائے تو صبر کرے یہاں تک کہ جو ان میں کبیر السن ہو وہ پہلے ہاتھ بڑھائے لیکن اگر خود متبوع ہو تو دوسروں کو انتظار میں نہ رکھے اور اچھی اچھی باتیں کرے۔ اور اپنے شریک طعام کا خیال رکھے۔ اور کسی شخص کو قسم نہ دے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ روٹی اس سے حقیر ہے کہ اس پر قسم کھائی جائے۔ اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ کسی کو کھانے کے لئے تین بار کہے۔ اور اگر دوسرا شخص از راہ عزت اس کی طرف طشتری بڑھائے تو اسے قبول کر لے۔ ایک دفعہ حضرت انس بن مالک رضؓ اور حضرت ثابت بنانی رحؒ اکٹھے کھانا کھانے بیٹھے۔ حضرت انس رضؓ نے ان کی طرف طشتری بڑھائی تو انھوں نے منع کر دیا۔ اس پر حضرت انس رضؓ نے ان سے فرمایا کہ جب آپ کا کوئی بھائی آپ کی عزت کرے تو اس عزت افزائی کو قبول کر لیا کیجئے رد نہ کیا کیجئے، کیونکہ یہ اکرام اللہ عزوجل کی طرف سے ہوتا ہے۔ اور اگر تمام لوگ ایک ہی برتن میں ہاتھ دھوئیں تو کوئی ہرج نہیں، اور مستحب ہے کہ اگر ممکن ہو تو تمام ہاتھوں کا دھوون ایک ہی برتن میں جمع کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے دھوون کو جمع کرو، اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور بہتر ہے کہ صاحب خانہ ان کے ہاتھ دھلائے اور طشت کو دائیں طرف گھمائے۔ اور چاہئے کہ کوئی ایسا فعل نہ کرے جسے دیکھ کر لوگوں کو کھانا کھاتے وقت نفرت ہو۔ اور پیالہ میں ہاتھ نہ جھٹکے اور اپنی کم خوری ظاہر کرنے کے لئے جلدی ہاتھ نہ روک لے۔ جعفر بن محمد رحؒ فرماتے ہیں کہ جب اپنے بھائیوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھو تو دیر تک بیٹھو کیونکہ یہ وہ ساعت ہے کہ تمھاری عمروں میں اس کا حساب نہیں ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس وقت کسی شخص کے آگے دسترخوان بچھا رہتا ہے۔ فرشتے اس پر سلامتی بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اٹھا لیا جائے۔ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بندہ خود کھاتا ہے یا اپنے ماں باپ وغیرہ کو کھلاتا ہے اس کا کُل حساب ہوگا۔ لیکن جو کھانا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر کھاتا ہے اس کا حساب نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کے لئے دوزخ کے درمیان پردہ بن جاتا ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ میں ایک صاع کھانے پر اپنے دوستوں کے جمع کرنے کو اس سے زیادہ پسند کرتا ہوں کہ ایک غلام آزاد کروں۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کہیگا:

اے ابن آدم! میں بھوکا ہوا مگر تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ وہ جواب دیگا: میں تجھے کس طرح کھلاتا تُو تو رب العالمین ہے۔ پس اللہ تعالےٰ جواب دیگا: تیرے پاس تیرا ایک مسلم بھائی آیا اور تو نے اسے کھانا نہ کھلایا۔ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو گویا تو مجھے کھانا کھلاتا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ غُرَفًا یُرٰی ظَاھِرُھَا مِنْ بَاطِنِھَا وَبَاطِنُھَا مِنْ ظَاھِرِھَا اَعَدَّھَا اللّٰہُ لِمَنْ اَلَانَ الْکَلَامَ وَاَطْعَمَ الطَّعَامَ وَصَلّٰی بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ (یعنی تحقیق جنت میں ایک ایسا مکان ہے کہ جس کا ظاہر اندر سے نظر آئیگا اور باطن باہر سے نظر آئیگا۔ یہ مکان اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے تیار کیا ہے جو کلام میں نرمی کرے، کھانا کھلائے اور رات کو جس وقت لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز پڑھے)۔ اور چاہیئے کہ ایسے کھانے کی طرف نہ جائے جس کے لیئے اس کو بلایا نہ گیا ہو کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ: جو شخص ایسے کھانے کی طرف جائے جس کے لیئے اس کو بلایا نہ گیا ہو تو اس کا چلنا فاسقوں کا چلنا ہے اور کھانا حرام خوروں کا کھانا ہے۔ ہاں اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس طرح بن بلائے جانے سے صاحب خانہ خوش ہوگا تو اور بات ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھوک کے وقت کھانا کھانے کے لئے حضرت ابوالہیثمؓ و حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر گئے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے مکان میں داخل ہو اور صاحب خانہ کو گھر میں موجود نہ پائے تو اگر اسے معلوم ہو کہ صاحب خانہ اس سے خوش ہوگا تو روٹی لے کر کھا جائے۔ اور یہ چیز بھی آداب میں داخل ہے کہ اپنے بھائی کو کسی معین چیز کی تیاری کے لئے مجبور نہ کرے تا کہ اسے تکلیف نہ ہو۔ لیکن جب اسے وثوق کے ساتھ معلوم ہو کہ اسے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر مہمان کو دو چیزوں میں اختیار دیا جائے تو جو شئے میزبان کے لئے آسان تر ہو، اسے اختیار کرے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ صاحب خانہ مہمانوں سے پوچھے کہ تم کیا چیز پسند کرتے ہو کیونکہ اس میں بہت ثواب ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ لَذَّذَ اَخَاہُ بِمَا یَشْتَھِیْ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ حَسَنَۃٍ وَمَحَا عَنْہُ اَلْفَ اَلْفِ سَیِّئَۃٍ وَرَفَعَ لَہٗ اَلْفَ اَلْفِ دَرَجَۃٍ وَاَطْعَمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ثَلَاثِ جَنَّاتٍ جَنَّۃِ الْفِرْدَوْسِ وَجَنَّۃِ عَدْنٍ وَجَنَّۃِ الْخُلْدِ (یعنی جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کے مطابق اس کو لذیذ کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور دس لاکھ برائیاں مٹاتا ہے اور اس کے لئے دس لاکھ درجے بلند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے تین جنتوں یعنی جنت الفردوس جنت العدن اور

جنت الخلد سے کھلائیگا) اور مہمان سے یہ بات دریافت نہ کرے کہ فلاں چیز لاؤں؟ بلکہ جو کچھ ہو آگے لاکر رکھدے۔ اگر پسند کریگا کھالیگا ورنہ واپس اٹھالے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے اسی طرح کہا ہے +

فصل

ضیافت کے آداب کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لَا تَتَکَلَّفُوْا لِلضَّیْفِ فَتَبْغَضُوْہُ فَاِنَّ مَنْ اَبْغَضَ الضَّیْفَ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَ اللّٰہَ فَقَدْ اَبْغَضَہُ اللّٰہُ (یعنی مہمان کے لئے تکلف نہ کرو کہ اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص مہمان سے نفرت کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور جو شخص خدا کے ساتھ دشمنی کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے ساتھ دشمنی کرتا ہے)۔ اور دعوت قبول کرنی فقیر و غنی کے لئے سنت ہے۔ اور کتب منزلہ میں لکھا ہے: بیمار کی عیادت کے لئے ایک میل جاؤ اور جنازہ کے لئے دو میل جاؤ اور دعوت قبول کرنے کیلئے تین میل جاؤ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر مجھے کراع میں دعوت کے لئے بلایا جائے تو میں قبول کرلوں۔ اور کراع مدینہ کے قریب ایک موضع ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ماہ رمضان میں وہاں تشریف لے جاتے تھے تو افطار کرتے تھے اور سفر میں وہاں نماز قصر پڑھتے تھے۔ اور اگر نفلی روزہ سے ہو تو افطار کرے کیونکہ میزبان کے دل کو خوش کرنا افضل ہے۔ اور اگر کھانے میں یا میزبان کے مکان میں یا دسترخوان میں شبہ والی چیز ہو یا دعوت کرنے والا فاسق یا ظالم یا بدعتی ہو یا دعوت سے اس کا مقصد لاف زنی ہو تو دعوت قبول نہ کرے۔ اور دعوت قبول کرتے وقت طاعت کی نیت کرے محض پیٹ کی خواہش پورا کرنے کے لئے دعوت قبول نہ کرے۔ اور میزبان کے گھر سے اجازت کے بغیر نہ نکلے۔ روایت ہے کہ حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کھایا کرتے اور چلا کرتے تھے اور قیام کی حالت میں پیا کرتے تھے۔ اور مستحب ہے کہ کسی گھر میں میت ہو جائے تو اہل میت کے لئے کھانا لے جائے۔ پس سمجھ، غنیمت جان اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے +

بارھواں باب

آدابِ نکاح کے بیان میں

واضح ہو کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے حتیٰ کہ بعض اس طرف گئے ہیں کہ عبادت کے لئے خلوت اختیار کرنے سے نکاح افضل ہے اور بعض نے اس کی فضیلت کا اعتراف کیا ہے لیکن اگر اس کا دل نکاح کی طرف مائل نہ ہو تو تخلیہ کو مقدم کیا ہے۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ فی زمانہ اس کو ترک کرنا افضل ہے کیونکہ کسب کے ذرائع مسدود ہیں اور عورتوں کے اخلاق بگڑے ہوئے ہیں۔ اور اس کی ترغیب پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے: وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (یعنی تم میں جو عورتیں بے شوہر ہوں اُن کا نکاح کردو)۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (یعنی وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ بارِخدایا عطا کر ہمیں ہماری عورتوں اور ہماری اولاد میں سے آنکھوں کی ٹھنڈک)۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلنِّكَاحُ سُنَّتِيْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِيْ فَلْيَسْتَنَّ بِسُنَّتِيْ (یعنی نکاح میری سنت ہے پس جو شخص میری فطرت کو زیادہ دوست رکھے وہ میری سنت کو طریقہ بنائے)۔ اور اس سے باز رہنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ الْمِائَتَيْنِ الْخَفِيْفُ الْحَاذِ الَّذِيْ لَا اَهْلَ لَهٗ وَلَا وَلَدَ (یعنی دو سو سال بعد انسانوں میں سب سے اچھا وہ ہوگا جو ہلکا ہو۔ اور ہلکا وہ شخص ہوگا جس کی نہ بیوی ہو نہ اولاد)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَكُوْنُ هَلَاكُ الرَّجُلِ عَلٰى يَدِ زَوْجَتِهٖ وَاَبَوَيْهِ وَوَلَدِهٖ يُعَيِّرُوْنَهٗ بِالْفَقْرِ وَيُكَلِّفُوْنَهٗ مَا لَا يُطِيْقُ فَيَدْخُلُ الْمَدَاخِلَ الَّتِيْ يَذْهَبُ فِيْهَا دِيْنُهٗ فَيَهْلِكُ (یعنی انسانوں پر وہ زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کی ہلاکت

اس کی بیوی اور اس کے والدین اور اس کی اولاد کے ہاتھوں سے ہوگی جو اسے فقر سے عار دلائینگے اور اسے ایسی چیز کا مکلف بنائینگے جس کی اس میں طاقت نہ ہوگی۔ چنانچہ وہ ایسے راستوں میں داخل ہوجائے گا جس میں اس کا دین ضائع ہوجائے گا۔ پس وہ ہلاک ہوجائے گا) +

فصل

نکاح کے فائدوں کے بیان میں

نکاح کے فائدے بیشمار ہیں۔ ان میں سے نیک اولاد، شہوت کا دور ہونا، گھر کا انتظام اور رشتہ داروں کی کثرت ہے۔ اور ان کیلئے نان و نفقہ پیدا کرنے میں مجاہدہ کا ثواب ہے۔ اگر اس کے ہاں نیک اولاد ہو۔ تو ان کی دعاؤں کی برکت اس کے شامل حال رہے گی اور اگر اولاد بچپن میں مرجائے تو قیامت میں اس کی شفیع بنے گی۔ اور نکاح کے مصائب یہ ہیں کہ حلال خرچ کرنے اور حلال طلب کرنے میں دقت ہوتی ہے اور یہ واجب ہے۔ اور ممکن ہے بیوی کا حق ادا کرنے میں اس سے کوتاہی ہو کیونکہ بیوی کے حقوق ہوتے ہیں اور چاہیئے کہ ان کے ساتھ حسن احتمال اور نرمی سے پیش آئے اور اس پر قادر نہیں ہوسکتے مگر طاقتور لوگ۔ اور سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس کی بیوی اور بچے اسے اللہ تعالٰے کے ذکر مدام اور آخرت کے طریقوں پر چلنے سے روکیں اور اکثر اوقات بخل کے پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور یہ مہلکات میں سے ہے۔ اور تحقیق ہم نے تیرے لئے نکاح کے فائدے اور مصیبتیں بیان کردی ہیں جو اشخاص اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں۔ پس اپنے حال سے آگہی حاصل کر اور اپنے لئے وہ چیز اختیار کر جو آخرت کے طریق سے سب سے زیادہ قریب ہو۔ واللہ اعلم +

فصل

ان چیزوں کے بیان میں جو نکاح کی حالت میں پسندیدہ ہیں، وہ صفات جن کا عورتوں میں ہونا ضروری ہے اور نکاح کی شرطوں کے بیان میں

اور نکاح کے انعقاد کے لئے چار شرطیں ہیں: ولی کی اجازت اور اگر ولی نہ ہو تو سلطان وقت اس کے لئے ولی کا حکم رکھتا ہے۔ اور رضا عورت کی جب عورت بالغ شوہر دیدہ ہو۔ اور گواہانِ عادل حاضر ہوں۔ اور اگر گواہوں کا فسق مرد و عورت کو معلوم نہ ہو تو بھی نکاح درست ہے۔ اور لفظ ایجاب وقبول جو نکاح یا زوجیت میں دینے یا ہر زبان میں ان کے ہم معنے الفاظ کے متصل ہو دو مکلّف اشخاص کی طرف سے ہو جن میں کوئی عورت نہ ہو۔ اگر وہ دونوں شوہر یا ولی یا ان کے وکیل ہوں جب بھی ایک ہی بات ہے۔ اور نکاح کے آداب میں یہ بھی داخل ہے کہ ولی کے ذریعہ اس کی منگنی مقدم ہو لیکن عدت میں ایسا نہ کرے اور نہ اس حالت میں کہ کسی اور کے ساتھ اس کی منگنی کی بات چیت ہو رہی ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منگنی پر منگنی کرنے کو منع فرمایا ہے۔ اور نکاح کے آداب میں نکاح سے پہلے خطبہ ہے اور تحمید کو ایجاب وقبول کے ساتھ شامل کرنا۔ پس نکاح پڑھنے والا کہے: بِسْمِ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فلاں عورت کو تیرے نکاح میں دیا۔ شوہر بھی اسی کو دہرائے اور کہے میں نے اس نکاح کو اتنے مہر کے بدلے قبول کیا اور شوہر کی بات کو باکرہ عورت سے بیان کرنا مستحب ہے کیونکہ یہ الفت کے زیادہ قریب ہے اور اسی طرح نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا بھی مستحب ہے۔ اور یہ بھی نکاح کے آداب میں داخل ہے کہ دو گواہوں کے علاوہ پرہیزگار اور نیک لوگوں کی ایک جماعت اس وقت حاضر ہو۔ اور چاہئے کہ نکاح سے اس کی نیت آنکھ کو ناشائستہ امور سے بچانا، نیک اولاد کی طلب اور امت کی تکثیر ہو۔

اور نکاح کی شرائط یہ ہیں کہ لونڈی نہ ہو۔ جب تک خاوند آزاد عورت کا مہر ادا کرنے پر قادر ہو اور نہ دودھ پینے کی وجہ سے حرام ہو کیونکہ جو چیز نسب کے لحاظ سے حرام ہوتی ہے رضاعت کے

لحاظ سے بھی حرام ہوتی ہے اور پانچ گھونٹ پینے سے حرام ہو جاتی ہے۔ اس سے کم حرام نہیں ہوتی۔
اور جو صفات دوام عیش کے لئے ضروری ہیں وہ آٹھ ہیں: دین، خلق، حسن، مہر کم ہو، بانجھ نہ ہو، باکرہ ہو، نسب والی ہو، قرابت قریبہ سے نہ ہو۔ اور جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ ان سب پر احادیث و اخبار دلالت کرتی ہیں +

فصل

آدابِ معاشرت اور مرد و عورت کے حقوق کے بیان میں

مرد کے لئے ولیمہ ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ (یعنی ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی بکری ہو)۔ اور مرد کے لئے ضروری ہے کہ غیرت، نفقہ، تعلیم، تقسیم، تادیب، نافرمانی اور مجامعت میں حسن معاشرت، رعایت اور حسن سیاست سے کام لے۔ اور عزل منع ہے اور جب اولاد پیدا ہو تو مولود کے کان میں اذان کہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے اور یہ کہ اس کا نام اچھا سا رکھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِاَسْمَائِكُمْ فَاَحْسِنُوْا اَسْمَائَكُمْ (یعنی تم لوگ قیامت کے دن اپنے ناموں سے پکارے جاؤ گے پس اپنے نام اچھے رکھو)۔ اور کسی کا نام اچھا نہ ہو تو مستحب ہے کہ وہ اسے تبدیل کر لے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میرے نام اور کنیت کو جمع نہ کرو۔ اور کھجور یا کسی میٹھی چیز کی گھٹی دینی مستحب ہے۔ اور عورت پر تمام حالتوں میں اطاعت لازمی ہے۔ عورت کو چاہئے کہ مرد کے احوال و اموال پر نظر رکھے اور اس کے رشتہ داروں سے نرمی سے پیش آئے۔ اور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حَرَّمَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ اٰدَمِيٍّ دُخُوْلَ الْجَنَّةِ قَبْلِيْ غَيْرَ اَنِّيْ اَنْظُرُ عَنْ يَمِيْنِيْ فَاِذَا امْرَاَةٌ تُبَادِرُنِيْ فَاَقُوْلُ مَا لِهٰذِهٖ تُبَادِرُنِيْ الْبَابَ فَيُقَالُ لِيْ يَا مُحَمَّدُ هٰذِهِ امْرَاَةٌ حَسْنَاءُ وَكَانَ عِنْدَهَا يَتَامٰى لَهَا فَصَبَرَتْ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى بَلَغَ اَمْرُهُمُ الَّذِيْ بَلَغَ فَشَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهَا ذٰلِكَ۔

(یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر شخص پر مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونا حرام کیا ہے سوائے اس کے کہ جب میں اپنی دائیں جانب دیکھوں گا تو اس وقت ایک عورت مجھ سے جلدی کر رہی ہوگی۔ میں کہوں گا کہ اس عورت کو کیا ہوا کہ مجھ سے پہلے دروازہ کی طرف جلدی کر رہی ہے۔ تو کہا جائے گا یا محمدؐ! عورت خوبصورت تھی اور اس کے پاس یتیم تھے۔ اس نے ان پر صبر کیا یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے اس طرح بدلہ دیا)۔ اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَا یَحِلُّ لِاِمْرَاۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰی مَیِّتٍ اَکْثَرَ مِنْ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ اِلَّا الْمَرْاَۃَ عَلَی الزَّوْجِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا (یعنی نہیں حلال اس عورت کے لئے جو خدا تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائی ہے کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ البتہ عورت اپنے خاوند پر چار مہینے اور دس دن تک سوگ کر سکتی ہے)۔ اور بیوہ کو چاہئے کہ عدت کے آخر تک نکاح والے کے گھر میں رہے۔ واللہ اعلم +

تیرھواں باب

کسب و معاش کے آداب کے بیان میں

کسب و معاش کی فضیلت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دلالت کرتا ہے: مِنَ الذُّنُوْبِ ذُنُوْبٌ لَا یُکَفِّرُھَا اِلَّا الْھَمُّ فِیْ طَلَبِ الْمَعِیْشَۃِ (یعنی گناہوں میں بعض گناہ ایسے ہیں کہ وہ طلب معاش کی فکر کے سوا دور نہیں ہوتے)۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ یُحْشَرُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ (یعنی سچ بولنے والا تاجر قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اٹھیگا)۔ اور حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الْمُؤْمِنَ الْمُحْتَرِفَ (یعنی اللہ تعالیٰ پیشہ ور مومن کو دوست رکھتا ہے)۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنِ اجْمَعِ الْمَالَ وَکُنْ مِّنَ التَّاجِرِیْنَ وَلٰکِنْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنْ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السَّاجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (یعنی میری طرف یہ وحی نہیں کی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجر ہو جاؤں۔ لیکن میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ میں اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کروں اور سجدہ گزاروں میں ہو جاؤں اور اپنے رب کی عبادت کر یہانتک کہ تجھے موت آجائے)۔ اور جان لے سوال کرنا کراہیت کے اقسام سے خالی نہیں ہوتا۔ لیکن ان لوگوں کے حق میں جو مسلمانوں کے مصالح میں منہمک ہیں، یہ لوگ کسب ترک کر سکتے ہیں اور ان مصالح پر کاربند رہنا اولیٰ ہے۔ پس ان کے لئے مصالح کا مال یا اس کے علاوہ اور مال کفایت کرتا ہے۔ اور صحابہ کرام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اسی لئے تجارت ترک کرنے کے لئے کہا تھا جبکہ وہ خلافت کے ولی مقرر ہوئے تھے پس انھوں نے تجارت ترک کردی تھی۔ اور جو شخص مصالح خلق کے قیام میں مشغول ہو ان کے لئے مال مصالح کفایت کرتا ہے۔

فصل

معاملات کی صحت اور شرائط کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بیع کے لئے تین رکن ہیں: عاقد یعنی فروخت کرنے والا اور خریدنے والا معقود علیہ یعنی تجارت کا مال اور بیع کا لفظ۔ اور چار اشخاص کے ساتھ معاملہ کرنا نہیں چاہئے۔ یعنی لڑکا، دیوانہ، لونڈی اور غلام اور اندھا اور کافر کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ لیکن ان کے ہاتھ قرآن شریف اور مسلمان لونڈی اور مسلمان غلام فروخت نہ کرے۔ اور اگر اہل حرب ہوں تو ان کے پاس سامان حرب بھی فروخت نہ کرے۔ اور شراب، ناپاک چربی اور ہاتھی کی ہڈیوں کی بیع جائز نہیں اور نہ ان کی خرید جائز ہے۔ اور کتے، حشرات الارض اور مزامیر کی بیع جائز نہیں اور جن چیزوں پر صورت بنی ہوئی ہو اور وہ فرش بنانے کیلئے استعمال کی جائیں ان کی بیع جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اتخذی منھا نمارق (یعنی اسے فرش بنالے)۔ اور مصور چیزوں کو دیوار کے ساتھ کھڑا کرنا جائز نہیں، فرش بنانا جائز ہے۔ اور چاہئے کہ عین مال کی مقدار اور صفت معلوم ہو اور وہ مال مملوکہ ہو۔ اور چاہئے کہ لفظ ایجاب وقبول استعمال کرے۔ لیکن چھوٹی اور حقیر چیزوں اور کھانے پینے کی چیزوں میں ابن شریح کا قول ہے کہ اسے ہاتھ میں پکڑ لینا یا مس کر لینا کافی ہے۔ رہا سود کا معاملہ تو اس کے لئے کثرت سے تہدیدات وارد ہوئی ہیں اس سے بچنا چاہئے۔ اور بیع سلم اور اجارہ مباح ہے۔ اور ان کی شرائط کتب فقہ میں بوضاحت مذکور ہیں۔ پس انکا مطالعہ کرنا چاہئے۔

فصل

معاملات میں عدل واحسان سے کام لینے نیز ظلم سے اجتناب کرنے کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ بہت سے معاملات ایسے ہیں کہ بظاہر مفتی اس کی درستی کا فتویٰ دیگا لیکن در اصل اس میں ظلم کو دخل ہوتا ہے۔ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں مبتلا ہوگا۔ پس ایسے معاملات میں سے ایک احتکار

ہے (یعنی گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا) اور یہ اشیائے خورد و نوش میں ہوتا ہے۔ اور محتکر ملعون ہے اور اس کے لئے زبردست دھمکیاں وارد ہوئی ہیں۔ اور دوسرا مال کا عیب چھپانا ہے۔ کیونکہ اس میں خیانت ہوتی ہے۔ تیسرے برابر نہ تولنا۔ کیونکہ اس کے بارے میں سخت سرزنش کی گئی ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ (یعنی افسوس ہے کم تولنے والوں پر)۔ حاصل کلام ہر قسم کی تلبیس حرام ہے۔ پس جائز نہیں ہے کہ ایسی چیز کے لئے آگے بڑھے جس کی خریداری کا ارادہ نہ ہو۔ اور یہ کہ گاہک کو ترغیب دینے کے لئے قیمت سے زیادہ طلب کرے۔ اور شہر والے کا دیہاتی کے لئے فروخت کرنا منع کیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی شے اپنے دوست سے یا اپنے لڑکے سے رعایت سے حاصل کی ہو تو مشتری کے پاس اس کا ذکر کر دے تاکہ اس کی خریداری پر اسے تکلیف نہ ہو۔ اور چاہیئے کہ احسان سے کام لے اور وہ اس طرح کہ مروجہ نرخ کو چھپا کر اپنے غیر کو دھوکا نہ دے۔ اور خرید و فروخت میں سہل انگاری پسندیدہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: رَحِمَ اللّٰہُ اِمْرَءً سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَاءِ سَھْلَ الْقَضَاءِ سَھْلَ الْاِقْتِضَاءِ (یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو نرم ہو بیچنے میں، نرم ہو خریدنے میں، نرم ہو ادا کرنے میں، نرم ہو تقاضا کرنے میں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو غنیمت سمجھ کہ معاملہ میں دنیا و آخرت کا فائدہ ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ تَرَکَ لَہٗ حَاسَبَہُ اللّٰہُ حِسَابًا یَسِیْرًا (یعنی جو شخص غریب آدمی کو مہلت دے یا اس کو قرضہ چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب لینے میں آسانی کرے گا)۔ اور احسان میں یہ بھی شامل ہے کہ جو کوئی مبیع واپس کرنا چاہے تو اسے واپس کر لے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَہٗ اَقَالَ اللّٰہُ عَثْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (یعنی جو شخص نادم آدمی کے معاملے کو پھیر لیگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشیں معاف کر دیگا) +

فصل

اور چاہیئے کہ تجارت تجھے دنیا کے نفع میں ایسا مشغول نہ کرے کہ تو آخرت میں اپنی پونجی ضائع کر بیٹھے اور اس طرح زبردست گھاٹا پائے۔ پس تجارت سے تیری نیت طلب حلال اور سوال سے بچنا اور تحصیلِ زاد

ہوتا کہ اس سے تجھے طلب آخرت کی فراغت ملے۔ اور جان لے کہ بزرگان سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایسی چیزوں میں اجرت لینا مکروہ خیال کرتے تھے جو عبادات یا فرائض کفایہ کی قسم سے ہوتی تھیں۔ مثلاً مُردوں کا نہلانا، ان کا دفن کرنا، اذان دینا اور تراویح کی نماز پڑھانا۔ اور اگر کوئی شخص کسی تجارت کا ارادہ کرے جن کا ذکر ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ تو ایسی صورت میں دنیا کا بازار اسے آخرت کے بازار سے باز نہ رکھے اور وہ مسجدیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (یعنی وہ لوگ جنھیں تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتیں)۔ اور وہ اس طرح کہ اول صبح سے چاشت کے وقت تک مسجد میں رہا کرے اور فرائض نماز ادا کرنے کے لئے واپس آیا کرے اور جس وقت اذان سنے ہر قسم کے دنیاوی معاملات کو ترک کر دے اور سلف میں بعض ایسے تھے کہ جب وہ اذان سنتے تو اگر انھوں نے ہتھوڑا اٹھایا ہوتا تو اسے نہ مارتے بلکہ ترک کر دیتے تھے۔ اور بازاروں میں بھی ان کے دل اللہ کے ذکر میں ذاکر رہتے تھے۔ اور اس کے بیشمار فضائل ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہو اور کہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (یعنی نہیں کوئی معبود مگر اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کے لئے بادشاہی ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں، وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے اور خود زندہ ہے اور مرتا نہیں۔ اسی کے ہاتھ میں بھلائی ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور چاہئے کہ معاملات کی دیکھ بھال کرتا رہے اور کوئی ایسا معاملہ نہ کرے کہ قیامت کے دن اس سے عہدہ برآنہ ہو سکے۔ کیونکہ عنقریب اس سے ان معاملات کا حساب لیا جائے گا جو اس نے دنیا میں کئے ہیں اور ان معاملات میں اس کی نیت طلب کی جائیگی اور حقوق الناس کے متعلق پوچھا جائیگا کہ اس نے ان کی حفاظت کی یا انھیں ضائع کیا۔ واللہ اعلم بالصواب +

چودھواں باب

حلال اور حرام کے بیان میں

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طَلَبُ الحَلَالِ فَرِيضَةٌ "عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (یعنی حلال طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)۔ اور جس پر سستی غالب آ جاتی ہے وہ اس طرف مائل ہوتا ہے کہ حلال باقی نہیں رہا۔ پس وہ ہر چیز میں اپنی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے اور یہ جہالت کی بات ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلحَلَالُ بَيِّنٌ" وَالحَرَامُ بَيِّنٌ" وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُتَشَابِهَاتٌ (یعنی حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں) +

حلال کی فضیلت

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: يَا اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا (یعنی اے رسولو! حلال و پاک کھاؤ اور نیک عمل کرو)۔ اور نبی کریمؐ نے فرمایا ہے: مَنْ اَكَلَ الحَلَالَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نَوَّرَ اللهُ قَلْبَهٗ وَاَجْرٰى يَنَابِيْعَ الحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ (جو شخص چالیس روز حلال کی روزی کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو پرنور کر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے دل سے زبان پر جاری ہوتے ہیں)۔ اور ایک روایت میں ہے: زَهَّدَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا (یعنی اللہ اس کو دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے)۔ اور روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ جو دعا میں کروں وہ قبول ہو جائے۔ تو آپ نے فرمایا: اَطِبْ طُعْمَتَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ (یعنی تم حلال روزی کھاؤ تمھاری دعا قبول ہوا کرے گی)۔ اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا عَلٰی بَیْتِ الْمُقَدَّسِ یُنَادِیْ کُلَّ لَیْلَۃٍ مَنْ اَکَلَ حَرَامًا لَمْ یُقْبَلْ مِنْہُ صَرْفٌ وَّ لَا عَدْلٌ (یعنی بیت المقدس میں اللہ تعالےٰ کا ایک فرشتہ ہے جو ہر رات منادی کرتا ہے، جو شخص حرام خور ہے۔ حق تعالےٰ نہ اس کا صرف قبول کرتا ہے نہ عدل) ۔ کہا گیا ہے کہ صرف سے مراد نوافل ہیں اور عدل سے مراد فرائض۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَۃِ دَرَاھِمَ وَ فِیْ ثَمَنِہٖ دِرْھَمٌ حَرَامٌ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ صَلَاتَہٗ مَا دَامَ عَلَیْہِ (یعنی جو شخص دس درہم سے ایک کپڑا خریدے اور اس قیمت میں ایک درہم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کریگا) ۔ اور نبی کریمؐ نے فرمایا: کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ الْحَرَامِ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ (یعنی بدن کا جو گوشت حرام سے پیدا ہو اس کا آگ میں جلنا بہتر ہے) ۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ لَمْ یُبَالِ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَ الْمَالَ لَمْ یُبَالِ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ اَیْنَ اَدْخَلَہُ النَّارَ (یعنی جو شخص اس بات کا ڈر نہیں رکھتا ہے کہ مال کہاں سے حاصل کرتا ہے تو حق تعالیٰ بھی پروانہ کرے گا کہ اس کو کس جگہ دوزخ میں ڈالے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْعِبَادَۃُ عَشَرَۃُ اَجْزَاءٍ فَتِسْعَۃٌ مِنْھَا فِیْ طَلَبِ الْحَلَالِ (یعنی عبادت کے دس حصے ہیں۔ جن میں سے نو حصے طلب حلال میں ہیں) ۔ اور مرفوعًا و موقوفًا روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مَنْ اَصَابَ مَالًا مِنْ مَاْثَمٍ فَوَصَلَ بِہٖ رَحِمًا اَوْ تَصَدَّقَ بِہٖ اَوْ اَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جَمَعَ اللّٰہُ لَہٗ جَمِیْعًا ثُمَّ قَذَفَہٗ فِی النَّارِ (یعنی جس شخص کو گناہوں کے ذریعہ مال ملے اور وہ اس سے صلہ رحم کرے یا اسے صدقہ میں دے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو اللہ تعالےٰ اس کے لئے ان سب کو جمع کرے گا پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیگا) ۔ اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کی کمائی سے دودھ پیا۔ آپ نے اس کے متعلق سوال کیا۔ تو غلام نے کہا میں نے لوگوں کو غیب کی باتیں بتائی تھیں۔ انھوں نے اس کے عوض مجھے یہ دیا۔ آپ نے یہ سنکر حلق میں انگلی ڈال کر قے کر ڈالی۔ راوی کا بیان ہے کہ قے کرتے وقت آپ کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ مجھے ڈر تھا کہ آپ کے جسم سے روح نہ نکل جائے۔ پھر آپ نے کہا: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَعْتَذِرُ اِلَیْکَ مِمَّا حَمَلَتِ الْعُرُوْقُ وَخَالَطَ الْاَمْعَاءَ (یعنی اے اللہ میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں اور تجھ سے عذر خواہ ہوں اس قدر شربت کے لئے جو میری رگوں میں باقی رہ گیا ہے

اور باہر نہیں آیا) اور روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے کہا: اَوَ مَا عَلِمْتُمْ اَنَّ الصِّدِّیْقَ لَا یُدْخِلُ جَوْفَہٗ اِلَّا طَیِّبًا (یعنی کیا تم کو خبر نہیں کہ صدیق رضؓ کے شکم میں حلال چیز کے سوا کوئی چیز داخل نہیں ہوتی)۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا ہے: لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ امْرِئٍ فِیْ جَوْفِہٖ حَرَامٌ (یعنی جس شخص کے شکم میں حرام ہو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا)۔ اور حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: مَنْ اَرَادَ اَنْ یکاشف باحوال الصدیقین فلا یاکل الا حلالاً طیباً ولا یعمل الا فی سنۃ او ضرورۃ (یعنی جو شخص صدیقوں کے احوال منکشف کرنے کا ارادہ کرے تو وہ حلال اور پاکیزہ طعام کھائے اور وہ کام کرے جو سنت ہو یا جو ضروری ہو)۔

فصل

حلال کے درجوں کے بیان میں

اور جان لے کہ جو مال اہل حرب سے لیا جائے حلال ہوتا ہے خواہ کسی طریق سے حاصل کیا جائے۔ اور جو چیزیں شکار کھیلنے یا لکڑیاں لانے یا کانوں سے نکالنے کی وجہ سے حاصل ہوں سب حلال ہیں۔ اور جو مال اہل حرب سے حاصل ہو وہ پانچواں حصہ نکالنے کے بعد حلال ہوتا ہے۔ لڑائی کے لئے ضروری ہے کہ سلطان کے حکم سے ہو۔ اور کھانے والی شے جس شخص کو نقصان دے اس کے لئے حرام ہے۔ اور اس سلسلے میں بعض روایتیں موجود ہیں جو اس کی حرمت کی عمومیت کو بتا رہی ہیں اور اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

حلال و حرام کے درجوں کے بیان میں

جان لے کہ تمام حرام چیزیں پلید ہیں سوائے اس کے کہ بعض پلید تر ہیں۔ اور حلال چیزیں سب پاک ہیں سوائے اس کے کہ بعض پاک تر ہیں۔ حرام کے مندرجہ ذیل پانچ درجے ہیں:۔

پہلا درجہ: سب سے کمتر درجہ یہ ہے کہ فقہا جن چیزوں کو حرام بتائیں ان سے پرہیز کیا جائے۔

دوسرا درجہ: نیک لوگوں کا پرہیز ہے اور وہ یہ کہ جس چیز میں حرمت کا احتمال ہو اسے بھی ترک کر دیا جائے۔

اگرچہ مفتی ظاہر کی بنا پر حرام نہ کہے بلکہ شبہ سے خالی نہ ہو۔
تیسرا درجہ: وہ یہ ہے کہ نہ حرام ہو اور نہ شبہ ہو بلکہ حلال مطلق ہو لیکن اس امر کا خوف ہو کہ اس کی وجہ سے کہیں شبہ یا حرام میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس چیز سے بھی پرہیز کرے۔
چوتھا درجہ: وہ یہ کہ نہ اس میں کسی قسم کا شبہ ہو اور نہ اس کے ذریعہ شبہ کی طرف جانے کا ڈر ہو۔ لیکن غیر اللہ کے لئے کھایا جائے اور تقویٰ کی نیت اور عبادت کے لئے نہ کھایا جائے یا اس کے حاصل کرنے کے اسباب میں کراہیت، تحریم یا معصیت و امتناع کو دخل ہو تو اس سے بھی پرہیز کیا جائے۔ یہ صدیقوں کا ورع ہے۔

فصل

شبہات کے مراتب کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُتَشَابِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِيْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَاقَعَ الْحَرَامَ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ (یعنی حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ امور ہیں۔ جن کو بہت لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کے لئے برأت حاصل کر لی اور جو شبہات میں گر گیا وہ حرام میں مبتلا ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ چرواہا جو اپنا ریوڑ رکھ کے قریب چراتا ہے قریب ہے کہ اس میں گر جائے)۔

درمیانی قسم کا بیان

اور وہ شبہ ہے اور مثال اس کی یہ ہے کہ بارش کا پانی کسی غیر کی ملکیت میں گرنے سے پہلے قطعاً حلال ہے۔ اور حرام محض کی مثال شراب ہے۔ اور شبہ پیدا کرنے والی چیزیں پانچ ہیں۔ اول یہ کہ حرام کرنے والے اور حلال کرنے والے سبب میں شبہ پڑے اور یہ دونوں دو حالت سے خالی نہیں یا تو برابر ہوں گے یا

دو احتمالوں میں سے ایک احتمال غالب ہوگا۔ پس اگر دونوں احتمال برابر ہیں تو اس کی پہلی حالت کا اندازہ لگا کر فیصلہ کیا جائے اور اگر دونوں میں سے ایک احتمال غالب ہے تو جو احتمال غالب ہے اس کے مطابق فیصلہ کیا جانے اور ہم اس کو چار اقسام میں بیان کرتے ہیں:۔

پہلی قسم: یہ کہ ایک چیز کی تحریم معلوم ہو لیکن اس کو حلال کرنے والے سبب میں شبہ پڑ گیا ہو۔ اور مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے شکار کی طرف تیر چلایا جس سے وہ زخمی ہوگیا اور پانی میں گر گیا۔ اور بعد میں مردہ پایا گیا۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ پانی میں غرق ہو کر مرا یا زخم کی وجہ سے مرا۔ پس یہ حرام ہے۔ کیونکہ اصل چیز تحریم ہے۔ سوائے اس کے کہ معین طریق پر مرے اور اس معین طریق میں شک پڑ گیا ہو۔ پس یقین کو شک کی وجہ سے نہ چھوڑا جائے۔ واللہ اعلم۔

دوسری قسم: یہ کہ وجہ حلت معلوم ہو لیکن حرام کرنے والے سبب میں شک ہوگیا ہے تو اس صورت میں حلال کا حکم ہے۔ مثلاً دو آدمیوں نے دو عورتوں سے شادی کی۔ اور ایک پرندہ اڑا۔ پس ایک نے کہا کہ اگر یہ پرندہ کوا ہے تو میری بیوی پر طلاق پڑ گئی اور دوسرے نے کہا کہ اگر یہ کوا نہ ہو تو میری بیوی کو طلاق پڑ گئی اور اس پرندے کے کوا ہونے یا نہ ہونے کا معاملہ مشتبہ رہا۔ تو حکم یہ ہے کہ جب تک یہ معاملہ بالکل واضح نہ ہو عورتوں کی حرمت کا حکم نہیں لگ سکتا۔

تیسری قسم: یہ کہ اصل تحریم ہو لیکن اس پر ایسی چیز طاری ہو گئی ہو جو بظن غالب اس کا حلال ٹھہرانا واجب کر دے۔ پس وہ مشکوک ہے اور* کچھ عرصہ کے بعد اسے مردہ پایا گیا اور اس پر تیر کے زخم کے سوا اور کوئی اثر نہیں۔ لیکن احتمال ہے کہ شاید وہ گر کر یا کسی اور وجہ سے مر گیا ہے۔ پس اگر دوسرا سبب یعنی کوئی صدمہ یا گرنے کی وجہ ظاہر ہو جائے تو اس کو قسم اول میں شامل کیا جائیگا اور اس قسم کے بارے میں امام شافعی کا قول مختلف ہے اور مختار قول یہی ہے کہ وہ حلال ہے

چوتھی قسم: یہ کہ حلال ہونا معلوم ہو لیکن کسی شرعی اعتبار کے سبب سے حرمت کے طاری ہونے کا ظن غالب پیدا ہو جائے تو استصحاب اپنے ضعف کی وجہ سے اُٹھ جائے گا اور ظن غالب پر حکم دیا جائیگا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی ایسی مقررہ علامت پر اعتماد کرتے ہوئے جو ظن غالب پیدا کر دے دو برتنوں میں سے ایک کے پلید ہونے پر ظن غالب ہو جائے تو جس طرح اس سے وضو کرنا ممنوع ہے۔ اس میں سے پینا بھی حرام ہو جائیگا۔

*: اس کا حلال ہونا غالب ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی ایک شخص نے کسی شکار کی طرف تیر چلایا پس وہ غائب ہو گیا

شبہ انگیزی کا دوسرا سبب

شبہ انگیزی کا دوسرا سبب ایسا شک ہوتا ہے جس کی پیدائش خلط سے ہو جیسے حرام چیز حلال سے مل جل جائے تو معاملہ مشتبہ ہو جائیگا اور امتیاز نہ رہے گا۔ اور خلط یا تو ایسے عدد سے واقع ہوگا جو دونوں طرف سے یا ایک طرف سے شمار نہ ہو سکے یا کسی ایسے عدد کے ساتھ جو شمار ہو سکے۔ اور اگر اختلاط قابلِ شمار ہو تو یا تو وہ اختلاط ہوگا امتزاجی جیسے بہنے والی چیزوں کا آپس میں مل جانا یا اختلاط استبہامی ہوگا جیسے غلاموں اور گھوڑوں وغیرہ کا مل جانا اور یہ تین قسموں میں واضح ہوگا۔

پہلی قسم: عین کا کسی عدد کے ساتھ استبہام یعنی کوئی چیز چند محصور چیزوں میں مل جائے۔ جیسے کہ ایک مردار جانور دس مذبوح جانوروں میں مل جائے یا ایک دودھ شریک دس عورتوں میں مل جائے تو یہ استبہام بالاجماع اجتناب کو واجب کرے گا کیونکہ اس میں اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

دوسری قسم: حرام محصور جو غیر محصور حلال کے ساتھ مل گیا ہو۔ جیسا کہ دس دودھ شریک عورتیں ایک بڑے شہر کی عورتوں میں مل جائیں، تو سارے شہر کی عورتوں سے نکاح حرام نہیں ہو جائیگا۔ اور علت اس کی کثرت اور حاجت دونوں ہیں۔ اور جس کا کوئی محرم مختلط ہو جائے تو اس کے لئے نکاح کا دروازہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ اور جس شخص کو یہ معلوم ہو کہ مال دنیا میں حرام مال مل گیا ہے تو اس پر کھانا اور بیچنا حرام نہیں ہو جاتا کیونکہ اللہ نے دین میں کچھ تنگی نہیں رکھی۔ اس لئے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک ڈھال اور ایک عباء چوری گئی تھیں تو دنیا میں کوئی شخص ان کے خریدنے سے نہیں رکا۔ پس سمجھ لے اور غنیمت جان۔ واللہ اعلم۔

تیسری قسم: غیر محصور حرام غیر محصور حلال کے ساتھ مل جائے۔ جیسے کہ ہمارے زمانہ میں مالوں کا حال ہے۔ اور میرا مختار اس میں یہ ہے کہ کسی معین چیز کا لینا حرام نہیں ٹھہریگا۔ بجز اس صورت کے کہ اس معین شے میں کوئی معین علامت پائی جائے۔ ہاں اس کا چھوڑ دینا ورع اور پرہیزگاری ہے۔

اور جملہ علامات میں سے بادشاہ ظالم کا ہاتھ ہے اور اسی طرح دیگر علامتیں جن کا ذکر آگے آئے گا

اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں باوجود ذمیوں کے ہاتھوں میں ربا کے مال اور شراب کی قیمتوں کی کثرت ہونے کے لوگوں نے کاروبار اور لین دین نہیں چھوڑا اور جملہ شبہات میں سے ایک یہ ہے کہ چیز ان چیزوں میں ہے جو ذمہ پر خریدی گئی ہیں لیکن اس کی قیمت مال حرام سے ادا کی گئی ہو۔ باستثناء اس کے کہ کھانا سپرد کرنا قیمت پر قبضہ کرنے سے پہلے ہو دل کی خوشی کے ساتھ۔ تو اس کا قیمت ادا کرنے سے پہلے کھا لینا بالاجماع حلال ہے اور اس کے مقابلہ میں حرام مال ادا کرنے سے حرام نہیں ہو جاتا۔ بلکہ انتہا یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا ذمہ بری نہ ہو کہ گویا اس نے قیمت ادا نہیں کی۔ اور جو اس نے کھا لیا ہے وہ حرام نہ ہوگا۔ اگر بائع اس کو بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اس نے مجھے مال حرام دیا ہے تو مشتری بری الذمہ ہو جائیگا۔ ہاں اس پر حرام کے روپوں میں تصرف کرنے کا گناہ رہ جائیگا +

فصل

تفتیش و تلاش اور پوچھنے کا بیان

کھوجنا اور پوچھنا نہ تو بہر حال قابل تعریف ہے نہ بہر کیف قابل ترک۔ تم جس شخص کے ہاتھ سے مال لیتے ہو اگر وہ اہل صلاح کے رنگ ڈھنگ پر ہے تو اس کی حالت کافی ہے، اور اگر وہ اہلِ ظلم اور اہل فسق کے رنگ ڈھنگ پر ہو تو بھی۔ اور اگر اس کی حالت پوشیدہ ہو نہ تو اہل صلاح اور تجارت پیشہ لوگوں کے رنگ پر ہو اور نہ اہلِ ظلم کے ڈھنگ پر تو ظاہر یہ ہے اس کے مسلمان ہونے کی عدالت پر اکتفا کی جائے۔ اور بعض لوگوں نے پوچھ لینے کو جائز بتایا ہے۔ جب کسی شخص کا روزینہ اور آمدنی مال حرام سے یا مال سلطان یا ایسے ہی کسی مال میں سے ہو تو ورع یہی ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور بعض نے اکثریت پر نظر کر کے اس کا اعتبار کیا ہے۔ حارث محاسبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، جس شخص کا کوئی دوست یا بھائی ہو تو اس کو اس سے پوچھنا مناسب نہیں۔ شاید کوئی ایسی چیز اس پر کھل جائے جو اس سے پوشیدہ تھی اور غصہ تک نوبت پہنچا دے اور یہ نقد معصیت ہے۔ یاد رکھو جس کا کچھ مال حرام ہو اس سے

پوچھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی غرض سے جھوٹ بول دے تو بہتر یہ ہے کہ سوال اس کے غیر سے کیا جائے۔ واللہ اعلم +

مالی حقوق سے نکلنے کا بیان

جو شخص توبہ کرے اور اس کے ہاتھ میں ملا جلا مال ہو تو اس پر ایک کام ہے حرام کا تمیز کرنا اور ایک کام ہے مصرف کے متعلق۔

اول تمیز کرنے اور نکالنے کا بیان: اگر کوئی چیز معین ہو از جہت غصب یا امانت یا کسی اور جہت سے، تو اس کا معاملہ آسان ہے۔ اگر ملی جلی ہو مثلاً معلوم ہو کہ آدھا مال حرام ہے یا کسی ایسے کاربیوپار کے ذریعے سے ہے جس میں جھوٹ اور دغابازی کا دخل تھا تو تو اس پر اس اندازے کو الگ کر دینا واجب ہے۔ اور اگر اندازہ معلوم نہ ہو تو احتیاط، ظن غالب اور یقین پر کاربند ہو۔

دوم۔ مصرف کا بیان: پھر جب وہ حرام کو الگ کرے، تو اگر اس کا مالک معین ہو تو اس کا مال اس کو پھیر دے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دیدے، اور اگر وہ غیر حاضر ہو تو اس کے آنے کا انتظار کرے یا جہاں ہو اس کے پاس پہنچا دے۔ اور اگر اس کا کوئی معین مالک نہ ہو تو اس کو خیرات کر دے یا تو مصالح مسلمین پر صرف کر دے یعنی رباطوں مسجدوں اور پلوں وغیرہ پر لگا دے اگر قاضی امانت دار ہو تو اس کے سپرد کر دینا اچھا ہے۔ ورنہ خیانت کار قاضی کے سپرد کر دینے سے وہ بری الذمہ نہ ہو سکے گا۔ اور ایسے اخبار و آثار بھی وارد ہو چکے ہیں جو اس مالِ حرام کو تصدق اور مصالح پر صرف کرنے کے جواز پر دلالت کرتے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھنی ہوئی بکری کو جو پیش کی گئی تھی اور بول پڑی تھی کہ وہ حرام ہے تصدق کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اسے قیدیوں کو کھلا دو۔

فصل

بادشاہوں کے روزینوں اور انعاموں کے بیان میں

اور وہ ایک نوع اصلاحات کی ہے۔ اس میں غور کرنا چاہیئے۔ اگر مال مسلمانوں پر لگائے ہوئے خراجوں اور جرمانوں میں سے ہو تو وہ مال نہیں لینا چاہیئے۔ اگر وہ میراث کا مال، لاوارث مال، فئے، غنیمت اور جزیہ کا مال ہو تو حلال ہے۔ بشرطیکہ اس کے ادھر صرف کرنے میں کوئی مصلحت یا حاجت ہو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب تھا کہ کوئی ایسا مسلم نہیں جس کا بیت المال میں حق نہ ہو۔ (اور یہ معلوم ہونا چاہیئے) کہ جزیہ کے چار خمس مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے ہیں اور ایک خمس مقررہ مصرفوں کے لئے۔ اور بادشاہ کا فقرا پر صدقہ کرنے کے لئے تو بعض پارسا لوگ تو اس سے رکے ہیں اور بعض نے اس پر اقدام کیا ہے۔ اور شاید اقدام کرنا ہی افضل ہے بشرطیکہ نہ تو اپنی ذات کے لئے اسمیں رغبت کرے اور نہ کوئی دوسرا اس پر اس کی پیروی کرے اور نہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ بادشاہ کا مال حلال ہے کہ اس کے باعث اس قسم کی جرأت پیدا ہو، فافہم تغنم ✦

پندرھواں باب
دوستی اور صحبت کے آداب

ایک دوسرے سے فی اللہ محبت اور دین میں اخوت اور برادری کا تعلق رکھنا افضل قربتوں میں سے ہے اور خوش خلقی کا پھل ہے اور دونوں سراہنے کے لائق ہیں۔ خوش خلقی کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (بے شک تو بڑے خلق پر ہے)۔ اور اخوت کے بارے میں: فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (اب تم اس کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے) اور فرمایا: لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ (اگر تو جو کچھ زمین میں ہے سب خرچ کر ڈالتا تو ان کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَقْرَبَكُمْ مِنِّيْ مَجْلِسًا اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطَّؤُنَ اَكْنَافًا اَلَّذِيْنَ يَاْلَفُوْنَ وَيُؤْلَفُوْنَ (تم میں زیادہ قریب مجھ سے نشست میں وہ لوگ ہیں جو خلق میں خوشتر ہیں اور جن کے پہلو دوسروں کے لئے نرم ہیں وہ اوروں سے الفت کرتے ہیں، دوسرے ان سے الفت کرتے ہیں) (طبرانی)۔ اور فرمایا: اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَاْلُوْفٌ وَلَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَاْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ (ایماندار الفت کرنے والا اور الفت کیا جانے والا ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی خیر نہیں جو نہ کسی سے الفت کرے اور نہ کوئی اس سے الفت کرے۔ اور فرمایا: مَنْ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا رَزَقَهٗ خَلِيْلًا صَالِحًا اِنْ نَسِيَ ذَكَّرَهٗ وَاِنْ ذَكَرَ اَعَانَهٗ (جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری چاہتا ہے۔ اس کو نیک بخت دوست عنایت فرماتا ہے کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلا دے اور اگر یاد کرے تو اس کی مدد کرے۔ اور فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے: مَنْ اٰخٰى اَخًا فِي اللّٰهِ تَعَالٰى رَفَعَهٗ

اللہُ تعالیٰ دَرجَۃً فِی الجنّۃِ لَا یَنالُھَا بِشَیٍٔ مِّنْ عَمَلِہٖ (جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالےٰ جنت میں اس کو ایسے عالی درجے پر پہنچادے کہ اس کو کسی عمل سے اس کا ملنا نصیب نہ ہو سکے +

اخوت فی اللہ کا بیان اور دنیا کی اخوت سے اس کا فرق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْھَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْھَا اخْتَلَفَ (روحیں جمع کئے ہوئے لشکر ہیں۔ پس جن کی ان میں سے آپس میں شناسائی ہو گئی، ان میں الفت ہو جاتی ہے اور جو اجنبی رہتے ہیں وہ جدا جدا رہتے ہیں اور فرمایا: اِنَّ رُوْحَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُتَّقِیْنَ لَیَلْتَقِیَانِ عَلٰی مَسِیْرَۃِ یَوْمٍ مَّا رَاٰی اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ قَطُّ (دو پرہیزگار مومنوں کی روحیں ایک دن کی مسافت پر ملاقات کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک نے اپنے دوسرے ساتھی کو دیکھا ہوا نہیں ہوتا)۔ اور انسان کسی سے محبت کرتا ہے تو صرف اس کی ذات کے لئے کرتا ہے یا کسی ایسی غرض کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے جو اس کی ذات سے خارج ہو اور یہ غرض یا تو دنیوی مصلحتوں سے تعلق رکھتی ہو یا نصیب آخرت سے متعلق ہو اور یا یہ لِلّٰہ فی اللہ ہو۔ نہ اس سے دنیا مقصود ہو نہ آخرت بلکہ اس سبب سے محبت ہو کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہے۔ پس کسی شئے کو اللہ کی محبت کی وجہ سے دوست رکھنا ہی اخوۃ فی اللہ ہے مثلاً مجنون بنی عامر کے حسب ذیل اشعار:

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلٰی + اُقَبِّلُ ذَا الْجِدَارَ وَذَا الْجِدَارَا
وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ + وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

ترجمہ

گزرتا ہوں جو کبھی میں دیارِ لیلےٰ پر + تو چومتا کبھی یہ در ہوں گاہ وہ دیوار
نہیں دیار کی الفت کا یہ اثر دل میں + ہے دلنشیں مرے دل میں محبت دیار

اور جیسے حب فی اللہ ناگزیر ہے بغض فی اللہ بھی ناگزیر ہے۔ جو انسان کسی انسان سے اس لئے محبت کرے کہ وہ اس کے محبوب کا محبوب اور مطیع ہے تو ناگزیر ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دشمن

اور عاصی سے بَیر بھی کرے +

فصل

معلوم رہے کہ ہر شخص صحبت کے کام کا نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لئے تمھارے ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے کہ کس کو اپنا دوست جانی بناتا ہے: اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلْ۔ تو لازم ہوا چند خصائل کا ملحوظ رکھنا۔

پہلی خصلت یہ ہے کہ عاقل ہو، خوشخو ہو، بدکار اور بدعتی نہ ہو اور نہ دنیا کا حریص ہو۔ عقل اس لئے شرط ہے کہ عقل راس المال ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا:

مان میرے قول کو تو جاہلوں سے کر گریز + دوستی جاہل کی کر دیتی ہے جاہل کو برباد
صحبتِ ناجنس کا انجام ہوتا ہے یہی + لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد
دل سے دل کو راہ ہے اور چیز کا شے پر قیاس + ہے اثر صحبت کا پیارے کرے اسکو دل نہاد

یہی کیا کم ہے کہ احمق پہنچا دیتا ہے تم کو ضرر اور وہ چاہتا ہے نفع پہنچانا ؎

دشمنِ عاقل سے میں دل میں نہیں رکھتا خطر + ڈرتا ہوں اس دوست سے جس کو ہو آزارِ جنوں
عقل ہے ایک ہی فن اس کا طریقہ معلوم + تاک سکتا ہوں اسے لیک جنوں گوناگوں

اسی لئے تو کہتے ہیں کہ احمق کا مقاطعہ اللہ میاں کی قربت کا باعث ہے۔ اسی طرح بدکار و بدمعاش کی صحبت میں بھی کوئی نفع نہیں، کیونکہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ کبیرہ گناہ پر اصرار نہیں کرتا اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا، اس کے فساد بے خطر نہیں رہ سکتے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَاتَّبَعَ ھَوَاہُ (ترجمہ) (اور تو اس شخص کی اطاعت نہ کر جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہشِ دل کے پیچھے لگا۔ اور ایک طبیعت دوسری طبیعت میں سے اس طرح چرا لیتی ہے کہ پتہ تک نہیں چلتا۔ اور یہی حال بدعتی کا ہے۔ اور حسن خلق کا بیان تو علقمہ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے جامع طور پر کر دیا ہے۔ فرمایا:

"اے بیٹا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ جب تجھے لوگوں کی صحبت کی حاجت ہو تو اس شخص سے محبت پیدا کر کہ اگر تو اس کی خدمت کرے تو وہ تجھے عیوب سے محفوظ رکھے، اگر تو اس کی صحبت اختیار کرے تو وہ تجھے آراستہ کر دے اور اگر تجھے کوئی ضرورت پڑے تو وہ حاجت روائی کر دے۔ اس شخص سے صحبت رکھ کہ اگر تو اس کی طرف ہاتھ پھیلائے تو وہ تیری دستگیری کرے۔ اگر تجھ سے کوئی خوبی دیکھے تو اس کو شمار کیا کرے۔ اگر تجھ سے کوئی برائی دیکھے تو اسے مٹائے۔ اس سے مجلس رکھ کہ اگر تو سوال کرے تو وہ تجھے دیدے۔ اگر تو چپ رہے تو وہ خود پہلے بولے۔ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو ہمدردی کرے۔ اس شخص سے صحبت رکھ کہ جب تو کوئی بات کہے تو تری بات مان لے۔ جب تو کوئی کام کرے وہ۔ تجھے مشورہ دے۔ اگر دو نو میں جھگڑا ہو جائے تو وہ تیری جانب کو ترجیح دے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ؎

ان اخاك الحق من كان معك + ومن يضر نفسك لينفعك

(تیرا حقیقی دوست وہ ہے جو تیرے ساتھ رہے اور اپنے آپکو تکلیف دے تاکہ تجھے نفع پہنچے)

ومن اذا ريب الزمان صدعك + شتت فيك شمله ليجمعك

(اور جبکہ زمانہ کی مصیبتیں تجھے تکلیف دیں تو وہ تیری خاطر جمع کرنے کے لئے خود پریشانی اٹھائے)

سلف صالحین میں ایسے بزرگ بھی تھے جو اپنے بھائی کے اہل وعیال کی نگرانی اس کے مرنے کے بعد چالیس سال تک کیا کرتے تھے۔ ہر روز ان کے گھر جایا کرتے تھے اور اپنے مال سے اس کی خدمت کیا کرتے تھے۔ یہانتک کہ وہ اپنے والد کی ظاہری شکل کے سوا کسی چیز کی کمی محسوس نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے باپ سے بھی زیادہ احسانات اس شخص سے ان کو پہنچتے تھے اور دوست کے لئے بہتر ہے کہ وہ عالم ہو تاکہ وہ اس کے علم سے مستفید ہو۔ بشرطیکہ عالم پرہیزگار ہو۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: "علماء کے ساتھ بیٹھ اور ان کو اپنے زانو کے ساتھ بٹھا کیونکہ دل علم سے اس طرح زندہ ہوتے ہیں جس طرح مردہ زمین موسلا دھار بارش سے زندہ ہوتی ہے +

فصل

اخوت و صحبت کے بیان میں

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ اخوت کی گرہ بندی عقدِ نکاح کی طرح دو شخصوں کے درمیان وابستگی پیدا ہوجانے کا نام ہے۔ پھر جب اخوت کی گانٹھ مضبوط ہوجائے تو اس سے تجھ پر مال وجان میں اور دل و زبان میں عفو و دعا سے، اخلاص و وفا سے اور ترک تکلف سے کئی حقوق واجب ہوجاتے ہیں۔

(۱) مال میں: مال میں کمترین حق یہ ہے کہ وہ تیرے غلام کی مثل ہو اور اس کا معاملہ تیرے اہم معاملات میں شامل ہوجائے۔ اور درمیانہ حق یہ ہے کہ وہ تیری مانند ہو۔ کیونکہ برادری، شرکت اور برابری کو واجب ٹھہرا دیتی ہے۔ اور سب سے اونچا حق یہ ہے کہ تو اس کو اپنی ذات پر ترجیح دے اور اپنا ذاتی نقصان برداشت کرکے اس کی حالت کو درست کرے۔ یہ بلند ترین درجہ ہے۔ احادیث میں ایسے بہت سے آثار وارد ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مَا اصْطَحَبَ اثْنَانِ قَطُّ اِلَّا كَانَ اَحَبُّهُمَا اِلَى اللّٰهِ اَرْفَقُهُمَا بِصَاحِبِهٖ (جب کبھی دو آدمی آپس میں دوستی کرتے ہیں تو ان میں زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو وہ ہوتا ہے جو اپنے ساتھی پر زیادہ شفیق ہو۔

(۲) دوست کی حاجات کو رفع کرنے اور ان کا انتظام کرنے میں بذات خود مدد کرنا:

جس طرح مال کے درجات میں تین مقاموں کا ذکر ابھی مذکور ہوا ہے اسی طرح ان درجوں کے مقابلے میں اس کے بھی درجے ہیں۔

(۳) جس بات کو دوست ناپسند کرے ایسی بات لے کر اس کے روبرو نہ ہونا:

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے روبرو ایسا کوئی کام نہ کرتے جو اس کو ناپسند ہوتا۔

اور یاد رکھنا چاہئے کہ اگر تم کسی ایسے دوست کی تلاش کرو جو عیبوں سے خالی ہو تو ایسا دوست تم کو نہیں ملے گا۔ شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ: کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو اللہ کی طاعت ہی طاعت کرتا ہو، معصیت نہ کرتا ہو۔ نہ کوئی ایسا جو اللہ کی معصیت ہی معصیت کرتا ہو، طاعت نہ کرتا ہو پھر جس شخص کی طاعت اس کے معاصی سے غالب ہو، تو وہ عادل ہے۔ پھر جب یہ اللہ کے حق میں عدل ہو، تو تیرے حق میں بدرجہ اولے عدل ہونا چاہئے۔ لہٰذا تجھے ایسا ہونا چاہئے جو اچھائی کو ظاہر کرے اور برائی کو چھپائے۔ اس لئے کہ یہ وصف دعا میں اللہ تعالیٰ کا بیان کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے: یَا مَنْ یُظْهِرُ الْجَمِیْلَ وَیَسْتُرُ عَلَی الْقَبِیْحِ (اے وہ جو خوبی کو ظاہر کرتا ہے اور بدی کو ڈھانک لیتا ہے) اور جاننا چاہئے کہ اللہ اسی شخص سے راضی ہوتا ہے جو اپنے اخلاق کو اس کے اخلاق کے مطابق بنا لیتا ہے اور اللہ سَتَّارُ الْعُیُوْبِ اور غَفَّارُ الذُّنُوْبِ ہے۔

اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ انسان کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ اور بلاشبہ دوست اپنے دوست سے اس کا منتظر رہتا ہے کہ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے، اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اس کے بھیدوں کو چھپائے رکھے۔ مثل مشہور ہے: قُلُوْبُ الْاَحْرَارِ قُبُوْرُ الْاَسْرَارِ (شریف مردوں کے دل بھیدوں کی قبریں ہیں۔ اور یہ بھی زباں زد ہے کہ قَلْبُ الْاَحْمَقِ فِیْ فِیْهِ وَلِسَانُ الْعَاقِلِ فِیْ قَلْبِهٖ (احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عاقل کی زبان اس کے دل میں۔ قال ابن المعتز:

وَمُسْتَوْدِعِیْ سِرًّا تَبَوَّأْتُ کَتْمَهٗ + فَاَوْدَعْتُهٗ صَدْرِیْ فَصَارَ لَهٗ قَبْرًا

جو چھپانا بھید تھا مدعا، اسے میرے سینے میں رکھدیا + کہ یہ قبر وہ ہے کہ جو گڑا کبھی اس میں وہ نہ نکل سکا

(۴) اس کی ایسی مدح کرنا جو اس کو پسند ہو اور اس میں حق سے باہر نہ جانا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ فَلْیُخْبِرْهُ (یعنی جب کوئی شخص تم میں سے اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے بتلا دے) کیونکہ اس سے محبت میں زیادتی ہوتی ہے۔ اور کیا خوب کہا ہے کسی نے ؎

خُذْ مِنْ خَلِیْلِكَ مَا صَفَا + وَدَعِ الَّذِیْ فِیْهِ الْكَدَر
فَالْعُمْرُ اَقْصَرُ مِنْ مُعَا + تَبَةِ الْخَلِیْلِ عَلَی الْغِیَر
یاروں سے روٹھتا ہے کے دن کی زندگی پر + مل بیٹھنا یہ باہم دل میں سمجھ غنیمت
بس ماصفا کو لیلے تو اپنے دوستوں سے + اغماض اس سے کر جا دیکھے اگر کدورت

بیت

ولست بمستبق اخا لاتلمه + علی شعث ای الرجال المهذب
بھائیوں کی لغزشوں پر ترک الفت مت کرو + دوست ایسا ہے کہاں جس سے خطا سرزد نہ ہو

(۵) وفاداری اور اخلاص شعاری: اور اس کا ثبوت ہوتا ہے تا مرگ اس کی محبت پر قائم و دائم رہنے سے اور بعد مرگ اس کے بچوں اور دوستوں کی محبت پر۔ روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی جو آپ کے پاس آئی تھی تعظیم و تکریم کی۔ اس کا سبب پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا: اِنَّهَا كَانَتْ تَاتِیْنَا اَیَّامَ خَدِیْجَةَ (یہ ہمارے یہاں خدیجہؓ کے وقت میں آیا کرتی تھی) ۔ یاد رکھ کہ حُسنِ عہد ایمان کا جز ہے اور کرمِ عہد دین کا۔ اور مناسب یہ ہے کہ فضیلت کو ہمیشہ اپنے دوست کے لئے دیکھے، اپنے لئے نہ دیکھے۔

قطعہ

ایسے شخصوں سے کر درسم تواضع اختیار + جو تمھیں احمق نہ سمجھیں بلکہ جانیں ہو لئیق
اور جو سب دوستوں سے آپ کو سمجھے بڑا + ایک ساعت کے لئے بھی تم نہ ہوا سکے رفیق

فصل

مسلمانوں، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق کا بیان

مسلموں کے حقوق تو یہ ہیں کہ جب اس کو مسلمان ملے تو اس کو سلام کرے، جب اسکو پکارے تو اس کی پکار مان لے۔ جب وہ چھینکے اور الحمدللہ کہے تو یرحمک اللہ کہے، جب بیمار ہو تو پوچھنے کے لئے

جائے۔ جب مرے تو اس کے جنازے پر حاضر ہو۔ جب قسم کھا بیٹھے تو اس کی قسم پوری کرے۔ جب نصیحت چاہے تو اسے نصیحت کرے اور جب وہ موجود نہ ہو پس پشت اس کی پاسداری کرے۔ اور جو کچھ اپنے لئے چاہے وہی اس کے لئے چاہے اور جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرے وہ اس کے لئے بھی ناپسند کرے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اَرْبَعٌ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَيْكَ	تجھ پر مسلمانوں کے چار حق ہیں:
اَنْ تُعِيْنَ مُحْسِنَهُمْ، وَاَنْ تَسْتَغْفِرَ	(۱) نیکوکار مسلمان کی اعانت کرنا۔ (۲) گنہگار
لِمُذْنِبِهِمْ، وَاَنْ تَدْعُوَ لِمُدْبِرِهِمْ	کی بخشش مانگنا۔ (۳) ادبار بخت کے لئے دعا
وَاَنْ تُحِبَّ تَائِبَهُمْ۔	کرنا۔ (۴) توبہ کرنے والے سے محبت کرنا۔

اور کسی مسلمان کو اپنے کسی کردار اور گفتار سے اذیت نہ پہنچانا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ	مسلم وہ ہے جس کی زبان اور جس کے ہاتھ سے
مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ	مسلمان سلامت رہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْمُؤْمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ	مومن وہ ہے جس سے مومن اپنی جانوں اور مالوں
عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ۔	پر بے خوف رہیں۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْءَ وَاجْتَنَبَهٗ۔	مہاجر وہ ہے جو برائی سے مفارقت اور پرہیز کرے

اور اس کو ہر مسلمان سے فروتنی کے ساتھ پیش آنا چاہئے اور اس پر تکبر نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اترانے والے اور اپنی بڑائی جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اور اگر تجھ پر کوئی شخص تکبر کرے تو برداشت کر لینا چاہئے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ	اختیار کر معاف کرنا اور نیکی کا حکم کر اور جاہلوں
عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔	سے اعراض کر۔

اور لوگوں کی سخن چینیاں بھی نہ سنے، نہ اپنے برخلاف اور نہ کسی کے برخلاف اور نہ خود ایسا کام کرے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (جنت میں کوئی سخن چین داخل نہ ہوگا۔

اور اپنے دوست آشنا کو تین دن سے زائد نہ چھوڑے۔ اور کسی کے اندر اس کی اجازت کے بغیر نہ جائے۔ اور سب خلق کے ساتھ خوشخوئی سے پیش آئے۔ بوڑھوں کی توقیر کرے، بچوں پر شفقت کرے۔ اور تمام خلقت سے کشادہ روئی کا برتاؤ رکھے۔ اور کسی مسلمان سے ایسا وعدہ نہ کرے جسے پورا نہ کرے۔ اور مسلمانوں کے مابین مصالحت کرا دیا کرے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ دَرَجَةِ الصِّيَامِ وَالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقَةِ۔ قَالُوْا بَلٰى۔ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَاَنْ يَسْتُرَ عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

میں تمھیں ایسا کام نہ بتا دوں جو روزہ نماز اور خیرات سے افضل ہو؟ انھوں نے کہا کیوں نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس کا بگاڑ رفع کرنا اور مسلمانوں کی شرمناک باتوں پر پردہ ڈالنا۔

اور تہمت کی جگہوں سے پرہیز رکھے۔ اور اپنے قدر دانوں کے پاس حاجتمندوں کی سفارش کرے۔ اور کلام سے پہلے سلام کیا کرے اور اپنے بھائی کی آبرو اور اس کا مال جہاں تک ہوسکے غیروں کے ظلم سے بچائے۔ اور جب کسی شریر آدمی سے پالا پڑ جائے تو اس سے حسن سلوک اور مدارات کا برتاؤ کرے۔

مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرے اور ان کے مردوں کے لئے دعا کرے۔

ہمسائگی کے حقوق

جو حقوق سب مسلمانوں کے ہیں وہی ہمسائے کے ہیں بلکہ پڑوس کے سبب اور بھی زیادہ ہیں۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

اَلْجِيْرَانُ ثَلَاثٌ: جَارٌ لَهٗ حَقٌّ وَاحِدٌ۔ وَجَارٌ لَهٗ حَقَّانِ۔ وَجَارٌ لَهٗ ثَلَاثَةُ حُقُوْقٍ۔ فَالْجَارُ الَّذِيْ لَهٗ ثَلَاثَةُ حُقُوْقٍ اَلْجَارُ الْمُسْلِمُ ذُو الرَّحِمِ وَالْجَارُ الَّذِيْ لَهٗ حَقٌّ اَلْجَارُ الْمُشْرِكُ

ہمسائے تین ہیں: ایک ہمسایہ وہ جس کا ایک حق ہے۔ ایک ہمسایہ وہ جس کے دو حق ہیں۔ اور ایک ہمسایہ وہ جس کے تین حق ہیں۔ پس وہ ہمسایہ جس کے تین حق ہیں قرابتدار مسلمان ہمسایہ ہے اور جس کا ایک ہی حق ہے وہ ہمسایہ ہے جو مشرک ہو

وَالْجَارُ الَّذِیْ لَهٗ حَقَّانِ اَلْجَارُ الْمُسْلِمُ۔

اور وہ ہمسایہ جس کے دو حق ہیں مسلم ہمسایہ ہے۔

پس آپ کا پڑوس کی وجہ سے مشرک کے لئے حق ثابت کرنا حقِ ہمسائیگی کی استواری پر دلیل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ۔

جبرائیلؑ مجھے پڑوسی کے حق میں یہانتک وصیت کرتے رہے کہ میں نے خیال کر لیا کہ وہ اس کو وارث قرار دے دینگے۔

اور نیز فرمایا:

مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَهٗ۔

جو شخص اللہ پر اور روزِ پسیں پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہیئے۔

اقرباء اور خویشاوندوں کے حقوق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَھٰذِهِ الرَّحِمُ شَقَقْتُ لَهَا اسْمًا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں رحمان و رحیم ہوں اور یہ رحم ہے۔ میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔ سو جو کوئی اس سے جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا اور جو کوئی اس سے توڑیگا اس سے میں توڑوں گا۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا:

اِنَّهٗ مَنْ بَرَّ وَالِدَیْهِ وَعَقَّنِیْ کَتَبْتُهٗ بَرًّا وَمَنْ عَقَّ وَالِدَیْهِ وَبَرَّنِیْ کَتَبْتُهٗ عَاقًّا۔

یقیناً جو کوئی اپنے والدین کی فرمانبرداری کریگا اور میری نافرمانی کرے گا میں اس کو فرمانبردار لکھونگا اور جو کوئی اپنے والدین کی نافرمانی اور میری فرمانبرداری کرے گا میں اس کو نافرمان لکھوں گا+

غلام کے حقوق

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری وصیت فرمائی اس میں یہ بھی تھا کہ:

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ وَلَا تُكَلِّفُوْهُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ فَمَا اَحْبَبْتُمْ فَاَمْسِكُوْا وَمَا كَرِهْتُمْ فَبِيْعُوْا وَلَا تُعَذِّبُوْا خَلْقَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّ اللّٰهَ مَلَّكَكُمْ اِيَّاهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَلَّكَهُمْ اِيَّاكُمْ۔

اللہ سے ڈرو ان کے بارے میں جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک ہیں، انھیں کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور انھیں پہناؤ جو تم پہنتے ہو، اور انھیں ایسے کام کی تکلیف نہ دو جس کو وہ برداشت نہ کر سکیں۔ پھر جو تمھیں پسند ہوں ان کو رکھ لو اور جو تمھیں ناپسند ہوں انھیں بیچ ڈالو اور اللہ کی مخلوق کو دکھ نہ پہنچاؤ۔ دیکھو اللہ نے تمھیں ان کے مالک بنا دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو ان کو تمھارے مالک بنا دیتا +

سولھواں باب
گوشہ نشینی کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ اس بارہ میں علما کا اختلاف ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ گوشہ نشینی بہتر ہے اور لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہنے سے افضل ہے۔ مثلاً سفیان ثوریؒ، ابراہیم ادھمؒ، داؤد طائیؒ، فضیل بن عیاضؒ، سلمان خواصؒ اور بشر حافیؒ اور اکثر تابعین میل جول اور نیکی اور تقویٰ کی باتوں پر تعاون کے لئے بھائیوں سے جمع ہونے کو مستحب سمجھتے ہیں۔ اور یہ سب ان آثار و اخبار سے دلیل دیتے ہیں جو اخوت اور الفت کے بارہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اقوال سے ثابت ہیں۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا جو پہاڑ میں عبادت کیا کرتا تھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَفْعَلْ اَنْتَ وَلَا اَحَدٌ مِنْكُمْ لَصَبْرُ اَحَدِكُمْ فِي مَوَاطِنِ الْاِسْلَامِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ اَحَدِكُمْ اَرْبَعِيْنَ عَامًا۔

یعنی تم ایسا نہ کرو اور نہ تم میں سے اور کوئی شخص ایسا کرے۔ کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا کسی اسلامی ملک میں صبر کرنا دوسرے شخص کی چالیس سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

اور گوشہ نشینی کی فضیلت پر فضیلؒ وغیرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے استدلال کیا ہے جب عبداللہ بن عامر جہنی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ (یعنی یا رسول اللہ! نجات کیا ہے) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لِيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَاَمْسِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ۔

یعنی یہ کہ تو اپنے گھر میں رہے، اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اپنی خطاؤں پر روئے۔

فصل

گوشہ نشینی کے فوائد اور نقصان اور اس کی فضیلت کے متعلق انکشاف حق کے بیان میں

جان لے کہ گوشہ نشینی کا معاملہ لوگوں کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ گوشہ نشینی کے فائدے یہ ہیں کہ اس سے انسان کو اطاعت پر ثابت قدم رہنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ علم کی تربیت ہوتی ہے اور ان نواہی کا مرتکب نہیں ہوتا جن کا لوگوں سے میل جول رکھنے کی حالت میں ارتکاب ہو جایا کرتا ہے۔ مثلاً ریار، غیبت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑنا اور طبیعت کا اخلاق ذمیمہ سے متاثر ہونا۔ اور اس طرح انسان دنیاوی مصالح مثلاً صنعت و حرفت کیلئے فارغ ہو جاتا ہے۔

پہلا فائدہ :

عبادت، فکر، اللہ تعالیٰ سے انس، مناجات اور کائنات کے مطالعہ کے لئے فراغت اور وہ اس طرح کہ جب انسان گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے تو خلق سے مفارقت حاصل کرتا ہے اور اسی لئے بعض حکمار نے کہا ہے کہ خلوت کا امن حاصل نہیں ہوتا مگر اللہ تعالےٰ کی کتاب کے ساتھ انس کرنے سے۔ اور کتاب اللہ کو پکڑنے والے اللہ تعالےٰ کے ذکر کی وجہ سے دنیا سے راحت پاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والے اللہ کے ذکر کی وجہ سے عیش کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ذکر کی وجہ سے اللہ تعالےٰ سے ڈرتے ہیں۔ بلاشک لوگوں سے میل جول رکھنے سے یہ چیزیں نصیب نہیں ہوتیں اور انسان ذکر و فکر نہیں کر سکتا۔ اسی لئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ابتدار میں لوگوں سے قطع علائق کر کے غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پس جب کوئی شخص گوشہ نشینی پر مواظبت کرے تو اس کا معاملہ وہاں تک پہنچ جاتا ہے جس کا ذکر حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیس سال سے میں اللہ تعالےٰ سے ہمکلام ہوں لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان سے

باتیں کرتا ہوں۔

کسی نے ایک بزرگ سے کہا کہ تنہائی میں صابر رہنا بڑا عظیم الشان کام ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں تنہا نہیں ہوں کیونکہ میں حق تعالےٰ کا ہمنشین ہوں۔ جب میں اس کے ساتھ راز کی باتیں کرنا چاہتا ہوں تو نماز پڑھتا ہوں اور جب چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ میرے ساتھ راز کی باتیں کرے تو کتاب اللہ پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے تھے، ہرم بن حیان ان کے پاس گئے۔ اویس قرنی نے دریافت کیا: کس لئے آئے ہو۔ انھوں نے جواب دیا: اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے آسائش حاصل کر سکوں۔ آپ نے کہا: میں نے کبھی ایسا نہیں سمجھا تھا کہ کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو اپنے رب کو پہچانے اور پھر غیر سے آسائش طلب کرے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رات کی تاریکی آتی ہے تو میرے دل کو خوشی ہوتی ہے۔ دل میں کہتا ہوں کہ صبح تک حق تعالےٰ کے ساتھ خلوت میں بیٹھوں گا اور جب دن کی روشنی ظاہر ہوتی ہے تو میرے دل میں رنج و غم پیدا ہوتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ اب لوگ مجھے حق تعالےٰ سے باز رکھیں گے۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کے ساتھ باتیں کرنے کی نسبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ باتیں کرنے کو پسند نہیں کرتا، اس کا علم تھوڑا ہے، اس کا دل اندھا ہے اور اسکی عمر رائیگاں ہے۔

دوسرا فائدہ:

گوشہ نشینی کی بدولت ایسے گناہوں سے بچنا جن کا لوگوں کے ساتھ میل جول کی وجہ سے انسان لبا اوقات ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور خلوت میں ان سے محفوظ رہتا ہے۔ اور وہ گناہ غیبت، ریا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر سکوت ہے۔ ان کا ذکر عنقریب اپنی اپنی جگہ آئیگا۔

الحاصل یہ فیصلہ کر دینا کہ دونوں میں سے ایک افضل ہے محال ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں اشخاص کے اختلاف سے مختلف ہوتی ہیں اور اعتدال سب سے اعلیٰ ہے۔ اور وہ یہ کہ نہ اس طرح بند ہو جائے کہ لوگوں کے ساتھ میل جول سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں وہ فوت ہو جائیں۔ اور نہ اس حد تک کھل جائے کہ گوشہ نشینی کے فائدے جاتے رہیں۔ اور گوشہ نشینی اختیار کرتے وقت لوگوں کے شر سے بچنے کی نیت کرے اور اپنے رب کے ذکر کی طرف پوری طرح متوجہ ہو۔

اور امیدوں کو طول نہ دے تاکہ اس کا نفس امن میں رہے اور یہ امیدوں کو کم کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور گوشہ نشینی سے جہاد اکبر کی نیت کرے اور وہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا ہے جس طرح کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔ یعنی ہم جہاد اصغر کی طرف سے جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ پس سمجھ اور غنیمت جان۔ اور اللہ تعالےٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ اسی کی طرف رجوع اور ٹھکانا ہے +

سترھواں باب
سفر کے بیان میں

جان لے کہ سفر دو قسم کا ہوتا ہے۔ سفرِ ظاہر دنیا کے کناروں اور اطراف میں اور سفر باطن اللہ تعالےٰ کی طرف۔ اور اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۔ یعنی میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ عنقریب مجھے ہدایت دے گا۔

اور دونوں قسم کے سفر پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ الآیہ۔ عنقریب ہم انھیں آفاق میں اپنی نشانیاں دکھائینگے۔ الآخر

اور سفرِ اعظم وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کے بھید کی طرف ہو۔ اور ایسا مسافر ہمیشہ جنت میں سیر کرتا ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جیسی ہے اور مسافروں کی کثرت سے اس کے موارد اور مناہل تنگ نہیں ہوتے۔ بلکہ مسافروں کی کثرت سے اور زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جو شخص اس سفر سے محروم رہتا ہے، تمام بھلائیوں سے محروم رہتا ہے اور گڑھے میں گرا رہتا ہے اور ابدالآباد تک نکالا نہیں جاتا۔ اور جملہ آداب و سنن جو اخبار و آثار میں وارد ہوئے ہیں اسی سفر کے آداب کے ہیں اور وہ آخرت کا سفر ہے۔ رہا سفرِ ظاہر تو وہ نقل اقدام اور قطع منازل کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس ہم اس کے آداب اور فائدے ایک فصل میں بیان کرتے ہیں +

فصل

چاہیئے کہ سفر کے قصد سے پہلے نیت صحیح کرے۔ سفر کی نیت یا حج کے لئے ہو یا کسی عالم کی زیارت کے لئے یا کسی زندہ یا مردہ دل کی زیارت کے لئے یا سرحدی مقامات کے لئے یا ایسے سفر کا قصد ہو کہ اس سے دین یا دنیا میں خلل متصور نہ ہو، یا طلب حلال کے لئے تجارت کرنے کے ارادہ سے سفر ہو۔ پس سفر کا مقصد محض طلب دنیا نہ ہو، ورنہ سفر کی صعوبتیں اور تکالیف رائیگاں ہو جائیں گی۔ واضح ہو کہ نفس کی رذالت اور خباثت حالات کے اختلاف سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور ایسا سفر میں زیادہ ہوتا ہے۔ اور تحقیق ہم نے سفر کے بعض آداب کا ذکر کتاب الحج میں کر دیا ہے۔ اور سفر میں جن چیزوں کی رخصت ہے، وہ تین دنوں تک موزہ پر مسح ہے جبکہ موزہ فرض نماز کے لئے وضو یا تیمم کرنے کے بعد پہنا گیا ہو۔ اور قصر اور جمع اور سواری یا چلنے کی حالت میں نفلوں کی ادائیگی اور فطر ہے اور لازم ہے کہ قبلہ اور جس سفر میں جانا ہو اس کے دلائل سیکھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور اللہ کی طرف رجوع اور ٹھکانا ہے۔ پس سمجھ لے اور غنیمت جان اور اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے ۔

اٹھارھواں باب

سماع اور وجد کے بیان میں

جان لے کہ سماع کے بارے میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اسے حرام کہتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو اسے مباح کہتے ہیں۔ اور سماع کی حقیقت اور اس کا مباح ہونا بیان کرتے ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ سماع ایسی اچھی اور موزوں آواز کو کہتے ہیں جس کے معنی سمجھ میں آئیں اور جو دل کے لئے محرک ہو۔ اور نہیں ہے ان تمام باتوں میں مگر لذت، سماعت کی حس اور دل کے لئے۔ اور یہ لذت اسی طرح کی ہے جس طرح بصارت کو سبزی کے دیکھنے سے لذت حاصل ہوتی ہے اور دل کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے۔ اور تحقیق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ۔ یعنی زیادہ کرتا ہے وہ خلق میں جسکو چاہتا ہے۔

پس اس کی تفسیر اچھی آواز سے کی گئی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اشعری رض کے متعلق فرمایا ہے: لَقَدْ اُوْتِیَ مزمارا من مزامیر آل داؤد (یعنی تحقیق اسے آل داؤد کی موسیقیوں میں سے ایک موسیقی عطا کی گئی ہے)۔ اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے: مَابَعَثَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا وَھُوَ حَسَنُ الصَّوْتِ (یعنی کوئی نبی مبعوث نہیں ہوتا مگر وہ خوش آواز ہوتا ہے)۔

اور یہ کہنا محال ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی کتاب اور اس کی تلاوت کے لئے بھی مباح ہے پس جب عندلیب کی آواز کا سننا مباح ہے، جب اچھی آواز کا سننا مباح ہے، حرام نہیں، اور حرام بھی کیسے ہو جبکہ سرود کی موزوں آوازیں وزن کی ایک قسم ہیں۔ ان کے لئے مناسب مقاطع اور مبادی ہیں اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ یہ اچھی آوازیں آدمی کے حلق سے نکلیں یا پرندے کے حلق سے یا کسی اور چیز سے۔ اور چاہیئے کہ جو کچھ اجسام مثلاً طبل اور لکڑی، دف، نے وغیرہ سے نکلے انھیں بھی

پرندوں کی آوازوں پر قیاس کرے اور ان سب میں سے کسی چیز کو مستثنیٰ نہ کرے مگر اسے جس کے حرام ہونے کے متعلق نص وارد ہو اور یہ تار والے ساز اور ایسے مزامیر ہیں جو شراب نوشی کے لوازمات سے بنائے گئے ہیں۔ جب شراب نوشی کی ممانعت کا اقتضا ہوا تو مبالغہ کے لئے اس کے لوازمات اور توابع کو بھی منع کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ شروع شروع میں یہ ممانعت اس چیز کی مقتضی تھی کہ شراب کے مٹکے بھی توڑ دیئے جائیں۔ اور اس کے جواز کے لئے جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اس پر وہ تمام باتیں دلالت کرتی ہیں جو شعروں کے گانے کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں حتیٰ کہ صحیحین میں مروی ہے کہ حضرت ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو حضرت بلالؓ بیمار تھے۔ جو ان کا بخار ٹوٹ گیا تو انھوں نے اپنی آواز بلند کر کے کہا :

الا لیت شعری ابیتن لیلة	اے کاش! کیا میں ایک رات گذارونگا ایسے
بواد وحولی اذخر وجلیل	جنگل میں اور میرے ارد گرد اذخر اور جلیل ہوں۔
وھل اردن یوما میاہ مجنة	اور کیا میں کسی دن مجنہ کے پانیوں کی طرف جاؤنگا
وھل یبدون لی شامة وطفیل	اور کیا میرے لئے شامہ اور طفیل ظاہر ہونگے۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ؎

کل امرئ مصبح فی اھلہ	ہر ایک آدمی صبح کے وقت لوٹا جائیگا اپنے گھر میں اور موت
والموت ادنی من شراك نعله	بہت نزدیک ہے اس کے نعلین کے تسمے سے بھی

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

اِنَّ الْعَیْشَ عَیْشُ الْاٰخِرَۃِ فَارْحَمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَۃِ۔	یعنی تحقیق عیش وہی ہے جو آخرت کا عیش ہو۔ پس اے اللہ انصار و مہاجرین پر رحم کر۔

اور یہ تمام صحیحین میں موجود ہیں +

فصل

سماع کے آثار کے بیان میں

اس حیثیت سے کہ سماع دل کے لئے محرک ہے اور جس پر غالب آجائے اسے بھڑکانے والا ہے۔ پس ہم بیان کرتے ہیں کہ ارواح کے لئے موزوں اور مناسب آوازوں میں اللہ کے لئے ایک بھید ہے جن کی عجیب و غریب تاثیر ہوتی ہے۔ کبھی یہ آوازیں غم پیدا کرتی ہیں، کبھی خوشی، کبھی بکا اور کبھی ہنسی اور اعضاء میں عجیب و غریب حرکات پیدا کرتی ہیں اور یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ حرکات اس لئے پیدا ہوتی ہیں کہ اصوات کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ بلکہ یہ حیوانات خصوصاً اونٹ میں بھی مشاہدہ ہوتی ہیں۔ اور ایسے بچوں میں بھی پائی جاتی ہیں جو نہ بات کر سکتے ہیں نہ کلام سمجھ سکتے ہیں اور مشاہدہ ہوتی ہیں ستار کی آوازوں میں جو سمجھی نہیں جاسکتیں۔ خصوصاً اونٹ کے معاملہ میں کیونکہ جب کبھی ان پر جنگل کا سفر لمبا ہو جاتا ہے اور بوجھ کے نیچے تھک جاتے ہیں تو حدی خوان کی آواز سن کر وہ اپنی گردنیں بڑھا کر مراحل طے کرنے لگتے ہیں۔ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری المعروف رقی کے متعلق ایک حکایت بیان کی جاتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ میں ایک جنگل میں تھا اور قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ کے ہاں پہنچا۔ ایک شخص نے میری دعوت کی اور مجھے اپنے خیمہ میں لے گیا۔ میں نے وہاں ایک سیاہ فام شخص کو قید میں جکڑا ہوا دیکھا اور میں نے مکان کے آگے مرے ہوئے اونٹ دیکھے۔ اور میں نے ایک کمزور اور نحیف اونٹ دیکھا گویا کہ اس کی روح نکلنے والی ہے۔ پس مجھ سے قیدی نے کہا کہ تو مہمان ہے اور تجھ پر حق ہے پس میری سفارش کر۔ کیونکہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرتا اور اس کی سفارش کو رد نہیں کرتا۔ شاید میرے پاؤں سے بیڑیاں کاٹ دے۔ پس جس وقت طعام حاضر کیا گیا تو میں کھانے سے رک گیا۔ میں نے کہا: جب تک اس غلام کے معاملہ میں میری سفارش قبول نہ کرو گے ہر گز طعام نہ کھاؤں گا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس غلام نے میرا تمام مال ہلاک کر دیا ہے میں نے کہا کہ اس نے تیرا مال کس طرح ہلاک کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اس شخص کی آواز بے حد دلکش

ہے۔ اور میں ان اونٹوں پر اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ پس ایک دن ان اونٹوں پر بہت وزنی بوجھ لادا گیا اور یہ شخص حدی خوانی کرتا تھا یہانتک کہ اس کی دلکش آواز سے متاثر ہو کر اونٹوں نے تین رات کی مسافت ایک ہی رات میں طے کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب اونٹوں کی پیٹھوں پر سے بوجھ اتارا گیا تو اس ایک اونٹ کے سوا سب مر گئے۔ لیکن آپ میرے مہمان ہیں اور میں آپ کی عزت کرتا ہوں۔ اس لئے آپ کی خاطر اسے چھوڑتا ہوں۔ پس میں نے درخواست کی میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں۔ جب ہم صبح کو اٹھے تو اسے حکم دیا گیا کہ ایک اونٹ پر جو فلاں کوئیں پر پانی پی رہا ہے حدی خوانی کرے۔ پس جب اس نے اپنی آواز بلند کی اونٹ پریشان ہو گیا اور اس نے اپنی نکیل توڑ لی اور میں خود اپنے منہ کے بل گر گیا۔ میرا گمان ہے کہ میں نے اس سے بہتر آواز کبھی نہیں سنی۔ پس سماع کی عجیب و غریب تاثیر ہے اور جو شخص سماع سے متاثر نہیں ہوتا وہ ناقص العقل ہے جادۂ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے اور روحانیت سے دور ہے۔ کہتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کے لئے پرندے ان کے سر پر ٹھہرا کرتے تھے۔ حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں: سماع سے دل میں کچھ حاصل نہیں مگر جو کچھ اس میں ہے تحقیق سماع اس چیز کو محرک کرتا ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ پس رونے کی آوازیں مکروہ ہیں۔ کیونکہ اس سے وہ چیز متحرک ہوتی ہے جو مذموم ہے اور وہ تاسف ہے ضائع شدہ چیز پر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ — تاکہ تم کھوئی ہوئی چیزوں پر افسوس نہ کرو۔

اور تحقیق اس بارے میں بیشمار اخبار وارد ہوئی ہیں۔ اور عرس، ولیمہ اور عقیقہ وغیرہ کے موقع پر سماع مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایسے مواقع پر سرور و مسرت کا بڑھانا مباح اور مستحب ہے اور اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو عورتوں نے دف اور خوش الحانی کے ساتھ شعر پڑھے ؎

طلع البدر علینا — من ثنیات الوداع

چودھویں رات کے چاند نے ہم پر طلوع کیا سلامتی کی راہ سے

وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع

واجب ہوا شکر ہم پر جبتک دعا مانگتے رہیں اللہ سے دعا مانگنے والے

اور دلالت کرتی ہے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ روایت جو صحیحین میں منقول ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ انھوں نے مجھے اپنی چادر میں چھپا لیا اور میں حبشیوں کو دیکھتی رہی جو مسجد میں کھیل رہے تھے یہانتک کہ میں تھک گئی۔ اور جو روایت مسلم اور بخاری نے اپنی صحیح احادیث کے ذیل میں حضرت عروہؓ کی زبانی حضرت زہریؒ سے نقل کی ہے۔ اس روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس دو کنیزیں (منیٰ کے ایام میں) کودتی اور دف بجاتی تھیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونو کو جھڑکا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابا بکر انھیں چھوڑ دے کیونکہ آج عید کا دن ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی روایت ہے۔ اس میں منقول ہے کہ وہ دونوں کنیزیں گاتیں اور دف بجاتی تھیں۔ پس یہ تمام امور سماع کے قطعی مباح ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ نیز اس امر پر بھی کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو عورتوں کی آواز بھی مباح ہے۔

الحاصل سماع اس چیز کو بھڑکاتا ہے جو دل میں ہوتی ہے۔ پس اگر جائز عشق ہے تو اس کا بھڑکانا جائز ہے اور اگر عشق حرام ہے تو اس کا بھڑکانا بھی ناجائز ہے۔ اور یہ اہل غفلت کا سماع ہے۔ رہا ارباب قلوب کا سماع تو وہ مشہور ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی طرف شوق بڑھتا ہے۔ اور یہ لوگ وہ ہیں جو کسی چیز کی طرف نہیں دیکھتے مگر اس چیز کی حقیقت کو دیکھتے ہیں اور کوئی آواز انکے کانوں تک نہیں پہنچتی مگر وہ اس سے یا اس میں حقیقت سنتے ہیں۔ پس ان کا سماع محبت اور عشق کے لئے ضروری ہے اور شوق کو بھڑکانے والا ہے۔ اور جب دل کے چقماق پر سماع کی ضرب لگتی ہے تو اس سے مکاشفات و ملاطفات حاصل ہوتی ہیں جس کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی۔ اسے وہی جانتا ہے جو اس کا ذائقہ چکھتا ہے۔ اور جس شخص کی حس مردہ ہوجائے وہ اسے مکروہ سمجھتا ہے۔ صوفیاء کی اصطلاح میں اس حالت کو وجد کہتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کی محبت اور اس کے شوق کو زیادہ کرتا ہے۔ اگر اسے فرائض میں شمار نہ کیا جائے تو کم از کم مباحات میں سے ضرور ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ اس طرف اشارہ کرتا ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں

خواہش کی ہے جب کہ آپ نے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ۔ یعنی اے بارِ خدایا! مجھے اپنی محبت عطا فرما اور اس شخص کی محبت جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس چیز کی محبت جو تیری محبت کی طرف لے جاتی ہے۔

پس اس وقت جان لے کہ سماع باطن کا محرک ہے۔ پس لوگوں میں سے جن کی طاقت قوی ہے اور جن کا کام مکمل ہے انھیں کسی خارجی محرک کی ضرورت نہیں۔

فصل

جاننا چاہئے کہ سماع کے آداب یہ ہیں کہ توجہ کے ساتھ سنا جائے، چیخ پکار اور اس حرکت کو ترک کرنا جس پر قابو حاصل ہو۔ خصوصاً جوان بوڑھے کے سامنے اور مبتدی منتہی کے سامنے ان باتوں کا لحاظ رکھے اور واجبات میں سے یہ ہے کہ اپنے قلب و نفس کے احوال کی رعایت کرے تاکہ کہیں حرکات اور اظہارِ وجد سے اس کا نفس اسے عورتوں کی طرف مائل نہ کر دے۔ اور بعض لوگ تو اس طرف گئے ہیں کہ اصلی وجد حاصل کرنے اور اس چیز کو بھڑکانے کے لئے جو دل میں اس طرح چھپی ہوئی ہے جیسے آگ پتھر میں، زور زور سے وجد کرنا جائز ہے۔ واللہ اعلم۔ پس سمجھ لے اور غنیمت جان واللہ اعلم بالصواب +

انیسواں باب

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بیان میں

جان لے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دین کے اصولوں میں سے ہیں۔ ان دونوں سے انبیاء کی بعثت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور اس پر اللہ تعالےٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے :

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیہ۔

یعنی اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی باتوں کا امر کرے اور برے کاموں سے روکے۔ الآخر۔

نیز اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ قول دلالت کرتا ہے جو آپ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا تھا :

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّكُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ وَتُاَوِّلُوْنَهَا عَلٰى خِلَافِ تَاوِيْلِهَا : يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔ وَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوْا بِالْمَعَاصِيْ وَفِيْهِمْ مَنْ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُنْكِرَ عَلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلْ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ

یعنی اے لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو مگر اس کی تاویل کے خلاف تاویل کرتے ہو : یا ایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (یعنی اے ایماندارو اپنے آپ کو بچاؤ۔ نہیں ضرر دیتا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہو جب تم ہدایت پر ہوگے) اور میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہیں ہے کوئی قوم جو گناہ کرے اور اس میں ایسا شخص ہو جو انھیں منع کرنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن ایسا نہیں کرتا مگر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِہٖ ان پر اپنا عذاب عام کر دے۔

اور حضرت ثعلبہ خشنی کے متعلق روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالےٰ کے اس قول کے متعلق دریافت فرمایا: لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا:

یَا اَبَا ثَعْلَبَةَ مُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ فَاِذَا رَاَيْتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَّهَوًى مُّتَّبِعًا وَّدُنْيَا مُؤْثَرَةً وَّاِعْجَابَ كُلِّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيْكَ بِنَفْسِكَ وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ اِنَّ مِنْ وَّرَائِكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ لِلْمُتَمَسِّكِ فِيْهَا بِمِثْلِ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ اَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔

یعنی اے ابو ثعلبہ جب تو دیکھے کہ بخل کی پیروی کی جا رہی ہے اور خواہش کا اتباع ہو رہا ہے اور دنیا اختیار کی جا رہی ہے اور ہر اہل رائے اپنی رائے کو پسند کرتا ہے تو اس وقت تو اپنے آپ کو سنبھال اور عوام کو چھوڑ دے کیونکہ تمھارے پیچھے اندھیری رات کے ٹکڑے کی طرح فتنے ہیں۔ ایسے حالات میں جو کوئی تمھاری طرح اپنے آپ کو بچائے گا اسے تم میں سے پچاس کا اجر ملے گا

فصل

جاننا چاہئے کہ امر بالمعروف کے لئے چار ارکان ہیں: محتسب جس پر احتساب ہو، وہ امر جس میں احتساب ہو اور نفس احتساب۔

محتسب کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلمان مکلف ہو۔ اور اس میں رعایا کے تمام افراد شامل ہیں اور اس میں بادشاہ کی اجازت شرط نہیں۔ دوسری شرط اسلام ہے۔ کیونکہ اس میں اسلام کی مدد ہے۔ اور عدالت کی شرط میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے اسے شرط ٹھہرایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ یعنی تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔

نیز خداوند تبارک و تعالیٰ کا فرمان:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ — یعنی کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھلاتے ہو۔

اور تحقیق اس بارے میں بیشمار اخبار وارد ہوئی ہیں۔ اور ان میں بعض علماء ایسے ہیں جو اسطرف گئے ہیں کہ احتساب کیلئے عدالت شرط نہیں اور وہ حق ہے۔ کیونکہ اجماع سے پاکدامنی شرط نہیں۔ کیونکہ لوگوں کا صغیرہ گناہوں کے بارے میں انبیاء کی عصمت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ پھر اسکے بعد غیر انبیاء کی عصمت کی امید کیونکر ہو سکتی ہے۔ پھر یہ ترک احتساب کا سبب بنتا ہے۔ اگر یہ شرط نہ پائی جائے۔ بھلا اس میں کونسی قباحت ہے کہ ایک شخص خود تو شراب پیتا ہے لیکن دوسرے کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر دو فرض ہیں۔ ایک تو خود رکنا اور دوسرے غیروں کو روکنا۔ اور میں ان میں سے ایک پر عامل ہوں اس امید پر کہ شراب کو ترک کرنے کے لئے دوسرے فرض پر عامل ہونے کی توفیق دیا جاؤنگا۔ اور کافر محتسب نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ اس طرح اس کو مسلمانوں پر تسلط حاصل ہوگا:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا۔ — اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کوئی راہ نہیں بنائی۔

اور مسلمان ایسا کریگا۔ پس وہ لوگوں کو ڈرا کر، دھمکا کر، مار کر غرضکہ حسب توفیق ہر ممکن طریق سے منع کرے گا۔ اس معاملہ میں سلطان، امام اور دوسرے لوگوں میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر وہ شخص جو ایسا کام کریگا جو اسے نہ کرنا چاہئے اس کا حساب کیا جائیگا اور دلالت کرتی ہے اس پر جو کچھ مروان بن الحکم کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔ جبکہ نماز عید سے پہلے اسنے خطبہ دیا تھا۔ پس ایک شخص نے اس سے کہا کہ عید کا خطبہ نماز کے بعد ہوتا ہے۔ اس پر مروان نے کہا: اے فلاں شخص میں آیندہ ایسا نہیں کروں گا۔ اس بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو فرض اس شخص کے ذمہ تھا اس نے ادا کر دیا۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ رَاٰى مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ — یعنی جو شخص کوئی برا کام ہوتا دیکھے تو اسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے روک دے

يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَان   اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو دل میں برا سمجھے اور یہ کمترین ایمان ہے

اور اس سے یہ بھی حاصل ہوا کہ احتساب حسب مراتب ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس چیز میں احتساب کیا جائے (اور وہ تیسرا رکن ہے)۔ اس کا برا ہونا معلوم ہو اجتہاد کے بغیر پس ائمہ معتبرین کی مخالفت کا محل نہ ہو پس کوئی شافعی کسی حنفی کو بلا نشہ کے انگور یا کھجور کا رس پینے پر برا نہ کہے اور کوئی حنفی کسی شافعی کو گوہ اور بجو کھانے پر برا نہ کہے۔

دوسرا رکن محتسب علیہ ہے یعنی جس پر احتساب ہو۔ اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ انسان ہو وہ لڑکے کو شراب پینے سے منع کرے گا۔ ہاں ایسے کام بھی ہیں جو دیوانے اور لڑکے کے حق میں برے نہیں اور نہ ان دونوں کو ان سے منع کیا گیا ہے۔

محتسب کے آداب کے بیان میں

اور چاہیئے کہ محتسب عالم، پرہیز گار اور مہربان ہو۔ سخت گیر نہ ہو۔ عالم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اسے احتساب اور پرہیز گاری کی حدود معلوم ہوں اور وہ حد مشروع میں ان کا اقتصار کر سکے۔ اور حسن الخلق مہربان اور غیر سخت گیر اس لئے کہ شریعت کی حد سے تجاوز نہ کرے اور اس طرح اس چیز کا اکثر حصہ تباہ نہ کر دے جس کی وہ اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ پس چاہیئے کہ اس کے احتساب میں ایک قسم کی شفقت ہو۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص اس سے ہٹ جائے یا ایسے الفاظ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرے جو اسے بری لگیں تو وہ حد شرع سے تجاوز نہ کرے اور احتساب کو بھول نہ جائے اور نفس احتساب میں برائی کو نہ لائے۔

فصل

ان منکرات کے بیان میں جو عادتاً غالب ہیں

اور وہ یہ ہیں جیسے کوئی شخص قبلہ سے منحرف ہو گیا ہو یا نماز میں رکوع و سجود میں مطمئن نہ ہو یا قرأت کو

غلط پڑھتا ہو تو اسی قسم کی باتوں میں تنبیہ واجب ہے، اور وہ قربت کے کاموں میں افضل اور نوافل کے شغل سے بہتر ہے۔ اور اسی قسم کی باتوں میں شامل ہے۔ مؤذنوں کا اپنی اذان میں لمبی لمبی سریں بھرنا اور کلمات کو اتنا کھینچنا کہ اپنی حد سے نکل جائیں، اور اذان کو بعد صبح ایک ہی مسجد میں بار بار کہنا اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اور ان ہی میں شامل ہے۔ ایسا کپڑا پہننا جس میں ریشم زیادہ ہو، اور انھی میں شامل ہے فاسق واعظوں کا بدعت آمیز کلام، اور اسی قسم سے جمعے کے دن دواؤں اور تعویذوں کی فروخت کے لئے حلقے جمانا، انھی مثالوں سے ایسی ہی اور باتوں پر بھی استدلال کیا جاسکتا ہے۔ گنتی پوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں +

فصل

بادشاہوں کے اچھی باتوں کا حکم دینے اور بری باتوں سے منع کرنیکے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ احتساب کے چار درجے ہیں: پہلے تعریف پھر نصیحت، پھر بات میں سختی کرنا، پھر زبردستی کے ساتھ منع کرنا۔ لیکن بادشاہوں اور امراء کے معاملہ میں تعریف اور نصیحت کے سوا اور کوئی بات جائز نہیں کیونکہ بات میں سختی کرنا اور زبردستی کے ساتھ منع کرنا فتنہ وفساد کا موجب ہوتا ہے اور یہ ان امور سے بدتر ہوتا ہے جن کا وہ ارتکاب کرتے ہیں۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ مخاشنت سے فائدہ حاصل ہوگا اور اس کی وجہ سے کوئی مکروہ چیز پیدا نہیں ہوگی تو پھر کوئی حرج نہیں۔ اور بعض ایسے بھی لوگ ہیں جو اس سے بھی بے باک ہوتے ہیں اور اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول دلالت کرتا ہے:

خَيْرُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فِي ذَاتِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَتَلَهُ عَلَى ذَالِكَ۔

یعنی شہیدوں میں سب سے اچھے حمزہ ابن عبدالمطلب ہیں۔ پھر وہ شخص ہے جس نے امام کے سامنے کھڑے ہو کر اللہ تعالےٰ کے لئے اسے اچھی باتوں کا حکم دیا اور بری باتوں سے روکا اور اسی بنا پر قتل کر دیا گیا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اَفْضَلُ جِهَادٍ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ۔ یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنی سب سے اچھا جہاد ہے۔

اور اگر ایسا شخص قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہے۔ اخبار میں اسی طرح وارد ہوا ہے۔ اور ضبہ بن محصن عنزی سے روایت ہے کہ بصرہ میں ہم پر ابوموسٰی اشعری امیر مقرر کئے گئے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے ہمارے لئے خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ پر حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لئے دعا شروع کی۔ ان کے اس فعل سے مجھے غصہ آگیا۔ پس میں نے کھڑے ہو کر کہا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیوں نہیں کیا جن کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر فضیلت حاصل ہے۔ پس ابوموسٰی اشعری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط لکھا اور شکایت کی کہ ضبہ بن محصن عنزی نے مجھے خطبہ دیتے وقت ٹوکا ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسٰی اشعری کو لکھا کہ اس شخص کو میرے پاس بھیجدو۔ ضبہ بن محصن عنزی فرماتے ہیں کہ ابوموسٰی اشعری نے مجھے حضرت عمر فاروق رضؓ کے پاس بھیجدیا چنانچہ میں حضرت عمر فاروق رضؓ کے مکان پر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ پس حضرت عمر رضؓ باہر نکلے اور فرمانے لگے: دروازہ پر کون ہے؟ میں نے کہا: میں ضبہ بن محصن عنزی ہوں۔ انھوں نے کہا: نہ تجھے مرحبا ہو اور نہ تجھے اھلاً ہو۔ میں نے کہا: مرحبا تو خدا کی طرف سے ہے۔ رہا اھل تو نہ میرا گھر نہ مال۔ اے عمر! تو نے بصرہ سے یہانتک مجھے حاضر کرنا کیوں حلال سمجھا جبکہ میں نے نہ تو کوئی قصور کیا ہے اور نہ کوئی گناہ مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ انھوں نے کہا: تیرے اور میرے عامل کے درمیان کیا جھگڑا ہے؟ میں نے کہا: میں آپ کو ابھی سب کچھ بتاتا ہوں۔ ایک دفعہ ابوموسٰی اشعری نے ہمارے لئے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد آپ کے لئے دعا مانگنا شروع کی پس اس پر مجھے غصہ آگیا اور میں نے کھڑے ہو کر اس سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیوں نہیں کیا جن کو حضرت عمر فاروق رضؓ پر فضیلت حاصل ہے۔ پس اس نے ایک بڑی جماعت بنائی۔ اس کے بعد اس نے آپ کے پاس شکایت لکھ بھیجی۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ رو کر کہنے لگے کہ خدا کی قسم! تو اس سے زیادہ توفیق والا اور بیشتر ہدایت والا ہے۔ کیا تو میرے گناہ کو معاف کر دے گا اللہ تعالےٰ تجھے معاف کریگا۔ میں نے کہا: اے امیر المومنین! اللہ تجھے معاف کرے۔ پھر وہ روتے ہوئے کہنے لگے کہ خدا کی قسم! حضرت ابوبکر رضؓ کی زندگی کا ایک دن اور ایک رات عمر اور آل عمر سے بہتر ہے۔ کیا میں

ان کے اس دن اور رات کا واقعہ سناؤں ۔ میں نے کہا : ہاں سنائیے ۔ انھوں نے کہا: رات کا حال اس طرح ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی وجہ سے مکہ سے چلے جانے کا ارادہ کیا تو ایک رات مکہ سے روانہ ہوئے ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ بھی حضور کے پیچھے ہو لئے ۔ پس کبھی آپ حضور کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے ۔ کبھی دائیں جانب چلتے تھے اور کبھی بائیں جانب ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابا بکر! یہ کیا معاملہ ہے، تیرے اس فعل سے کیا سمجھوں ۔ تو انھوں نے جواب دیا : یا رسول اللہ! جب میں خدا کا خیال کرتا ہوں تو آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور جب طلب کا خیال کرتا ہوں تو پیچھے ہو جاتا ہوں اور ایک مرتبہ دائیں طرف چلتا ہوں اور ایک مرتبہ بائیں طرف ۔ اور میں آپ کی طرف سے بے غم نہیں ہوں ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اپنے پاؤں کی انگلیوں پر چلے یہاں تک کہ انگلیاں گھس گئیں ۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انگلیوں کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنی گردن پر اٹھالیا اور تیزی سے دوڑنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک غار کے دہانہ تک پہنچے ۔ پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے کہ اس میں داخل نہ ہوں یہاں تک کہ میں داخل نہ ہو جاؤں کیونکہ اگر اس میں کوئی چیز ہو تو وہ آپ سے پہلے مجھ پر حملہ آور ہو ۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ غار میں داخل ہوئے ۔ اس غار میں ایک کھلا سوراخ تھا جس میں سانپ تھے ۔ پس اس خوف سے کہ کوئی سانپ سوراخ سے نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ لپکے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں سوراخ میں ڈال دیا ۔ پس سوراخ میں سے ایک سانپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو ڈسا جس کے صدمہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر گرنے لگے ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے ابو بکر!

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ یعنی غم مت کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے ۔

پس اللہ تعالےٰ نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لئے سکینہ اور طمانیت نازل فرمائی ۔

یہ تو تھی رات، رہا دن کا حال تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو عرب میں ارتداد شروع ہو گیا ۔ بعض نے کہا ہم نماز نہیں پڑھینگے اور بعض نے کہا ہم زکوٰۃ نہیں دینگے ۔ پس میں ان

کی خدمت میں اس نیت سے گیا کہ نصیحت کرنے میں کمی نہیں کروں گا۔ پس میں نے کہا: اے خلیفہ رسول اللہ لوگوں کی تالیف قلوب اور ان سے نرمی کا برتاؤ کیجیے۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ تو جاہلیت میں تو بڑا جابر تھا لیکن اسلام میں اس قدر نرم کیوں ہو گیا۔ میں کس طرح ان کے ساتھ نرمی کروں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور وحی اٹھ گئی ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھے ایک رسی دینے میں احتراز کریں جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے تو میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔ پس ہم نے ان کے ساتھ ہو کر جنگ کی تو بخدا معلوم ہو گیا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی تجویز درست تھی۔ پس یہ ان کا دن تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰؓ کی طرف ایک ملامت کا خط لکھا۔

بیسواں باب

آدابِ معیشت اور اخلاقِ نبوی صلعم کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کے بیان میں جاننا چاہیئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حد سے سوا عاجزی کرنے والے اور انکساری کرنے والے تھے۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے سوال کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے محاسنِ آداب سے آراستہ اور مکارم اخلاق سے مزین فرما۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی دعا میں فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ حَسِّنْ خُلُقِيْ وَخَلْقِيْ۔ یعنی اے بار خدایا میرے خُلق اور خَلق کو اچھا کر۔

حضرت سعید بن ہشام رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن عائشہ صدیقہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے متعلق دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا: کیا تو نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ میں نے جواب دیا: ہاں پڑھا ہے۔ تو انھوں نے کہا:

خُلُقُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنُ وَاِنَّمَا اَدَّبَهٗ بِالْقُرْاٰنِ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن شریف کے ساتھ ادب سکھایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ یعنی معافی کو لازم پکڑو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔

نیز اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ تحقیق اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے عدل کا، احسان کا،

ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ — رشتہ داروں سے حسن سلوک کا اور فحش کاموں برے کاموں اور سرکشی سے بچنے کا۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ — جو مصیبت تجھ پر پہنچے اس پر صبر کرو کیونکہ یہ حوصلے کا کام ہے۔

اس قسم کی اور بیشمار آیتیں ہیں اور جس وقت جنگ احد کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار دانت ٹوٹ گئے اور ان سے خون جاری ہوگیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

کَیْفَ یُفْلِحُ قَوْمٌ خَضَبُوْا وَجْہَ نَبِیِّہِمْ بِالدَّمِ وَھُوَ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی رَبِّہٖ۔ — یعنی وہ قوم کس طرح فلاح حاصل کریگی جس نے اپنے نبی کا چہرہ خون سے سرخ کردیا حالانکہ وہ اسے اپنے رب کیطرف بلاتا ہے۔

اس معاملہ میں تادیب کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل کی:

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ۔ — یعنی اس کام میں تجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔

اور جاننا چاہیئے کہ اس قسم کی آئتیں قرآن شریف میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ ان آیات سے اول مقصود تادیب وتہذیب ہے۔ پھر ان سے جمیع مخلوق پر نور چمکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ — یعنی مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: اس مسلمان مرد پر تعجب ہے کہ اس کا ایک مسلمان بھائی کوئی حاجت لے کر آتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو کسی بھلائی کا اہل نہیں سمجھتا۔ اگر وہ شخص ثواب کی امید نہیں رکھتا یا عذاب سے نہیں ڈرتا تو تحقیق اسے چاہیئے کہ مکارم اخلاق میں کوشش کرے۔ کیونکہ یہ نجات کے طریقہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے اس پر آپ سے دریافت کیا کہ کیا یہ بات آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے تو انھوں نے فرمایا: ہاں۔ اور جس وقت بنی طے کے قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں ایک لڑکی بھی اسیر تھی۔ پس اس لڑکی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا: اگر مناسب سمجھیں تو آپ مجھے قید سے رہا کردیں

اور میرے حال پر عرب کے قبائل کو ہنسنے کا موقع نہ دیں۔ کیونکہ میں اپنی قوم کے سردار کی لڑکی ہوں اور میرا باپ قوم کی حمایت کرتا تھا، قیدیوں کو چھڑاتا تھا، پیاسوں کو پلاتا تھا، بھوکوں کو کھلاتا تھا، اور سلامتی پھیلاتا تھا اور کسی حاجت مند کو رد نہیں کرتا تھا۔ میں حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے لڑکی حق یہ ہے کہ یہ مومنوں کی صفت ہے اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس پر اللہ کی رحمت کہتے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو کیونکہ اس کا باپ مکارم اخلاق سے محبت رکھتا تھا اور تحقیق اللہ تعالےٰ مکارم اخلاق سے محبت کرتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اِلَّا حَسَنُ الْاَخْلَاقِ۔ — یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ نہیں داخل ہوگا جنت میں مگر وہ جسکے اخلاق اچھے ہیں۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

حُفَّ الْاِسْلَامُ بِمَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ مَحَاسِنِ الْاَعْمَالِ۔ — یعنی گھیر لیا ہے اسلام کو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال نے۔

اور ان میں حسن معاشرت، اچھے کام، نرم کلامی، اچھے کاموں میں خرچ، روٹی کھلانا، سلامتی پھیلانا، مسلمان مریض کی عیادت کرنا خواہ نیک ہو یا فاجر، مسلمان کے جنازہ کے ساتھ چلنا، ہمسایہ کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا خواہ ہمسایہ مسلمان ہو یا کافر، ضعیف مسلمان کی عزت کرنا، کھانے کی دعوت اور دعا قبول کرنی، معاف کرنا، اصلاح کرنا، بخشش کرنا، مہربانی کرنا، عنایت کرنا، سلام میں ابتدا کرنا، غصہ پی جانا، لوگوں سے درگذر کرنا وغیرہ شامل ہے۔ اور چلی جاتی ہے اسلام کی رونق لغو سے، باطل سے، سرود اور گانے بجانے سے، ہر فریب کار اور جھگڑا کرنے والے سے، جھوٹ، رغبت بخل، کنجوسی، جفا، مکر، دھوکا، چغلی کرنے والے سے، دو اشخاص کے درمیان جدائی ڈالنے سے، رشتہ داروں کو ترک کرنے سے، برے خلق، تکبر، فخر، سازی سے، زیادہ باتیں بنانے، مذاق کرنے، فحش اور فحش گوئی سے، کینہ، حسد،

بدوفائی، بغاوت، حد سے بڑھنے اور ظلم سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نہیں چھوڑی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اچھی نصیحت مگر ہمیں اس کی طرف بلایا اور اس کا حکم دیا اور نہیں چھوڑا کسی کھوٹ عیب اور اس قسم کی دوسری چیزوں کو مگر اس سے ہم کو ڈرایا اور منع کیا۔ اور کفایت کرتی ہے ان سب سے یہ آیت مبارکہ:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (الآیۃ) یعنی تحقیق حکم دیتا ہے اللہ عدل کا اور احسان کا۔ الآخر۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہمیں نصیحت کی اور فرمایا:

اُوْصِيْكَ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ وَتَرْكِ الْخِيَانَةِ وَحِفْظِ الْجَارِ وَرَحْمَةِ الْيَتِيْمِ وَلِيْنِ الْكَلَامِ وَبَذْءِ السَّلَامِ وَحُسْنِ الْعَمَلِ وَقَصْرِ الْاَمَلِ وَلُزُوْمِ الْاِيْمَانِ وَالتَّفَقُّهِ فِي الْقُرْاٰنِ وَحُبِّ الْاٰخِرَةِ وَالْجَزَعِ مِنَ الْحِسَابِ وَحِفْظِ الْجَنَاحِ وَاَنْهَاكَ اَنْ تَسُبَّ حَكِيْمًا اَوْ تُكَذِّبَ صَادِقًا اَوْ تُطِيْعَ اٰثِمًا اَوْ تَعْصِيَ اِمَامًا عَادِلًا اَوْ تُفْسِدَ اَرْضًا وَاُوْصِيْكَ بِاتِّقَاءِ اللّٰهِ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وَشَجَرٍ وَمَدَرٍ وَاَنْ تُحْدِثَ لِكُلِّ ذَنْبٍ تَوْبَةً اَلسِّرُّ وَالْعَلَانِيَةُ بِالْعَلَانِيَةِ۔

میں تجھ کو وصیت کرتا ہوں خدا تعالےٰ سے ڈرنے کی اور سچ بولنے کی اور عہد پورا کرنے، امانت ادا کرنے، خیانت نہ کرنے، ہمسائے کا لحاظ رکھنے یتیم پر رحم کرنے، نرم گفتگو کرنے اور سلام فاش کرنے کی، اور حسن عمل، کوتاہی امل، ایمان پر مضبوط رہنے، قرآن کی سمجھ پیدا کرنے، آخرت کی محبت حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی، اور میں تجھکو منع کرتا ہوں کہ کسی حکیم کو گالی مت دینا، سچے شخص کو جھوٹا نہ ٹھہرانا، کسی گنہگار کی اطاعت نہ کرنا، امام عادل کی نافرمانی مت کرنا زمین میں فساد مت کرنا اور تجھ کو وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی ہر درخت، پتھر اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لئے توبہ نئی کرنا، پوشیدہ گناہ کے لئے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لئے ظاہر۔

غرضکہ آنحضرت صلعم نے اللہ کے بندوں کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا اور انکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا۔

ان تمام محاسنِ اخلاق کے بیان میں جنھیں بعض علماء نے جمع کیا اور احادیث میں سے چنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حلیم، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ پاکدامن تھے۔ آنحضرتؐ کے ہاتھ نے کبھی کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جس کی گردن کے حضورؐ مالک نہ ہوں یا جو آپ کے نکاح میں نہ آچکی ہو یا آپ کی محرم نہ ہو۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے۔ کبھی رات کو آپ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں رہتا تھا۔ اور اگر کسی دن کوئی درہم یا دینار بچ جاتا اور آپ کسی ایسے شخص کو نہ پاتے جسے آپ وہ درہم یا دینار دے سکتے تو آپ اسکو گھر میں نہ لے جاتے جب تک اسکے حاجتمند تک پہنچانے کا معاملہ طے نہ کر لیتے۔ جو کچھ اللہ تعالےٰ آپ کو دیتا تھا اس میں سے بھی آپ صرف سال بھر کی معمولی خوراک از قسم کھجور یا جو کے رکھ لیتے اور باقی سب خدا کی راہ میں تقسیم کر دیتے۔ کوئی شخص آپ سے سوال نہیں کرتا تھا مگر آپ اسے وہ چیز دے دیتے تھے۔ پھر آپ سال بھر کی خوراک کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور اس میں سے بھی خیرات کرتے رہتے تھے۔ یہانتک کہ بسا اوقات سال کے اختتام سے پہلے ہی آپ محتاج ہو جاتے تھے اور اگر آپ کے پاس کوئی چیز نہ آتی تو صبر کرتے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جوتہ کو خود گانٹھا کرتے تھے، کپڑوں کو پیوند لگایا کرتے تھے اور گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے اور اہل خانہ کے ساتھ گوشت کاٹا کرتے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ باحیا تھے۔ آپ کی نگاہ کسی شخص کے چہرے پر نہیں ٹھہرتی تھی۔ اور آپ غلام اور آزاد سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدیہ قبول فرماتے تھے خواہ وہ دودھ کا ایک گھونٹ ہو یا خرگوش کی ایک ران۔ اور اس کا عوض دیتے تھے اور اسکو کھاتے تھے۔ اور آپ صدقہ نہیں کھاتے تھے۔ اور لونڈی یا مسکین کے سوال کا جواب دینے میں غرور نہیں کرتے تھے۔ اور آپ خدا کے لئے غصہ ہوتے تھے، اپنے نفس کے لئے غصہ نہیں فرماتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھوک کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے، اور جو کچھ حاضر ہوتا کھا لیا کرتے۔ اور جو چیز پاتے تھے اسے رد نہیں فرمایا کرتے تھے، اور حلال کھانوں

سے پرہیز نہیں کیا کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پاتے تھے پہن لیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے شملہ (ایک قسم کی چادر)، ایک مرتبہ یمن کی دھاری دار چادر، اور ایک مرتبہ صوف کا جبہ استعمال فرمایا۔ غرضیکہ جو بھی مباح چیز مل جاتی تھی آپ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ چاندی کی انگوٹھی دائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنا کرتے تھے اور بعض اوقات بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیا کرتے تھے۔ اور آپ سواری پر اپنے پیچھے غلام کو یا کسی اور کو بٹھا لیا کرتے تھے اور جو سواری آپ کو مل جاتی تھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کبھی گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، کبھی حلب کی خچر پر اور کبھی گدھے پر۔ کبھی آپ پیدل چلتے اور کبھی ننگے پاؤں، چادر اور عمامہ اور کلاہ کے بغیر۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیمار پرسی کے لئے شہر کے کناروں تک جایا کرتے تھے۔ اور آپ خوشبو کو پسند فرماتے تھے اور بدبو کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور آپ فقراء کو پاس بٹھایا کرتے تھے اور مساکین کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ اور اہل فضل کی ان کے اخلاق کی وجہ سے عزت کیا کرتے تھے اور اہل شرف کی بھلائیوں کی وجہ سے ان کی دلداری کیا کرتے تھے۔ اور آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک اور نیکی کیا کرتے تھے سوائے اس کے کہ جو ان میں افضل ہوں انکو ترجیح دیتے تھے اور آپ کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے اور عذر کرنے والے کا عذر قبول فرماتے تھے۔ آپ خوش طبعی کیا کرتے تھے لیکن حق کے سوا کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ آپ ہنسا کرتے تھے مگر قہقہہ کے بغیر۔ آپ مباح کھیلوں کو دیکھا کرتے تھے اور اسے مکروہ نہیں سمجھتے۔ اور اپنی بیویوں سے دوڑ کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے غلام اور لونڈیاں بھی تھیں۔ لیکن کھانے اور لباس کے معاملہ میں آپ نے کبھی اپنے آپ کو ان پر بلند نہیں کیا۔ آپ امی تھے اور پڑھنا اور لکھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے جاہل اور صحرائی علاقہ میں فقر اور بکریاں چرانے کی حالت میں پرورش پائی۔ آپ یتیم تھے، آپ کے ماں باپ نہیں رہے تھے۔ پس اللہ تعالےٰ نے آپ کو تمام محاسن اخلاق، اچھے طریقے، اول اور آخر کی خبریں، اور وہ سب باتیں تعلیم فرمائیں جن میں آخرت میں نجات اور فلاح ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی اطاعت کریں اور ان کے کاموں میں انھیں اپنا اسوہ بنائیں۔ آمین +

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب کے بیان میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مومن کو کبھی گالی نہیں دی تھی مگر یہ کہ اس کو اس کے لئے کفارہ اور رحمت بنایا۔ اور آپ نے کسی عورت یا خادم کو لعنت نہیں کی۔ ایک مرتبہ آپ کفار کے ساتھ جنگ کر رہے تھے اور آپ سے کہا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے حق میں لعنت کیجئے۔ تو آپ نے فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَۃً وَّ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا۔

یعنی میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ مجھے لعنت کے لئے مبعوث نہیں کیا گیا۔

اور کہا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے حضورؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا کہ آپؐ نے میرے کسی کام کو ناپسند فرما کر یہ کبھی نہیں کہا کہ "تو نے ایسا کیوں کیا؟" اور جب کبھی حضورؐ کی ازواج مطہرات نے مجھے ملامت کی۔ تو آپ نے یہی فرمایا: "اسے چھوڑ دو تقدیر میں اسی طرح تھا" کہتے ہیں کہ جب آپ کو دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو آپ آسان کو پسند فرماتے۔ بشرطیکہ اس کی وجہ سے گناہ یا قطع رحم لازم نہ آتا ہو۔ ورنہ حضورؐ لوگوں میں سب سے زیادہ ایسی بات سے دور رہتے تھے۔ اور آپؐ کے پاس نہیں آیا کبھی کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی مگر اس کے ساتھ ہو کر اس کا کام کر دیا۔ اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت سے پہلے توراۃ کی پہلی سطر میں آپ کی اس طرح توصیف فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَبْدِی الْمُخْتَارُ لَا فَظٌّ وَّلَا غَلِیْظٌ وَّلَا صَخَّابٌ فِی الْاَسْوَاقِ وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ وَلٰکِنْ یَّعْفُوْا وَیَصْفَحُ وَمَوْلِدُہٗ بِمَکَّۃَ وَھِجْرَتُہٗ طَیْبَۃَ وملکہٗ بِالشَّام یَاتزرُ عَلٰی وَسْطِہٖ ھُوَ وَمَنْ مَعَہٗ دُعَاۃ القرآن والعلم یتوضّأ عَلٰی اَطْرَافِہٖ۔

یعنی محمد اللہ کے رسول ہونگے میرے پسندیدہ بندے ہونگے، درشت خو، سخت دل نہ ہونگے، نہ تو بازاروں میں چلانے والے ہوں گے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہونگے بلکہ معاف کر دینگے اور انکی جائے پیدائش مکہ ہوگی اور انکی ہجرت مدینہ کی طرف ہوگی۔ انکا ملک شام ہوگا۔ وہ کمر کے وسط میں تہمد باندھینگے۔ وہ اور انکے ساتھی قرآن اور علم کے محافظ ہونگے اور وہ اپنے اطراف (اعضاء) پر وضو کرینگے۔

اور اسی طرح انجیل میں بھی آپ کی نعت موجود تھی اور آپ کے خلق میں یہ بات بھی تھی کہ جو آپ کو ملتا تھا

آپ پہلے سلام کرتے تھے اور جو شخص کسی کام کے لیئے آپ کو دیر تک ٹھہراتا تو جب تک وہ خود ہی نہ چلا جاتا آپ ٹھہرے رہتے۔ کوئی شخص آپ کا ہاتھ پکڑتا تھا تو آپ اس وقت تک ہاتھ نہیں چھڑاتے تھے جب تک وہ خود نہ چھوڑ دے۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی صحابی کو دیکھتے تھے خود مصافحہ کرتے تھے۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر پنجہ کے ساتھ پنجہ ملاتے تھے۔ پھر اسکے ہاتھ کو دباتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں اٹھتے تھے اور نہیں بیٹھتے تھے مگر اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ اور نہیں بیٹھتا تھا آپ کے لئے کوئی شخص جس وقت کہ آپ نماز پڑھ رہے ہوں مگر یہ کہ آپ نماز کو ہلکا کرتے تھے۔ پھر اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور دریافت فرماتے تھے کہ تمھیں میرے ساتھ کوئی کام ہے؟ پس جب اسکی حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو پھر اپنی نماز کی طرف لوٹتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتا تھا۔ آپ اسکی عزت کرتے تھے۔ اور لبا اوقات آپ اس شخص کے لئے اپنا کپڑا بچھاتے جسکے ساتھ آپ کی رشتہ داری بھی نہیں ہوتی تھی۔ اور نہ رضاعت کا رشتہ ہوتا تھا۔ اور اس کو اس کپڑے پر بٹھاتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آنے والے کیلئے وہ تکیہ پیش کرتے تھے جو آپ کے نیچے ہوتا تھا۔ اور اگر وہ اسے قبول کرنیسے انکاری ہوتا تھا تو آپ اصرار کرتے تھے یہانتک کہ وہ اسے قبول کرے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس سے اٹھتے تھے تو فرماتے تھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ اور بعض روایات میں اسطرح آیا ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

یعنی پاک ہے تو بارخدایا اور تیری تعریف ہے۔ گواہی دیتا ہوں میں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر تو، تو واحد ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔

پھر فرماتے تھے کہ یہ کلمات مجھے جبرئیلؑ نے سکھائے ہیں +

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور ہنسی کے بیان میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو میں لوگوں میں سب سے زیادہ فصیح اور کلام میں سب سے زیادہ میٹھے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ (یعنی میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں) اور

اہل جنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جامع ہوتا تھا۔ اس میں غیر ضروری زیادتی یا کمی نہیں ہوتی تھی۔ آپ کا کلام (مضمون کے لحاظ سے) مسلسل ہوتا تھا آپ کے کلام کے درمیان وقفہ ہوتا تھا تاکہ سننے والا اسے حفظ کر کے یاد کرے۔ آپ خوشی یا غصہ کی حالت میں حق کے سوا کچھ نہیں فرماتے تھے۔ جب آپ پر قرآن نازل نہ ہو رہا ہوتا۔ یا آپ قیامت کا ذکر نہ فرما رہے ہوتے یا خطبہ میں وعظ و نصیحت نہ فرما رہے ہوتے تو اس وقت آپ لوگوں میں سب سے زیادہ مسکرانے والے اور پاک نفس ہوتے تھے۔ ایک دن ایک اعرابی آیا اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متغیر بیٹھے تھے اور آپ کے صحابہ آپ کو پہلی حالت میں نہیں پاتے تھے۔ اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی سوال کرنا چاہا تو صحابہ کرام نے کہا اے اعرابی ایسا مت کر کیونکہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رنگ کو متغیر پاتے ہیں۔ اعرابی نے کہا: مجھے چھوڑ دو۔ اس ذات کی قسم جس نے حضور کو نبی برحق بنا کر مبعوث کیا ہے اس وقت تک باز نہیں آؤں گا جب تک حضور تبسم نہیں فرمائینگے۔ پس اس نے کہا "یا رسول اللہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ مسیح الدجال روٹی اور شوربے کے ساتھ آئے گا جبکہ تمام لوگ بھوکوں مر رہے ہوں گے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اس روٹی اور شوربے سے بچوں اور پرہیز کروں یہانتک کہ بھوک سے ہلاک ہو جاؤں یا اس روٹی اور شوربے کو استعمال کروں یہانتک کہ شکم سیر ہونے کے بعد خدا پر ایمان لے آؤں اور مسیح الدجال کا انکار کر دوں؟ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہانتک کہ آپ کے دانت نظر آنے لگے۔ اور آپ نے فرمایا: "نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ تمھیں اس چیز کے ساتھ بے نیاز کر دیگا جس کے ساتھ وہ مومنوں کو بے نیاز کریگا"۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی کام آپڑتا تھا تو آپ اسے خدا کے سپرد کر دیتے تھے اور خود طاقت اور قوت سے بری الذمہ ہو جاتے تھے اور خدا سے نزول ہدایت کی دعا کرتے تھے اور کہتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنی الحق حقاً فاتبعہ و	یعنی اے بار خدا! مجھے حق، حق کی صورت میں دکھا
ارنی المنکر منکراً وارزقنی اجتنابہ و	تاکہ میں اس کا اتباع کروں اور برائی، برائی کی شکل میں
اعذنی من ان یشتبہ علی فاتبع ھوای	دکھا اور مجھے توفیق دے اس سے بچنے کی۔ اور مجھے پناہ
بغیر ھدی منك واجعل ھوای تبعاً	میں رکھ اس چیز سے کہ وہ مجھ پر مشتبہ ہو جائے تو میں بغیر
بطاعتك وخذ رضا نفسك من نفسی فی	تیری ہدایت کے اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگوں اور میری

عافیۃ واھدنی فیما اختلف فیہ من الحق باذنک فانک تھدی الی صراط مستقیم۔

خواہش کو اپنی اطاعت کے تابع کر اور اے اپنی رضا کو میرے نفس سے عافیت میں۔ اور جہاں حق میں اختلاف پڑ جائے تو اپنی اجازت سے مجھے ہدایت کر کیونکہ تو ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق اور کھانے کے آداب کے بیان میں جس کا کچھ حصہ کھانے پینے کے باب میں گذر چکا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ککڑیوں کو تازہ کھجوروں اور نمک کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ اور آپ پھلوں میں سے ککڑی، تربوز اور انگور بے حد پسند فرمایا کرتے تھے۔ بعض اوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انگوروں کا خوشہ کھایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے انگوروں کا پانی ٹپک کر حضور کی ریش مبارک پر گرتا تھا اور اس پانی کے قطرے موتیوں کی طرح نظر آتے تھے۔ اور حضورؐ کی اکثر غذا پانی اور کھجوریں ہوتی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ اور کھجوریں ملا کر کھایا کرتے تھے۔ اور اسے آپ اطیبین یعنی دو عمدہ چیزیں کہا کرتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب غذاؤں میں گوشت بہت زیادہ پسند تھا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ہے:

ھُوَ یَزِیْدُ فِی السَّمْعِ وَھُوَ سَیِّدُ الطَّعَامِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَوْ سَاَلْتُ رَبِّیْ اَنْ یُّطْعِمَنِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ لَفَعَلَ۔

یعنی گوشت سماعت کو زیادہ کرتا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں کھانوں کا سردار ہے۔ اور اگر میں خدا سے سوال کرتا کہ مجھے ہر روز گوشت کھلایا کرے تو وہ ایسا ہی کرتا۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شوربے میں بھیگے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت اور کدو کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بے حد مرغوب تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے بھائی یونس علیہ السلام کی بیل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے کہ جب ہنڈیا پکاؤ تو اس میں کدو زیادہ ڈالا کرو کیونکہ یہ غمگین دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام شکار کیئے ہوئے پرندوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ لیکن اس کے پیچھے نہیں پڑتے تھے اور نہ خود شکار کرتے تھے بلکہ اس چیز کو پسند فرماتے تھے کہ ان کے لئے شکار کر کے لایا جائے۔ پس اسے کھاتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روٹی اور مکھن کھاتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بکری کے گوشت میں سے دستی اور کندھے کے گوشت کو پسند فرماتے تھے اور ہنڈیا میں سے کدو اور آچار میں سے سرکہ اور کھجوروں میں سے عجوہ (ایک قسم کی کھجور) کو پسند فرماتے تھے اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ جنت کے میووں میں سے ہے اور زہر اور جادو کے لئے شفا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سبزیوں میں سے کاسنی، بازروج اور خرفہ کے ساگ کو پسند فرماتے تھے۔

لباس کے معاملہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آداب و اخلاق کے بیان میں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کپڑا مل جایا کرتا تھا پہن لیا کرتے تھے۔ اور حضور کا اکثر لباس سفید ہوا کرتا تھا۔ اور فرماتے تھے:

اَلْبِسُوْهَا اَحْيَاءَكُمْ وَكَفِّنُوْا فِيْهَا مَوْتَاكُمْ۔ یعنی سفید لباس ہی اپنے زندوں کو پہناؤ اور سفید لباس ہی کا اپنے مردوں کو کفن پہناؤ۔

بعض اوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر نکلتے تھے تو آپ کی انگوٹھی کے ساتھ دھاگا بندھا ہوتا تھا جس سے آپ کو کوئی چیز یاد رکھنی مقصود ہوتی تھی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پگڑیوں کے نیچے ٹوپیاں پہنا کرتے تھے اور کبھی بغیر عمامہ کے بھی پہنتے تھے۔ اور بعض اوقات نماز پڑھتے وقت ٹوپی کو سر سے اتار کر اپنے آگے سترہ کے طور پر رکھ لیا کرتے تھے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کپڑے پہنتے تھے تو دائیں طرف سے شروع کرتے تھے اور فرماتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ۔ یعنی تعریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہوں اور لوگوں میں اسکے ساتھ اپنی آرائش کرتا ہوں

اور جب حضورؐ کپڑے اتارتے تھے تو بائیں طرف سے اتارتے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جمعہ کے لئے خاص لباس تھا۔ جب حضور نیا لباس استعمال فرماتے تھے تو پرانا کسی مسکین کو دے دیتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَكْسُوْا مُسْلِمًا مِنْ فَضْلِ ثِيَابِهٖ وَلَا يَكْسُوْهُ اِلَّا لِلّٰهِ تَعَالٰى اِلَّا كَانَ فِيْ ضَمَانِ اللّٰهِ وَحِرْزِهٖ وَخَيْرِهٖ مَا دَارَاهُ حَيًّا وَّمَيِّتًا۔

یعنی نہیں ہے کوئی ایسا مسلمان جو کسی دوسرے مسلمان کو اپنے بچے ہوئے کپڑے پہنائے اور نہ پہنائے اسے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے مگر یہ کہ ہو جاتا ہے وہ اللہ کی ضمانت، حفاظت اور بھلائی میں جب تک اس کو زندہ یا مردہ پہنے رکھتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چمڑے کا گدیلا تھا جس کے اندر کھجور کے چھلکے بھرے ہوئے تھے۔ اس کا طول دو ہاتھ یا اس کے قریب تھا اور ایک ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عبا تھی۔ جہاں کہیں حضور تشریف لے جاتے تھے اسے دہرا کر کے حضورؐ کے لئے بچھا دیا جاتا تھا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم چمڑے کا ایک کمر بند باندھا کرتے تھے جس میں چاندی کے تین حلقے ہوتے تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شجاعت کے بیان میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم نے بدر کا دن دیکھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈھتے پھرتے تھے۔ اور حضورؐ ہم سے بھی زیادہ دشمن کے قریب تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شجاعت میں سب لوگوں سے زیادہ تھے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے معجزوں کے بیان میں

واضح ہو کہ جس شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال و اخلاق کا مشاہدہ کیا ہے۔ اور جو کچھ حضورؐ سے منقول ہے اس کی طرف کانوں کو مائل کیا ہے وہ جان سکتا ہے کہ اولین و آخرین ان کی مثالیں

پیش کرنے سے عاجز ہیں اور یہ تصور میں نہیں آسکتا۔ مگر یہ کہ از راہ وحی اور تنزیل ہو۔ بدوی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر کہا کرتے: واللہ ما ھٰذا وجہ کذاب قط (یعنی خدا کی قسم یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا) اہلِ بصیرت کے لئے تو اسی قدر کافی ہے۔ اور یہ چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدق اور نبوت پر دلالت کرتی ہے۔ اور ہم اس جگہ ان معجزات کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے۔ اور ان میں سے یہ ہے کہ جب قریش نے حضورؐ سے چاند دو ٹکڑے کرنے کا کہا تو حضورؐ نے ان کے لئے چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے۔ اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے خندق کے دن ابی طلحہ کے مکان پر کثیر تعداد لوگوں کو کھانا کھلایا اور حضورؐ کی انگلیوں سے پانی جاری ہوا جسے تمام لشکریوں نے پیا اور وہ پیاسے تھے۔ اور وضو کیا ایک چھوٹے سے پیالے سے جو اس قدر تنگ تھا کہ حضورؐ اس میں اپنا ہاتھ بھی نہیں پھیلا سکتے تھے۔ اور اس کی مثالیں بےشمار ہیں۔ اور سمجھ دار آدمی انھی پر اپنے ایمان کا انحصار نہیں کیا کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ جاننے والا ہے ◆

اکیسواں باب

عجائب قلب کا بیان

یہ مہلکات کی چار قسموں میں سے پہلی قسم ہے

پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ فِی جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَصَلُحَ لَھَا سَائِرُ الْبَدَنِ اَلَا وَ ھِیَ الْقَلْبُ۔

یقیناً ابن آدم کے جسم میں ایک ایسی بوٹی ہے کہ جب وہ سدھر جائے تو سارا جسم سدھر جاتا ہے اور اس کے سبب باقی بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ سن رکھو اس (بوٹی) کا نام دل ہے۔

اس حدیث شریف سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اصل دل ہے اور وہی جسم کی دنیا میں فرمانروا ہے۔ اور باقی سارے اعضا رعیت ہیں۔ اب ہم قلب و روح اور نفس و عقل کے معنے بیان کرتے ہیں:

پہلا لفظ **قلب** ہے۔ اس کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔ ایک تو صنوبر نما گوشت پر جو سینے کی بائیں طرف ہوتا ہے، اس کے اندر کی طرف ایک تجویف میں کچھ خونِ سیاہ ہوا کرتا ہے وہی روح کا معدن اور منبع ہے۔ اس شکل کا گوشت جانوروں اور مُردوں میں بھی ہوتا ہے۔

دوسرے معنوں میں قلب ایک ربانی روحانی لطیفہ کا نام ہے جس کا اس گوشت کے ساتھ ایک قسم کا لگاؤ ہوتا ہے۔ یہی لطیفہ ہے جو اللہ کو جانتا اور ان چیزوں کا ادراک کرتا ہے جن کو وہم و خیال دریافت نہیں کر سکتے، یہی انسان کی حقیقت ہے، اور اسی سے خطاب ہوتا ہے، اور اسی معنے کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے: اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ (یقیناً اس میں اس شخص

کے لئے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو۔ اگر لفظِ قلب سے یہی صنوبری شکل گوشت مراد ہوتا تو اس کو تو ہر شخص کے پاس موجود ہونا چاہئے۔ جب تم یہاں تک جان چکے تو اب یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس صنوبری گوشت کے ساتھ اس لطیفہ کا تعلق ایسا دشوار ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ مشاہدہ اور عیان سے دریافت کیا جاسکتا ہے۔ جو کچھ اس کے بارے میں کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے، کہ لطیفہ قلب بادشاہ کی مانند ہے اور گوشت کا دل اس کے دار الخلافہ کی بجائے ہے۔ اگر اس کے ساتھ اس کا تعلق اعراض کے تعلق کی مانند ہوتا تو اس کے باب میں یہ کہنا صحیح نہ ہوتا کہ اَنَّ اللّٰہَ یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِہٖ (وہ انسان اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے)۔

دوسرا لفظ **روح** ہے اور اس لفظ کے بھی دو معنے ہیں، ایک روحِ طبعی اور وہ ایک دُخان ہے جس کا منبع وہ خونِ سیاہ ہے جو صنوبری دل کی تجویف میں رہتا ہے اور رگوں اور شریانوں کے ذریعے تمام اجزائے بدن میں پھیلتا رہتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گھر میں چراغ ہو اور اس کی روشنی گھر کے تمام کونوں میں پہنچ رہی ہو۔ اطبا لفظ روح کا اسی معنے پر اطلاق کرتے ہیں۔ دوسرے معنوں میں روح وہی لطیفہ ربانیہ ہے جس کو قلبِ حقیقی کہتے ہیں۔ یعنی روح و قلب کے دونو لفظ ہم معنے ہیں اور اس لطیفہ پر یکساں وارد ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس کلام الٰہی میں : وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ۔

تیسرا لفظ **نفس** ہے۔ اس لفظ کے بھی دو معنے ہیں۔ ایک معنے تو وہ چیز ہے جو غضب اور شہوت کی قوتوں اور مذموم صفتوں کی جامع ہے۔ اور وہی مراد ہے اس حدیث میں کہ

اَعۡدٰی عَدُوِّکَ نَفۡسُکَ الَّتِیۡ بَیۡنَ جَنۡبَیۡکَ۔ تیرا سب دشمنوں سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیری دو پسلیوں کے بیچ ہے۔

دوسرا معنی نفس کا وہی لطیفہ ربانیہ ہے جس کو ایک معنے میں روح و قلب کہتے ہیں۔ روح و قلب کے ساتھ لفظِ نفس بھی اس لطیفہ پر دلالت کرتا ہے اور یہ لطیفہ وہ حقیقت ہے جس کے سبب انسان باقی حیوانات سے متمیز ہوتا ہے۔ جس وقت وہ صاف اور اللہ کے ذکر سے آراستہ ہوتا ہے اور شہوتوں اور بری صفتوں کے آثار اس سے مٹ جاتے ہیں تو اس کو **نفسِ مطمئنہ** کہتے ہیں۔ یہی مراد ہے اس آیت میں یٰۤاَیَّتُہَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ الآیہ۔ اور نفس کے اس درجہ تک پہنچ لینے سے پہلے دو درجے ہیں

جن میں سے ایک کے اعتبار سے اس کو نفسِ لوّامہ کہا جاتا ہے۔ اسی کی اللہ تعالےٰ نے قسم ان الفاظ میں کھائی ہے کہ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ۔ اور یہی نفس ہے جو گناہوں پر ملامت کرتا ہے، نہ اُن کی طرف مائل ہوتا ہے، نہ ان پر راضی ہوتا ہے۔ اس درجہ تک پہنچنے سے پہلے اس کا ایک درجہ اور ہے۔ جس کو اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ کہتے ہیں۔ یہ ایسی حالت ہے جس میں نہ تو وہ نیکی کا حکم کرے اور نہ بدی پر ملامت کرے اور یہ نفس کا نچلا درجہ ہے۔ مطمئنہ اوپر کا درجہ ہے، لوامہ ان دونوں کے درمیان ہے۔ جو نہ تو شر سے راضی ہو کر اس پر مائل ہوتا ہے اور نہ اس کو اطمینان ہی حاصل ہوتا ہے کہ وہ خیر یعنی ذکر الٰہی پر مطمئن ہو جاتے ہیں۔

چوتھا لفظ **عقل** ہے۔ اس کے کئی معنے مذکور ہیں۔ ایک اشیاء کی حقیقتوں کو جاننا۔ دوم وہ عالم جس کے لئے علم صفت کی مانند ہو۔ اس معنے میں اس سے مراد وہی لطیفہ ربانیہ ہو گا جو مذکور ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ عقل کے پہلے معنے تو مراد ہو نہیں سکتے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالَى الْعَقْلَ ثُمَّ	اللہ تعالےٰ نے پہلے جس چیز کو پیدا کیا وہ عقل تھی۔ پھر
قَالَ لَهٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهٗ اَدْبِرْ	اس کو کہا: آگے آ۔ تو وہ آگے آگئی۔ پھر اسے کہا پیچھے
فَاَدْبَرَ۔	ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔

پھر جب تمہیں معلوم ہو گیا کہ احادیث و آیات میں قلب و عقل اور روح و نفس سے مراد لطیفۂ ربانیہ ہے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم جب ان الفاظ کا استعمال کریں گے تو ان سے یہی معنے مراد لیں گے۔ سہل تستریؒ کا قول ہے کہ قلب عرش ہے اور صدر کرسی ہے۔ اس قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قلب سے اس کی مراد صنوبری گوشت کے سوا کوئی اور چیز ہے +

فصل

دل کے لشکروں کا بیان

جب تم قلب کو پہچان چکے تو اب ہم تم سے اس کے لشکروں کا ذکر کرتے ہیں:

اس کے دو لشکر ہیں۔ ایک لشکر تو وہ ہے جو چشمِ سر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس میں ہاتھ پاؤں آنکھیں اور باقی اعضا شامل ہیں اور دوسرا لشکر وہ ہے جو دیدۂ دل سے دکھائی دیتا ہے اور وہ کچھ صفات ہیں جن کا ذکر آگے آتا ہے اور یہ حدیث اس پر دلالت کرتی ہے:

اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ الْجَسَدِ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔

یعنی جسم بنی آدم میں ایک ایسی بوٹی ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو باقی جسم بھی درست ہو جائے اور یاد رکھو کہ وہ قلب ہے۔

ہونا تو یہ چاہیئے کہ دل امیر و حاکم ہو اور باقی بدن اس کے احکام و نواہی کا مطیع ہو، پھر اگر ایسا نہ ہو اور خواہشوں کا غلبہ ہو جائے تو فرمانروا فرمانبردار بن جائے گا اور معاملہ برعکس ہو جائیگا۔ گویا بادشاہ کسی کتے یا کسی دشمن کے ہاتھ میں اسیر ہو جائے گا۔ اسی لئے یہ شخص جب شرہ یا شہوت کے داعیہ کی اطاعت کریگا تو خواب یا بیداری کی حالت میں (جو صوفیہ پر طاری ہوا کرتی ہے) اپنے آپ کو سؤر یا گدھے کے آگے سجدہ کرتے دیکھیگا، اور اگر غضب کا کہا مانیگا تو اپنے نفس کو کتے کے سامنے ساجد پائیگا۔ کیونکہ اس نے درحقیقت گدھے کی اطاعت کی ہے جو شہوت ہے اور خنزیر کی اطاعت کی ہے جو شرہ ہے اور وہ اس حالت میں یعنی شہوت و شرہ کی طاعت میں شیطان کا مطیع ہے جو آدمی پر قابو پا لیتا ہے۔ پھر جب ان صفات کے ساتھ جو لشکرِ شیطان ہیں اس کی ہوا کا تسلط دل پر دراز ہو جائے اور اس لشکر کو شکست دینے کے لئے دل کو نصرت دستیاب نہ ہو اور دل مدت تک مغلوب رہے تو یہ اس لطیفہ کی خاصیت کے ملیامیٹ کر دینے کا سبب ہو جاتا ہے اور احادیث میں جو دل کی سیاہی کا ذکر آیا ہے اور آیات میں طبع و رین کا، اس سے یہی مراد ہے۔ قال اللّٰہ تعالٰی: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ طَبَعَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ۔ وَقَالَ تع: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ۔ دل کی مثال آئینے کی جیسی ہے کہ جب تک وہ زنگار اور میل کچیل سے پاک و صاف رہتا ہے اس میں چیزیں دکھائی دیتی رہتی ہیں۔ لیکن جب زنگار اس پر غالب آجاتا ہے اور اس کو صیقل کرنے اور اس کا زنگار دور کرنے کی کوئی چیز نہیں ملتی اور زنگار اس کے جرم میں سرایت کر جاتا ہے تو وہ تباہ ہو جاتا ہے اور اس حالت کو پہنچ جاتا ہے کہ کوئی صیقلگر اس کو مجلا و مصفا نہیں کر سکتا، یہی امر طبع و رین سے مراد ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں کہ اِنَّ الْقَلْبَ لَیَصْدَأُ کَمَا یَصْدَأُ الْحَدِیْدُ (یعنی جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے۔ قلب کو

بھی زنگ لگتا ہے) - پوچھا: اس کی جلا کیا چیز ہے؟ فرمایا: یادِ مرگ اور تلاوتِ قرآن جب قلب کی ولایت بالکل باطل ہوجاتی ہے تو شیطان غالب ہوجاتا ہے اور جو اچھی صفتیں ہوتی ہیں بری صفتیں بن جاتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَةٌ: قَلْبٌ اَجْرَدُ فِيْهِ سِرَاجٌ يَزْهَرُ فَذَاكَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ، وَقَلْبٌ اَسْوَدُ مَنْكُوْسٌ فَذَاكَ قَلْبُ الْكَافِرِ، وَقَلْبٌ اَغْلَفُ مَرْبُوْطٌ عَلٰى غِلَافِهٖ فَذَاكَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ۔ وَقَلْبٌ مُصَفَّحٌ فِيْهِ اِيْمَانٌ وَنِفَاقٌ۔ فَمَثَلُ الْاِيْمَانِ فِيْهِ مَثَلُ الْبَقْلَةِ يَمُدُّهَا الْمَاءُ الطَّيِّبُ وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِيْهِ كَمَثَلِ الْقَرْحَةِ يَمُدُّهَا الْقَيْحُ وَالصَّدِيْدُ فَاَيُّ الْمَادَّتَيْنِ غَلَبَتْ عَلَيْهِ حُكِمَ لَهٗ بِهَا۔

دل چار ہیں: قلب اجرد (صاف) جس میں چراغ چمکتا ہے۔ یہ مومن کا دل ہے۔ اور قلب سیاہ نگونسار، یہ کافر کا دل ہے۔ اور قلب اغلف جو غلاف میں بندھا ہے یہ منافق کا دل ہے۔ اور قلب مُصَفَّح (دو رُخا) جس میں ایمان بھی ہو اور نفاق بھی۔ پس ایمان کی مثال اس میں ایسی ہے جیسے سبزہ جس کی آبیاری اچھے پانی سے ہو اور اس میں نفاق کی مثال ایسی ہے جیسے قرحہ، جس کی آبیاری پیپ اور زرداب سے ہو، پس دونوں میں جو مادہ غالب ہوگا اسی کا حکم اس پر لگایا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے وہی اس کو لے جائیگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔

یقیناً جن لوگوں نے پرہیزگاری کی جب چھو جائے ان کو کوئی پھیرا شیطان کا تو وہ چونک پڑتے ہیں پھر یکایک سوجھ ہوجاتی ہے۔

بتلایا گیا کہ دل کی بینائی اور جلا ذکر سے حاصل ہوتی ہے اور ذکر پرہیزگاری سے جاگزیں ہوتا ہے پس پرہیزگاری ذکر کا دروازہ ہے اور ذکر کشف کا اور کشف فوزِ اکبر کی کلید ہے۔

فصل

دل کی مثال آئینے کی مثال ہے، اور حقیقتوں کے علموں کی مثال ان صورتوں کی مثال ہے جو آئینے میں نظر آتی ہیں، اور صورت کا حاصل ہونا تیسری چیز ہے۔ اس معرفت کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آئینے میں صورتوں کے منکشف نہ ہو سکنے کے پانچ اسباب ہیں:

اول آئینے کی صورت کا نادرست ہونا۔ دوم اس کا خراب اور زنگ آلود ہونا۔ سوم، صورت کے رخ سے پھرا ہوا ہونا۔ چہارم آئینے اور صورت میں پردہ ہونا۔ پنجم اس جہت سے بے خبر ہونا جس میں صورت ہے۔ پس یہی قلب کا حال ہے کہ وہ تمام امور میں حلیہ حق سے آراستہ ہونے کو آمادہ ہے، وہ اس سے عاری رہتا ہے تو ان ہی پانچ سببوں کی وجہ سے جن میں سے پہلا قلب کا اپنی ذات میں ناقص ہونا ہے۔ دوم، گناہوں کی میل کچیل اور اس گندگی کی وجہ سے جو کثرت شہوات کی وجہ سے دل پر تہ بہ تہ جم جاتی ہیں جیسا کہ اشارہ ہے اس آیہ میں کہ

بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ — نہیں نہیں بلکہ ان کے دلوں کو زنگ لگ گیا ہے۔

اور اس حدیث میں کہ

مَنْ قَارَفَ ذَنْبًا فَارَقَهٗ عَقْلٌ لَمْ يَعُدْ اِلَيْهِ اَبَدًا۔ — جو شخص کوئی گناہ کرتا ہے عقل اس سے ایسی الگ ہو جاتی ہے کہ پھر واپس نہیں آتی۔

کیونکہ غایت اس کی یہ ہے کہ دل کو ایسی نیکی سے صیقل کرے جو اس کے بعد کی جائے اور اگر وہ گناہ کے بغیر ہوتی تو قلب کے اشراق کو زیادہ کر دیتی۔ سوم یہ کہ وہ حقیقتِ مطلوبہ کے رُخ سے برگشتہ ہو۔ پس اس کا رخ ترتیبِ طاعات کی طرف ہونا چاہیئے اور ایسا ہونا چاہیئے جیسا کہ خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ الخ۔ چہارم حجاب اور وہ یہ ہے کہ ہر قلب میں کسی ایسی شہوت یا فسادِ عقیدہ کا بقیہ ہو جو ابتدائے عمر میں ہو چکا ہو اور اس کا اثر رہ گیا ہو۔ پنجم، اس جہت کی لاعلمی جس میں مطلوب موجود ہو۔ پس اس کو اس (ذات) پر ایمانِ کلی ہونا چاہیئے جو اس کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ جس شے کی ہستی کا علم ہی نہ ہو اس کو طلب کیسے کریگا۔ پس غفلت مانع رہتی ہے۔ حدیث

میں آتا ہے کہ

لَوْلَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ — اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں پر گردش نہ کرتے تو وہ آسمان کے ملکوت کی طرف نظر کر سکتے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ۔ — ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ یا اسکو یہودی بنا لیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ پوچھا: اے خدا کے پیغمبر! اللہ زمین میں ہے یا آسمان میں؟ فرمایا: اپنے مومن بندوں کے دلوں میں۔ اسی سبب سے عمرؓ نے کہا:

رَاٰی قَلْبِیْ رَبِّیْ۔ — میرے دل نے میرے رب کو دیکھا۔

اس لئے کہ انھوں نے اپنے دل کا تزکیہ کر لیا تھا۔ اللہ نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰهَا۔

جان لو کہ قبول حق کے تین درجے ہیں۔ پہلا: اوّل فطرۃ میں سن کر قبول کر لینا، اس میں خطا ممکن ہے، یہ تقلیدِ عوام ہے۔ دوسرا یہ کہ جس کا طالب ہو اس کا کلام مثلاً گھر کے اندر سے سنے اور اس سے استدلال کرے کہ یہی شخص مطلوب ہے۔ تیسرا یہ کہ گھر میں داخل ہو کر اس کو آنکھوں دیکھ لے۔ یہی مراد ہے علیؓ کے اس قول سے کہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا (اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو بھی میرا یقین زیادہ نہ ہو)۔ یہ ایمان ہے نبیوں، صدیقوں اور ولیوں کا۔ یہی ایمان ہے جس کے قریب شہوت و غفلت نہیں پھٹک سکتی۔ لیکن کافروں، بچوں اور پاگلوں کے حقائق آگاہی سے باز رہنے کی مثال مردِ بینا کی مثال ہے، اور یہ ثابت ہے کہ بعض اوقات بینائی تو پوری ہوتی ہے لیکن طلوعِ آفتاب سے پہلے کام نہیں کرتی، پھر جب سورج نکلتا ہے تو کام کرنے لگتی ہے۔ یہی حال علم کا ہے کہ وہ بچوں اور مجنونوں کے دل میں عقل و تمیز سے پہلے منکشف نہیں ہوتا کیونکہ ابھی اس کا دل نقشِ قلم قبول کرنے کے قابل نہیں ہوا تھا۔ اور قلم مخلوقاتِ خدا میں سے ایک مخلوق کا نام ہے جس کو اس نے بندوں کے دلوں پر علموں کے نقش حاصل ہونے کا سبب ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ مَا لَمْ یَعْلَمْ (وہ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم کیا جو کچھ وہ نہیں جانتا تھا) اور اللہ تعالیٰ کا قلم اسکی مخلوق کے قلم جیسا نہیں ہے جیسا کہ اسکا وصف مخلوق کے وصف جیسا نہیں ہے سو اسکا قلم بھی نَے اور لکڑی کا نہیں ہے جیسا کہ اسکی ذات جوہر و عرض کی جنس سے نہیں ہے۔

فصل

یہ تو واضح ہوگیا کہ قلب (لطیفۂ ربانیہ) بادشاہ کی مانند ہے، بدن اسکی ولایت ہے، عقل کی سوچنے والی قوت اس کا وزیر ہے۔ اور بری صفتیں، رذیلوں اور کمینوں کی مانند ہیں۔ پس بادشاہ جب تک حکومت کے کاروبار میں وزیرِ عقل کے اشارے پر چلتا رہتا ہے تو حکومت کا نظم و نسق درست رہتا ہے اور اگر شہوتیں اور بری خصلتیں اشارۂ عقل کے خلاف تسلط کرلیں تو یہ خلافِ عدل ہے۔ ہم اس کی ایک اور مثال بیان کرتے ہیں :

لطیفۂ ربانیہ (قلب) شکاری سوار کی مانند ہے، بدن اسکی سواری ہے، غضب اور شہوت اسکے کتے ہیں۔ اگر گھوڑا اسکا مطیع رہے، اور کتے اسکے فرمانبردار رہیں تو وہ اپنی غرض کو جو شکار ہے حاصل کریگا شکار سے مراد ہے اچھے علموں کا اور ابدی سعادت کا تحصیل کرلینا۔ اور اگر گھوڑا سرکش منہ زور ہو اس کی اطاعت نہ کرے۔ یا کتا سدھا ہوا نہ ہو، نہ تو اسکے چھوڑنے پر جھپٹے اور نہ اسکے اشارے پر رُکے تو کام خراب ہوجائیگا اور مقصود دستیاب نہ ہوسکیگا۔ اور یہ اندیشہ پیدا ہوجائیگا کہ کتا شکار پکڑنے کی جگہ، مبادا اسی کو پھاڑ کھائے۔

فصل

علوم کا بہم پہنچنا دلوں کے لئے کئی طور پر ہوتا ہے :

اوّل : جو علماء کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لوگ مقدمات سے نتائج کو پہنچتے ہیں اور دلائل سے ان کے مدلولات کو۔

دوم : جو کشف اور اللہ کے ارادے کے طریق پر ہوتا ہے جیسا کہ انبیا کے واسطے ہوتا ہے۔ اللہ نے ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں فرمایا :

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ — اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی روحیں۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ۔ — الٰہی ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں ۔

سو اُن کے لئے حقیقتیں بغیر کسی دلیل یا برہان یا مقدمات کے واسطے کے رُو در رُو آشکار ہوتی ہیں ۔ یہی مراد ہے اللہ کے اس قول سے :

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا ۔ — جو کھولتا ہے اللہ لوگوں کے لئے کوئی رحمت تو اسکا روکنے والا کوئی نہیں ہوسکتا

اور یہی رحمت اللہ کے جود و کرم میں ان دلوں کے لئے مبذول ہے جو اسکے لئے مستعد رہتے ہیں اسی کا اشارہ ہے اس حدیث میں :

اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوْا لَھَا ۔ — بیشک تمہارے رب کیلئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ لپٹیں ہیں سو تم ان کا تعرض کرتے رہو ۔

تعرض کا مطلب ہے تزکیہ کے ذریعے فلاح وسعادت حاصل کرنا ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا : قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۔ اور اعراض سے مطلب ہے خلافِ تزکیہ کاموں سے ادبار اور بدبختی میں گرنا ۔ فرمایا اللہ تعالےٰ نے : وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک آلود کیا ۔) اور کشف چاہنے کا قصد بندے کی طرف سے ہو تو اسکی مثال ہے دعا اور اِسْتِنْزَال ھدیٰ (یعنی ہدایت نازل کرنے کی درخواست) ۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو اور اسمیں بندے کی طرف سے کوئی سبب اور ہدایت نازل کرنے کی درخواست نہ ہو تو اسکی مثال ہے نزول ، اور اسی کی طرف اشارہ ہے ، اس حدیث نبوی میں :

یَنْزِلُ اللّٰہُ تَعَالٰی کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا ۔ — اللہ تعالیٰ ہر رات نچلے آسمان کی طرف اترتا ہے ۔

اور اس حدیث قدسی میں :

لَقَدْ طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلٰی لِقَائِہِمْ اَشَدُّ شَوْقًا ۔ — ابرار کا شوق میری ملاقات کے لئے بڑھ گیا ہے اور میرا شوق انکی ملاقات کے لئے بہت ہی زیادہ ہے ۔

اور استکشاف اور تکشّف (کشف وظہور کی درخواست ، اور ظہور ونمود) کی دونو طرفوں کیطرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے کہ

مَنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا ۔ — جو کوئی میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اسکی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں الخ ۔

الحاصل جود الٰہی نے چاہا کہ سعادت بغیر کسی بخل کے مبذول ہو اور کرم سرمدی نے چاہا کہ قلب اصل فطرت میں

اس سعادت کو قبول کرنے کیلئے مستعد ہو، اور اسی کا اشارہ ہے اس حدیث میں : کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ (ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے)۔ اور اس آیت میں : فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ (اللہ کی فطرت جس پر اسنے لوگوں کو پیدا کیا)۔ اور اس آیت میں : لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (ہمنے انسان کو بہترین شکل پر پیدا کیا ہے)۔ ہاں دونوں امروں کے بیچ روکنے اور بہلانے والی چیزیں آکھڑی ہوتی ہیں، اور شہوتیں، گندے کام اور بہلاوے بھی ہیں۔ پھر جب رکاوٹیں دُور ہوجاتی ہیں تو کام اپنی اصلی مناسبتوں کی طرف لوٹ آتے ہیں اور اللہ کی جلالت و عظمت قلب کیلئے بے پردہ ہوجاتی ہے اور وہ سعادت ابدی کو پہنچ جاتا ہے۔ برتن جتنا ایک شے سے خالی ہوگا دوسری کے لئے اسمیں گنجائش پیدا ہوگی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا : الرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ۔ پھر جس کو یہ سعادت حاصل ہوگئی وہ مَلَکِ کریم (معزز فرشتہ) ہوگیا۔ وہ ربانی ہوگیا۔ علیؓ کے کلام میں اسی کیطرف اشارت ہے :

اِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی فِیْ اَرْضِہٖ اٰنِیَۃً وَھِیَ الْقُلُوْبُ فَاَحَبُّھَا اِلَی اللّٰہِ اَرَقُّھَا وَاَصْفَاھَا وَاَصْلَبُھَا۔

اللہ تعالےٰ کے اس کی زمین میں کچھ باسن ہیں اور وہ دل ہیں۔ پس زیادہ پیارا ان میں اللہ کو وہ ہے جو زیادہ رقیق (پتلا۔ نرم) زیادہ صاف، زیادہ سخت ہو۔

پھر ان کلمات کی تفسیر میں فرمایا : سخت ترین دین میں، صاف تر یقین میں، نرم تر بھائیوں پر ——— اسی کا اشارہ ہے "مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ" میں یعنی اسکے نور کی مثل ایسی ہے جیسے چراغدان، اسمیں ایک چراغ ہو۔ اُبَیّ بن کعبؓ نے کہا : یہ مثل ہے مومنوں کے نور اور ان کے دل کی۔ اور قول الٰہی : اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ میں منافق کے قلب کی مثال ہے۔ اور زید بن اسلم نے کہا ہے کہ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ سے مراد مومن کا قلب ہے ۔

فصل

جاننا چاہیئے کہ انسان کی اصل فطرت میں اور اسکی ترکیب میں چار خلطیں ہیں : صفاتِ [1] سَبُعیہ [2] بہیمیہ۔ [3] شیطانیہ۔ [4] ربّانیہ۔ سو جہاں اس پر غضب (غصہ) مُسلّط ہوتا ہے تو وہ سباع یعنی درندوں کے کام کرنے لگتا ہے۔ اور جہاں اس پر شہوت غلبہ پاتی ہے تو بہائم یعنی مویشیوں کے افعال بجالاتا ہے

اور اس میں ان دونو صفتوں کے جوڑ پانے سے حرص اور قہر و غلبہ کی محبت سرزد ہوتی ہے۔ اور اگر اس پر شیطنت کا تسلط ہو تو مکر و فریب کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور اس لحاظ سے کہ وہ درحقیقت امر ربانی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اپنے رب ہونے اور بلند و برتر ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے اور اطاعت و فرمانبرداری سے نکلنا چاہتا ہے۔ اور اس امر کی مناسبت کے باعث علم و دانش سے اور عالم و دانا کہلانے سے خوش ہوتا ہے اور اسکے خلاف جہالت سے اور جاہل کہلانے سے ناراض ہوتا ہے۔ پھر جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہئے کہ عبادت کا شغل رکھنے اور اس پر ہمیشگی کرنے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ نامزا ہو اس کو دبانا اور جو کچھ مناسب ہو اسے رکھنا، اسکا بیان ریاضت النفس کے باب میں آئیگا۔

اور جان لینا چاہئے کہ شائستہ علم جو قلب میں حاصل ہو، اگر وہ پڑھنے سیکھنے اور ترتیب مقدمات کے طریق سے ہو تو وہ عالموں کا طریق ہے۔ اور اگر اس کے بغیر کشف و مشاہدہ کے ساتھ ہو تو وہ طریق صوفیہ ہے۔ اور اسکی دو قسمیں ہیں:

ایک نفس میں الہام کا واقع ہونا۔ یہ نَفْثٌ فِی الرُّوْعِ ہے۔ بقول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ:	بیشک روح القدس نے میرے سویدائے دل میں پھونکا کہ
اَحْبِبْ مَنْ شِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ۔	تو جس کو چاہے محبوب بنا کہ تیری اس سے جدائی ہونیوالی ہے
وَاعْمَلْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَجْزِیٌّ بِهٖ۔	تو جو کچھ چاہے عمل کرلے کہ تجھے اسکا بدلہ ملنے والا ہے۔
وَعِشْ مَا شِئْتَ فَاِنَّكَ مَیِّتٌ۔	اور تو جتنا چاہے جی لے کہ آخر تو مرنیوالا ہے۔

اور ایک اور قسم ہے، جو الہام کی جنس سے ہے، وہ یہ ہے کہ چیزوں کی حقیقتیں اس پر کھل جائیں اور وہ اس فرشتے کو دیکھ لے جو ان پر موکل ہے اور جس سے وہ مستفید ہوتا ہے۔ اور جان لے کہ جب دل صاف و شفاف اور جلا دار آئینے کی مانند ہو جائے اور یہ تو اس سے پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ چیزوں کی حقیقتیں لوحِ محفوظ میں نقش ہیں، سو جب کبھی حجاب اٹھ جائے اور آئینۂ دل لوحِ محفوظ کے روبرو ہو تو اسمیں علموں کی حقیقتیں کھل جاتی ہیں۔ اور حجاب کا اٹھنا کبھی تو خواب میں ہوتا ہے کبھی بیداری میں، اور وہ صوفیہ کا معتاد ہے۔ اور کبھی الطاف کی ہواؤں کے چلنے سے بغیر کسی سبب یا استعداد کے بندے کی جہت سے، پس پردۂ غیب کے پیچھے سے کچھ نرالے علم قلب میں چمک جاتے ہیں۔ اور یہ پورا پورا کشف

موت سے ہوتا ہے، کیونکہ سارا حجاب اسی کے ذریعے اٹھتا ہے۔ حدیث: اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا انْتَبَھُوْا میں ادھر ہی اشارہ ہے۔ حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔ لوگ سو رہے ہیں جب مرینگے جاگ پڑینگے۔ اور موت سے قریب قریب صوفیہ کا تصفیہ ہے۔ اسی لئے وہ درس علم میں مشتغل نہیں ہوتے بلکہ دل کے صاف کرنے اور علاقوں کے قطع کرنے میں مشغول رہتے ہیں تاکہ یہ اللہ کی طرف بالکل توجہ رکھنے اور کام اسکے حوالے کردینے کا سبب ہو کہ وہی خوب جانتا ہے کہ انکے دلوں کے لئے انوار والطاف کس طرح منکشف ہونگے۔ اور یہ انبیاء و اولیا کا طریق ہے۔ اسلئے کہ انھوں نے علوم وحقائق کو درس وتدریس کے ذریعے نہیں سیکھا بلکہ ان کو خزانے دستیاب ہوگئے تو اکتساب سے رک کر ادھر لگ گئے۔

مثال علم کسبی کی اور مثال ان کے طریقے کی مثال گنج اور کیمیا کی ہے۔ خبردار! جب تک گنج نہ ملجائے کسب کو مت چھوڑ، کہ یہی ہلاکت ہے۔

علموں کے لگاؤ سے دل کا حال اور صوفیہ کے حال اور تعلم میں فرق

جان رکھ کہ دل کے دو دروازے ہیں۔ ایک دنیاءِ حواس کی طرف جاتا ہے۔ دوسرا عالم غیب کی طرف کھلتا ہے۔ اور اس بات کی سچائی خواب کے حال میں تامل کرنے سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تم خواب میں عجیب عجیب باتیں دیکھتے ہو اور اس میں غیب کے حالات ظاہر ہوتے ہیں، اور جو باتیں ابھی مدت کو ظاہر ہونے والی ہوتی ہیں وہ بھی دیکھنے میں آجاتی ہیں۔ بیداری میں یہ دروازہ صرف انبیاء و اولیاء کے لئے کشادہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جن کے دل ماسوی اللہ سے پاک اور بکلی اللہ کی طرف متوجہ ہو چکے ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے حدیث میں:

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ۔ قِیْلَ وَمَنْ ھُمْ یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ الْمُجْتَھِدُوْنَ بِذِکْرِ اللہِ وَضَعَ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَوْزَارَھُمْ فَوَرَدُوا الْقِیَامَۃَ خِفَافًا۔

اہل تفرید آگے بڑھ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اہل تفرید کون لوگ ہیں؟ فرمایا کوشش سے اللہ کے ذکر میں مجاہدہ کرنیوالے۔ ذکر نے انکے بوجھ اتار دیئے۔ سو وہ قیامت کے دن ہلکے پھلکے پہنچ گئے۔

پھر ان کی تعریف میں یہ حدیث قدسی بیان فرمائی:

"میں اپنے چہرے کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ کیا تمھیں معلوم ہے کہ جس کی طرف میں اپنے

چہرے کے ساتھ توجہ کرتا ہوں کوئی جانتا ہے کہ میں کونسی چیز اس کو دینا چاہتا ہوں"۔ پھر ارشاد فرمایا: اول یہی عطا ہوتی ہے کہ انکے دلوں میں میں اپنا نور ڈالدیتا ہوں تو وہ میرے حال کی خبر دینے لگتے ہیں جیسے میں ان کے حال کی خبر دیتا ہوں"۔

بس اس سب کا مدخل دل کا وہی اندرونی دروازہ ہے جو عالم غیب کی طرف کھلتا ہے اور وہ عالم خدا کا عالم ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ قلب سے غیب کی جانب ایک روزن ہوتا ہے۔ ہم اس فرق کو جو تعلّم اور تصوّف کے درمیان ہوتا ہے ایک مثال سے واضح کرتے ہیں:

کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کے سامنے چینیوں اور رومیوں نے اچھے نقش ونگار بنانے میں اپنی اپنی بڑائی کا اظہار کیا۔ اس پر بادشاہ کی رائے یہ قرار پائی کہ ایک مکان کی ایک جانب چینیوں کے حوالے کرنی چاہیئے اور دوسری جانب رومیوں کے، اور دونو کے درمیان ایک پردہ ڈال دینا چاہیئے تاکہ ایک طرف والوں کی نقاشی پر دوسری جانب والے مطلع نہو سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رومیوں نے انواع واقسام کے عجیب وغریب رنگ جمع کئے اور چینیوں نے اپنی جانب کو صیقل اور مجلّٰی کرنا شروع کر دیا۔ جب رومی اپنی نقاشی سے فارغ ہوئے تو چینیوں نے کہا ہم بھی فارغ ہیں۔ بادشاہ کو اس سے تعجب ہوا۔ اس نے کہا تم کیسے فارغ ہو گئے رنگ وروغن تو تمھارے پاس کوئی تھا نہیں! انھوں نے گذارش کی کہ اسکا مضائقہ نہیں پردہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایئے۔ جب پردہ اٹھا تو اہلِ چین کی جانب کے رنگا رنگ نقش اور بھی صفائی کے ساتھ چمک رہے تھے۔ اسلیئے کہ جب رومی نقاشی کر رہے تھے تو وہ صیقل کر رہے تھے بس صوفی تو صیقل کرتے ہیں اور علما نقش کرتے ہیں۔ سو جو کچھ علما کو منکشف ہوتا ہے وہ صوفیوں کو زیادہ چمک دمک کے ساتھ منکشف ہوتا ہے۔ اور جو علما کو حاصل ہوتا ہے۔ اس کے سوا ان پر بہت سی ایسی چیزیں بھی منکشف ہوتی ہیں جن کی طرف پہنچنا تکلف اور تعلم کے ذریعے ناممکن ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں

مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ — جسکو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خیال گذرا۔

اور مذکورہ بالا حدیث قدسی میں جو آیا ہے: "کیا تمھیں معلوم ہے کہ میں جس کی طرف اپنے چہرے کے ساتھ توجہ کرتا ہوں کوئی جانتا ہے کہ میں کونسی چیز اسکو دینی چاہتا ہوں" اس سے مراد وہی حیات ہے جو اللہ تعالٰے کے اس کلام میں مقصود ہے: اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ "اے ایمان والو قبول کرو اللہ اور

اس کے رسول کی دعوت کو جب وہ تمھیں ایسی چیز کی طرف بلائیں جو تم کو زندہ کرتی ہے"۔ پس اسوقت اس کا دل نہیں مریگا۔ حسن بصریؒ نے کہا کہ مٹی محل ایمان کو نہیں کھا سکتی۔ پس اسوقت ہر شخص کا اجر اس کی محنت کے مطابق ہوگا اور مومن اپنے انوار میں اللہ کی ملاقات کیلئے دوڑینگے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے آنحضرتؐ کے اس قول میں:

اِنَّ بَعْضَهُمْ يُعْطَى نُوْرًا مِثْلَ الْجَبَلِ وَ بَعْضَهُمْ يُعْطَى اَصْغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ اٰخِرُهُمْ رَجُلٌ يُعْطَى نُوْرَهٗ عَلٰى اِبْهَامِ قَدَمَيْهِ فَيُضِئُ مَرَّةً وَ يُطْفَأُ مَرَّةً فَاِذَا اَضَاءَ قَدَّمَ قَدَمَهٗ فَمَشٰى وَ اِذَا اُطْفِئَ اَقَامَ وَ مُرُوْرُهُمْ عَلَى الصِّرَاطِ عَلٰى قَدْرِ نُوْرِهِمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَطَرْفِ الْعَيْنِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَالْبَرْقِ وَمِنْهُمْ كَالسَّحَابِ وَ مِنْهُمْ كَانْقِضَاضِ الْكَوْكَبِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَمُرُّ كَشَدِّ الْفَرَسِ وَالَّذِىْ اُعْطِىَ نُوْرَهٗ عَلٰى اِبْهَامِهٖ يَحْبُوْ عَلٰى وَجْهِهٖ وَيَدَيْهِ وَ رِجْلَيْهِ يَجُرُّ يَدًا وَيَتَعَلَّقُ بِاُخْرٰى وَ يَجُرُّ رِجْلًا وَيَتَعَلَّقُ بِاُخْرٰى وَتُصِيْبُ جَوَانِبَهُ النَّارُ فَلَا يَزَالُ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَخْلُصَ۔

بعضوں کو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضوں کو اس سے کم یہانتک کہ سب سے پچھلا شخص وہ ہوگا جس کو صرف دونو پاؤں کے انگوٹھوں پر نور عنایت ہوگا۔ وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہوجائیگا جب چمکیگا تو وہ قدم آگے کو بڑھائیگا اور چلیگا۔ جب بجھیگا تو کھڑا رہیگا۔ اور صراط پر گذرنا بھی نور ہی کے موافق ہوگا۔ کوئی تو چشم زدن میں گذر جائیگا اور کوئی بجلی کی چمک کی مانند اور کوئی بادل کی رفتار سے اور کوئی شہاب کی طرح اور کوئی سرپٹ گھوڑے کی مانند گذر جائیگا۔ اور جس کے صرف انگوٹھوں پر نور ہوگا وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور منہ کے بل گھسٹتا چلے گا۔ ایک ہاتھ کو گھسیٹیگا تو دوسرا الجھ جائیگا۔ ایک پاؤں کو کھینچیگا تو دوسرے میں الجھ جائیگا اور اس کے دونو طرف آگ پہنچتی ہوگی۔ پس وہ اسی طرح رہیگا یہانتک کہ چھٹکارا پائے۔

اس سے ایمان کے درجوں کا تفاوت ثابت ہوتا ہے۔ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا: "اگر ابوبکرؓ کا ایمان تمام جہانوں کے ایمان کے ساتھ سوائے پیغمبروں کے وزن کیا جائے تو اسی کا پلہ گراں رہے" یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ اگر سورج کا نور سارے چراغوں کے نور کے ساتھ وزن کیا جائے تو سورج کا نور ہی غالب رہیگا۔ پس لوگوں کا ایمان چراغوں اور شمعوں کی مانند، اولیاء کا ایمان چاند اور ستاروں کی

مانند اور انبیا کا ایمان آفتاب کی مانند ہے ؎

فصل

طریق صوفیہ کی درستی پر دلائل

ابوالدردا کا قول ہے: "مومن باریک پردے کے پیچھے سے دیکھتا ہے"۔ پس خدا کی قسم کہ حق کے لئے ایک بات ہوتی ہے جس کو اللہ ان کے دلوں میں ڈالتا اور ان کی زبانوں پر جاری کر دیتا ہے۔

اور آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ (ترمذی)

مومن کی فراست سے ڈرتے رہو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اور فرمایا آنحضرت علیہ السلام نے:

اِنَّ مِنْ اُمَّتِیْ مُحَدَّثِیْنَ وَمُعَلَّمِیْنَ وَمُکَلَّمِیْنَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْھُمْ۔

میری امت میں سے ایسے لوگ ہونگے جن سے باتیں کیجائینگی جنھیں علم دیا جائیگا اور جن سے کلام کیا جائیگا اور بیشک عمران میں سے ہے۔

اور ابن عباس کی قرأت میں ہے:

وَمَا ارسلنا من قبلك من رسولٍ ولا نبیٍ ولا محدثٍ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی اور نہ کوئی محدث یعنی صدیق۔

علی الجملہ جو شخص اپنی عمر میں ایک بھی سچا خواب دیکھے تو وہ دلائل و براہین سے بے نیاز ہے۔ اور احادیث اور آثار و آیات جو اس پر دلالت ہیں وہ گنتی سے باہر ہیں ؎

فصل

معلوم رہے کہ اس دروازے کے بالمقابل جو عالم غیب کی طرف نکلتا ہے دل کا ایک دروازہ ہے جس میں شیطان کا گذر ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ فرشتے کا آتارا ہے شیطان کا بھی اتارا ہے۔ اور مذموم صفتیں دل کی طرف شیطان کی گذرگاہیں ہیں۔ پس جہانتک ان صفتوں کا قلع قمع کیا جائے شیطان کی گذرگاہیں یا تو تنگ ہوجاتی ہیں یا بند ہوجاتی ہیں۔ اور جہانتک ان کی خبرگیری نہ کی جائے یہ دروازے اور منفذ شیطان پر فراخ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اب ان دروازوں کو بند کرنا کہ قلب حکمت کا محل اور فرشتوں کا مہبط بن جائے تیرا کام ہے۔ اور یہ کہ تو اس کو چھوڑ رکھے تو شیطان کا آشیانہ بن جائے۔ اور سب ابواب جو اس باب کے بعد آئینگے وہ شہوات کے دفعیہ اور قلب کے تصفیہ کے بیان میں ہونگے فافھم تغنم واللہ اعلم بالصواب ؏

بائیسواں باب

ریاضتِ نفس

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف واپس آئے۔

نفس کی کچھ ایسی رذالتیں ہیں جنکو پاک وصاف کرنا ناگزیر ہے۔ اسی کے ذریعے تم ہمیشہ کی سعادت اور خدا کا پڑوس حاصل کرسکتے ہو اور اس کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔

حسنِ خُلق کی فضیلت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّ حُسْنَ الْخُلُقِ يُذِيْبُ الْخَطِيْئَةَ كَمَا تُذِيْبُ الشَّمْسُ الْجَلِيْدَ۔

حسن خلق گناہ کو اس طرح پگھلا دیتا ہے جیسے سورج برف کو۔

اور عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کہتے ہیں ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّیْ رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ اُمَّتِیْ جَاثِيًا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللهِ حِجَابٌ فَجَاءَ حُسْنُ الْخُلُقِ فَاَدْخَلَهٗ عَلَى اللهِ تَعَالٰى۔

میں نے کل رات ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے اپنی امت کے ایک شخص کو گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے دیکھا اسکے درمیان اور اللہ کے درمیان ایک پردہ تھا، پھر حسن خلق آیا تو اسکو اللہ کے پاس داخل کردیا۔

فصل

خلق کی اچھائی اور برائی کا بیان

کہا جاتا ہے: فلاں شخص خَلق و خُلق میں اچھا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اچھا ہے۔ حسن ظاہر جیسا کہ معلوم ہے جمال کو کہتے ہیں اور حسن باطن اچھی صفتوں کا بری صفتوں پر غالب ہو جانا ہے اور باطن کا تفاوت ظاہری تفاوت سے بیشتر ہوتا ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس قولِ خداوندی میں کہ

اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ میں پیدا کر رہا ہوں بشر کو کیچڑ سے پھر میں جب اسے درست کرلوں اور اسمیں اپنی روح پھونکوں الخ۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظاہری صورت مٹی سے ملکر بنی ہوئی ہے اور باطنی صورت عالم امر میں سے ہے۔ پس حسن خلق سے ہمارا مطلب باطنی صورت کا حسن ہے۔ پھر جس قدر انسان کی بری صفتیں مٹتی جاتی ہیں۔ ان کے عوض اچھی صفتیں قرار پکڑتی رہتی ہیں۔ اور یہی حسن خلق ہے۔ اور پورا پورا حسن خلق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ کیونکہ اس میں آپ کو کمال کا مرتبہ حاصل ہے۔ اور آنحضرتؐ کے اس فرمان سے کہ حَسِّنُوْا اَخْلَاقَکُمْ (اپنے اخلاق اچھے کرو) یہ ثابت ہوتا ہے کہ اخلاق کا متغیر اور متاثر ہونا تصرف سے باہر نہیں ہے۔ سو تمھیں لازم ہے کہ شرع شریف کے مطابق غضب و شہوت اور حرص و ہوا وغیرہ تمام اس قسم کی صفات کو فرمانبردار بنالو۔ اگر تم ایسا کرلو گے تو غرض حاصل ہو جائیگی اور یہ غرض جدوجہد اور ناپسند چیزوں پر صبر و شکیب کرنے سے حاصل ہوگی اور پھر یہ چیزیں عادت میں داخل ہو جائینگی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے: اَلْخَیْرُ عَادَۃٌ (بھلائی عادت ہے)۔ پھر جو شخص مثلاً اصل فطرت میں سخی نہو اُسے بہ تکلف اس کی عادت ڈالنی چاہئے اور اسی طرح اگر وہ پیدائشی طور پر فروتن اور خاکسار نہو تو اسے بہ تکلف فروتنی کی عادت کرلینی چاہئے۔ یہی حال باقی صفتوں کا ہے۔ ان کا معالجہ بھی انکی ضد کے ساتھ کرتے رہنا چاہئے یہانتک کہ غرض حاصل ہو جائے۔ پس عبادات کی بجا آوری اور شہوات کی مخالفت پر ہمیشگی رکھنے سے باطن کی صورت خوشنما ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس

حاصل ہوجاتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَعْبُدِ اللّٰہَ فِی الرِّضَا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَفِی الصَّبْرِ عَلٰی مَا تَکْرَہُ خَیْرٌ کَبِیْرٌ۔

اللہ کی عبادت کر خوشنودی میں، پھر اگر نہ کر سکے تو اس پر جو ناپسند ہو صبر کرنے میں بڑی بھلائی ہے۔

پس ابتدا میں صبر چاہیئے یہانتک کہ رضا کے درجے کو پہنچ جائے۔ کیونکہ اصلِ فطرت باطن کی خوبصورتی چاہتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ ہے حدیث اَلْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا میں، جس کے معنے ہیں: ایک نیکی کی جزا ویسی دس نیکیاں ہیں"۔ کیونکہ یہ اصل فطرۃ کے موافق ہے۔ اور تہذیب اخلاق کے رستہ کا مفصل بیان یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہے کہ بدن کے مرض کا معالجہ اس طرح ہوتا ہے کہ شے کا مقابلہ اس کی ضد سے کیا جاتا ہے اور ایسا ہی دل کے مرض میں ہوتا ہے اور یہ شخصوں کے مختلف ہونے سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس لئے کہ طبیعتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ اور شیخ کی اپنی قوم میں وہی منزلت ہوتی ہے جو نبی کی اپنی امت میں۔ شیخ اپنے مرید کے حال پر غور کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ اس پر کون کونسی صفات کا غلبہ ہے اور اس کا کیسے معالجہ ہونا چاہیئے۔ سو ابتدائے کار میں اس کو عبادات کا شغل اور کپڑوں کے پاک وصاف رکھنے اور ہمیشہ نماز پڑھنے اور خلوتوں میں اللہ کا ذکر کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس سے اسکے وہ عیب جو ایسے چھپے ہوئے ہوتے ہیں جیسے "پتھر میں آگ" ظاہر ہوجاتے ہیں۔ پھر اگر اس کے پاس ضرورت سے زائد مال ہوتا ہے تو اس سے لیکر اربابِ قلوب (اہل دل) کی حاجتوں میں صرف کر دیتا ہے۔ پھر اس کا دل مال کی محبت سے خالی ہوجاتا ہے اور اہل دل کی ہمتیں اسکی طرف متوجہ ہوتی ہیں تو ان ہمتوں کی برکت سے اسکا مقصود اس پر آسان ہوجاتا ہے۔

اور ایک طریقہ تہذیبِ اخلاق کا یہ بھی ہے کہ اسکی بعض صفتوں کو بعض پر مسلط کرے، چنانچہ ریاء کے ذریعے سے اسکو جود وسخا کی ترغیب دے کہ وہ بخل اور دنیا کی محبت کو ترک کر دے اور غضب و شہوت کا استعمال چھڑا دے تاکہ عفت (پاکدامنی) اور سداد (درستی) پر اس کو آمادہ کر سکے۔ پھر اس کے بعد ریاء کی طرف متوجہ ہو کر اس کا قلع قمع اپنی دین کی قوت سے کرے جو اسے ریاضت کرنے، اللہ کیطرف توجہ رکھنے اور ہمیشہ نفس کا بالضد معالجہ کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

حکایت ہے کہ ایک شیخ کا نفس کبھی کبھی قیام لیل سے سستی کرتا تو امنے اسپر ایک مدت سر کے بل کھڑے ہونا لازم کر دیا۔ اس تدبیر سے اس کا دل پاؤں پر کھڑے رہنا مان گیا اور اسکو غنیمت سمجھنے لگا۔

عیوبِ نفس کی معرفت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا بَصَّرَہٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِہٖ۔ جب اللہ کسی بندے کے ساتھ کوئی بھلائی چاہتا ہے تو اسے اپنے نفس کے عیب دکھا دیتا ہے اور انکی پہچان کرا دیتا ہے

اس پہچان کے کئی طریقے ہیں: سب سے اعلیٰ طریقہ یہ ہے کہ اپنے مشائخ میں سے کسی شیخ کے آگے بیٹھے اور جو کچھ وہ اس کو فرمائے اسمیں مشتغل ہو جائے۔ سو یہاں کبھی تو اس پر خود بخود پردہ اسرار کھلیگا اور کبھی شیخ کھولے۔ یہ طریق برتر اور بہتر ہے۔ مگر اس زمانے میں یہ طریق نایاب یا کمیاب ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے رفیقِ صالح کو تلاش کرے جو اس امر کے بھیدوں سے واقف ہو اور اسکی صحبت میں رہے اور اس کو اپنے نفس کا نگران بنائے تاکہ وہ اسکے حالات کی دیکھ بھال کرتا اور اس کے عیب اسکو بتاتا رہے۔ بڑے بڑے دین کے امام ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے:

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَءً اَھْدٰی اِلَیَّ عُیُوْبِیْ۔ خدا اس مرد کا بھلا کرے جو مجھے میرے عیبوں کا تحفہ بھیجے

اور حضرت سلمانؓ ان کے پاس آئے تو ان سے پوچھا: میری کوئی ایسی بات تمھیں پہنچی ہو جسے تمنے پسند نہ کیا ہو؟ انھوں نے اس امر سے معافی چاہی تو اصرار کیا۔ انھوں نے کہا: میںنے سنا ہے کہ آپ کے دسترخوان پر اکٹھے دو دو سالن ہوتے ہیں۔ اور آپ کے پاس دو حُلّے ہیں، ایک دن کو پہننے کا اور ایک رات کو۔ فرمایا کوئی اور خبر۔ کہا اور کوئی بات نہیں۔ فرمایا ان دو توباتوں کی اصلاح تو کر چکا ہوں۔ اور حذیفہؓ سے جو منافقوں کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار تھے، دریافت کرتے کہ کیا مجھ میں کوئی نفاق کا نشان دیکھتے ہو۔ دیکھو وہ باوجود ایسے گرامیقدر اور بلند رتبہ ہونے کے کیسے اپنی ذات پر تہمت دھرتے تھے۔ پھر اگر تم کو کوئی ایسا رفیق دستیاب نہ ہو، تو حاسدوں کی باتوں پر دھیان کرو، کیونکہ کوئی نہ کوئی ایسا حاسد تو ضرور ملجائیگا جو تمھارے عیب نکالتا اور ان کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہو۔ پس اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنے نفس کو ان عیبوں سے متہم کرو اور غصہ نہ کرو۔ اور جب کوئی شخص تجھے تیرے کسی عیب سے آگاہ کرے تو گرم نہ ہو کیونکہ عیب تو سانپ اور

بچھو ہیں جو تمھیں دنیا اور آخرت میں ڈستے رہتے ہیں۔ پھر جو شخص تمھیں یہ بتائے کہ تمھارے کپڑوں میں سانپ ہے جو ڈس لیگا تو تمھیں اس کا ممنون احسان ہونا چاہئیے۔ اس پر ناراض ہونا ظاہر کریگا کہ تمھارا "ایمان بالآخرۃ" کمزور ہے۔ اور اگر تم اسے غنیمت سمجھو گے تو اس سے تمھارے ایمان کی مضبوطی ظاہر ہوگی۔ ناپسندی کی آنکھ برائیاں دکھایا کرتی ہے۔ سو ایمان کی مضبوطی سے یہ فائدہ ہوگا کہ تم حاسدوں کی ملامت اور نکتہ چینی کو غنیمت جانو گے۔ حضرت عیسےٰؑ سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمھیں ادب کس نے سکھایا تھا۔ انھوں نے فرمایا: کسی نے مجھے ادب نہیں سکھایا۔ مینے جاہلوں کی جہالت دیکھی، اس سے پرہیز کی۔

فصل

جو کچھ ہمنے تم سے بیان کیا ہے۔ اگر تم اس میں تامل کروگے تو تمھاری ایک ایسی آنکھ کھل جائیگی جس سے نفع اٹھاؤگے۔ پھر اگر اور کچھ نہیں تو ایمان و تصدیق ضرور حاصل ہو جائیگا۔ اول ایمان ہے پھر اس کے بعد وصول۔ اللہ نے فرمایا ہے:

یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

اللہ درجے بلند کریگا ان لوگوں کے جو تم میں ایمان لائے اور جو علم دئے گئے۔

پس ان اعمال کے حاصل کرنے میں تقوےٰ راس المال ہے۔ فرمایا اللہ نے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔

اور جو کوئی اللہ سے ڈرتا رہیگا اللہ اسکے لئے مخرج پیدا کر دیگا اور اسکو روزی دیگا جہاں سے اسکو گمان بھی نہ ہوگا۔

عزیز کی بیوی نے یوسف علیہ السلام سے کہا: اے یوسفؑ! حرص و شہوت نے بادشاہوں کو غلام بنا دیا اور صبر و تقوےٰ نے غلاموں کو بادشاہ۔ یوسفؑ نے جواب دیا:

اِنَّہٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

یقیناً جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا رہے تو بیشک اللہ نیکوکاروں کی مزدوری ضائع نہیں کرتا۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں: مجھے ایک رات بیخوابی رہی، اٹھا کہ اپنا ورد کروں، تو مجھے ورد میں وہ لذت نصیب نہ ہو سکی جو ہوا کرتی تھی، پھر مینے سو جانا چاہا، تو یہ بھی نہ ہوا، پھر بیٹھنا چاہا، تو بیٹھ نہ سکا، ناچار باہر

نکلا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص راہ میں کملی بچھائے لیٹا پڑا ہے۔ جب اس نے میری آہٹ پائی تو بولا: ابوالقاسم! ایک ساعت میرے پاس۔ مینے کہا: حضرت! بلا اطلاع؟ فرمایا: نہیں۔ مینے دلوں کے محرک سے درخواست کی تھی کہ آپ کے دل کو میری طرف حرکت دے۔ مینے کہا: سو دیدی۔ اب فرمائیے مطلب کیا ہے؟ اس نے کہا: بیماریٔ دل دوائے دل کب ہوجاتی ہے؟ مینے کہا: جب دل اپنی خواہش کی مخالفت کرے۔ یہ سن کر اس نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا: لے سن لے۔ مینے تجھ کو سات بار یہی جواب دیا، مگر تو نے یہی کہا کہ جنیدؒ سے سنے بغیر نہ مانونگا۔ اسکے بعد میں لوٹ آیا اور مینے اسکو پہچانا نہیں۔

حسنِ خلق کے نشانات

اللہ نے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ۔ — کامیاب ہوگئے وہ ایماندار جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ تک۔ اور فرمایا: اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ اور فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ — بس مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو ان کے دل دہل جائیں اور جب انپر اسکی آیات تلاوت ہوں تو انکے ایمان میں ترقی ہو۔

اور فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔

اور بعض لوگوں کو تو اس باب میں کوئی ادنےٰ چیز ہی کافی ہوجاتی ہے۔ اگر ابتدائے عمر میں کسی مشفق کی نگہبانی حاصل ہوجائے۔ چنانچہ سہل تستریؒ نے فرمایا ہے کہ میں تین برس کا تھا کہ رات کو اٹھا کرتا اور اپنے ماموں محمد بن سوار کی خلوت کو دیکھتا رہتا۔ ایک دن ماموں صاحب نے فرمایا: تم اللہ کو یاد نہیں کرتے جس نے تمھیں بنایا۔ کہا کہ جب تم رات کو سونے لگو تو بغیر اپنی زبان ہلائے تین مرتبہ کہو:

اَللّٰهُ مَعِيَ اَللّٰهُ نَاظِرٌ اِلَيَّ اَللّٰهُ شَاهِدِيْ۔ — اللہ میرے ساتھ ہے اللہ مجھکو دیکھ رہا ہے اللہ میرے پاس موجود ہے

میں کچھ راتیں ان کلمات کو کہتا رہا۔ پھر میں نے انھیں بتایا تو انھوں نے فرمایا کہ اسے ہر رات سات مرتبہ کہا کرو۔ میں اسی طرح کرتا رہا۔ پھر میں نے انکو اس سے آگاہ کیا تو فرمایا: ہر رات گیارہ بار کہا کرو۔ میں اس پر عمل کرتا رہا تو میرے دل میں اسکی حلاوت پیدا ہوئی۔ پھر جب ایک سال ہو گیا تو میرے ماموں نے کہا کہ جو کچھ میں نے تمھیں کہا ہے اسے محفوظ رکھو اور قبر میں داخل ہونے تک اسی طرح کرتے رہو۔ میں سالہا سال اسی طرح کرتا رہا تو میں نے اپنے سِر میں اسکی حلاوت پائی۔ پھر ایک دن میرے ماموں نے کہا: اے سہل! جس شخص کے ساتھ اللہ ہو اور وہ اسے دیکھ رہا ہو اور اسکے پاس موجود ہو تو وہ کیسے اسکی نافرمانی کر سکتا ہے۔ سو تم نافرمانی سے بچتے رہو۔ پس میں تنہائی پسند ہو گیا۔ پھر انھوں نے مجھے مکتب میں بھیجا تو میں نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ میری ہمت پراگندہ ہو جائیگی لیکن انھوں نے معلم سے یہ شرط کر لی کہ میں اس کے پاس ایک گھنٹہ پڑھ کر پھر واپس آجایا کرونگا۔ پھر میں مکتب میں جاتا رہا اور میں نے چھٹے یا ساتویں سال قرآن مجید حفظ کر لیا اور میں ہمیشہ روزے رکھا کرتا اور میری خوراک بارہ برس تک جَو کی روٹی رہی۔ پھر میں تیرہ برس کا ہوا تو مجھے ایک مسئلہ درپیش آیا۔ میں نے درخواست کی کہ مجھے بصرہ بھیج دیا جائے تاکہ میں جاننے والوں سے یہ مسئلہ دریافت کروں۔ وہاں اس مسئلہ کو کسی نے حل نہ کیا تو میں عبادان میں ایک شخص کے پاس پہنچا جو ابوحبیب حمزہ بن عبداللہ عبادانی کے نام سے مشہور تھا۔ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے بتا دیا۔ میں اُن کے پاس ٹھہر گیا اور اُن کے کلام سے نفع اٹھاتا رہا۔ اور ان کے آداب سیکھتا رہا۔ پھر تستر کو لوٹ آیا اور اپنی غذا یہ مقرر کی کہ ایک درہم کے جَو خریدتا اور انکو پسوا کر ایک روکھی بے نمک روٹی سحر کے وقت کھا لیتا جس کا وزن ایک چھٹانک ہوتا۔ اس طرح یہ ایک درہم کا اناج ایک سال بھر کے لئے کافی ہو جاتا۔ پھر میں نے تین تین دن کا روزہ رکھنا شروع کیا ایک دن بیچ میں افطار کر لیتا۔ پھر پانچ پانچ دن کا پھر سات سات دن کا یہانتک کہ پچیس[25] دن کے روزے تک نوبت پہنچ گئی اور بیس برس اسی طرح گذر گئے۔ پھر چند سال ملکوں کا سفر کرتا رہا اور آخر کار تستر میں لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا۔

ارادت کی شرطوں کا بیان

جو شخص آخرت کی خواہش کریگا تو اسکی علامت یہ ہے کہ اس کا دل دنیا کی کھیتی سے اکھڑ جائیگا۔ پھر جو شخص آخرت کو اپنے دل کے ساتھ یقینی طور پر مشاہدہ کر لیگا تو وہ دنیا کو حقیر سمجھنے لگیگا۔ چنانچہ اگر کوئی

عمدہ گوہر کو دیکھ پائے اور اس کے ہاتھ میں کانچ کا منکا ہو تو اسے اس کانچ کے منکے کی رغبت نہیں رہیگی، اور اگر ایسا نہو تو اسکا سبب خدائے تعالےٰ اور قیامت پر ایمان کا نہونا ہے۔ پھر حبیب خدا رسی سے رکاوٹ کا سبب سلوک کا نہونا ہو، اور سلوک سے باز رہنا ارادت کے نہونے کے باعث ہو، اور ارادت سے محرومی عدم ایمان کی وجہ سے ہو، اور ایمان کا معدوم ہونا بظاہر عارفوں اور ہادیوں کی نایابی کی وجہ سے ہو، تو جو شخص خود بخود یا کسی غیر کی طرف سے متنبہ ہو تو اسکے لئے کچھ شرطیں ہیں جن کا پہلے ہونا ضروری ہے۔

پہلی شرط حجاب اور بند کا رفع کرنا۔ اور حجاب چار ہیں:- مال، جاہ، تقلید اور معصیت۔ سو مال کو تو بانٹ دینا چاہئے۔ اور جاہ سے اس طرح خلاصی ہو سکتی ہے کہ وطن سے کہیں دور نکل جائے یا فروتنی اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ کو رفع کرنے والے کاموں پر متوجہ رہے۔ اور تقلید کا توڑ یہ ہے کہ مذہب کا تعصب ترک کر دے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی ایمان کے طور پر تصدیق کرے۔ اور اس کی تحقیق و تصدیق کرنے والے اعمال پر ثابت قدم ہو جائے اور از قسم ہوا و دنیا جس قدر معبود ہیں اور جن جن چیزوں کی طرف نفس مائل ہوتا ہو ان سب سے دستبردار ہو جائے۔ پھر اپنی پوری ہمت سے اللہ کی طرف دھیان لگا کر ہمیشہ اس کے ذکر میں مشغول رہے تو اس کو سچا اعتقاد حاصل ہو جائیگا جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (یعنی جو لوگ ہمارے لئے مجاہدہ کرینگے تو ہم ضرور ان کو اپنے رستے دکھا دینگے)۔ اور رہی معصیت تو اسکو برطرف کر کے اس کی جگہ طاعات الٰہی بجا لائے۔ اور جو کام برے کئے ہوں ان پر پچھتائے اور توبہ کرے اور لوگوں کے حقوق اور مظالم جو اسکے ذمے ہوں انھیں پھیر دے۔ پھر جب ان چاروں کاموں سے فارغ ہو جائیگا تو وہ اس شخص کی مانند ہو جائیگا جس نے حدث اور گندگی دور کر لی ہو اور برہنگی کو ڈھانپ کر نماز کے لئے مستعد ہو گیا ہو۔ اب یہاں اس کو کسی شیخ طریقت کی ضرورت پڑے گی جو راہِ آخرت طے کر چکا ہو تاکہ اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ اور اُسے اپنے شیخ کے حضور اس طرح رہنا چاہئے جیسے مردہ غسّال کے ہاتھوں میں، کہ وہ اپنی ذات کے لئے کوئی حرکت نہیں کر سکتا بلکہ غسّال جس طرح چاہتا ہے اس کو پلٹتا ہے اور یہاں اسکو موسیٰ اور خضر کا قصہ ملحوظ رکھنا چاہئے اور کسی حال میں اپنے شیخ پر معترض نہ ہونا چاہئے۔ اس مقام پر اس کو چار چیزوں کا حکم ملیگا۔ تنہائی، خاموشی، بھوک اور بیداری۔ بھوک قلب کے خون کو کم کرنے کے لئے درکار ہوگی اور اس سے اسے سفیدی

اور روشنی ملے گی۔ دل کی چربی کے پگھلانے کیلئے۔ اور اُس سے اس میں نرمی پیدا ہو گی جو مکاشفہ کی کلید ہے، جیسا کہ سختی جو نرمی کی ضد ہے حجاب کا سبب ہے اور اسی کا اشارہ ہے اس حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمائی کہ ضَیِّقِی مَجَارِی الشَّیْطٰنِ بِالْجُوْعِ (یعنی تو بھوک سے شیطان کی گذرگاہوں کو تنگ کر!)۔ اور اس قول میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو کہا: جَوِّعُوْا بُطُوْنَکُمْ لَعَلَّ قُلُوْبَکُمْ تَرٰی رَبَّکُمْ (یعنی اپنے پیٹوں کو بھوکے رکھو تاکہ تمھارے دل تمھارے رب کو دیکھ سکیں۔ سہل رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ابدال جو ابدال ہوئے ہیں تو ان چار ہی خصلتوں کی وجہ سے: پیٹوں کا پچکاؤ، بیداری، خاموشی اور لوگوں سے گوشہ گیری۔

بیداری اسلئے کہ وہ قلب کو جلا دے کر منوّر کر دیتی ہے۔ بھوک بیداری کے لئے مدد کرتی ہے، اور دونو قلب کو منوّر کرنے میں ایک دوسرے کی مددگار ہوتی ہیں۔ اور نیند اگر بقدر ضرورت نہو تو دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے۔ اسی لئے ابدال کے حق میں کہا گیا ہے کہ نَوْمُھُمْ غَلَبَۃٌ وَّاَکْلُھُمْ فَاقَۃٌ وَّکَلَامُھُمْ ضَرُوْرَۃٌ (یعنی ان کا سونا نیند کے غلبے کے وقت، کھانا فاقے سے اور بولنا ضرورت سے ہوتا ہے۔ ابراہیم خواص نے کہا ہے کہ ستر صدیقوں کا اس پر اجماع ہے کہ نیند کی زیادتی زیادہ پانی پینے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور خاموشی تنہائی اور گوشہ گیری سے میسر ہوتی ہے اور کلام کی خواہش دلوں کو خاصکر ان دلوں کو جو علم سے لذت آشنا ہو بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس خواہش کو چھوڑنا بہت دشوار ہے۔ لیکن اسمیں فائدہ بھی بہت زیادہ ہے۔ اسی سے باطن غیب کی طرف متوجہ اور دنیوی زندگی سے روگردان ہوتا ہے۔ اور خلوت کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے شواغل دور ہوتے ہیں تاکہ انسان اپنے مقصود کے لئے فارغ ہو جائے۔ کیونکہ دل کے متحرک ہونے کے لئے حواس کا سکون ناگزیر ہے اور یہ بات خلوت سے میسر ہو سکتی ہے۔ پھر بہتر یہ ہے کہ خلوت کسی تاریک مکان میں ہو تاکہ اسکی نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے جو اسکے دل کو مشغول کرے۔ پھر اگر مکان تاریک نہ ہو تو اپنے سر پر کوئی چیز اوڑھ لے یا اپنی دونو آنکھیں بند کرے۔ پھر جب حواس رُک جائینگے تو وہ حق کی ندا کو سنے گا اور حضرت ربوبیت کا جمال دیکھیگا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ آنحضرت علیہ السلام کو پکارا گیا: یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ: یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔

پھر جب بھوک، تنہائی، کم خوابی اور خاموشی کا خوگر ہو جائے تو اُسے کوئی ذکر اذکار میں سے تلقین کرنا چاہئے اور ذکر کا طریقہ یہ ہے کہ گھر کے کسی کونے میں باوضو قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے اور زبان سے "اللہ اللہ"

کہتا رہے اور قلب وحواس کو اس کلمے کے سننے کے لئے حاضر رکھے اور اس حد تک اس پر ہمیشگی کرے کہ زبان کا بہ تکلف حرکت کرنا ساقط ہو جائے اور بلا تکلف اور بے اختیار زبان پر یہ ذکر جاری ہو جائے اور پھر زبان سے یہ ذکر دل کی طرف رجوع کرے۔ اور جب دل خاموش ہونے لگے تو پھر ذکر لسانی شروع کردے۔ اور جب دل خاموش ہونے لگے تو پھر ذکر لسانی شروع کردے۔ اور جب دل ذکر میں مشغول ہو جائے تو زبان کو خاموش کردے اور اسی طرح کرتا چلا جائے۔ یہانتک کہ دل سے حروف مٹ جائیں اور ایسا ذکر باقی رہ جائے جو حروف سے پاک وصاف ہو۔ اور پھر یہ صورت ایک دوامی حالت میں تبدیل ہو جائے۔ اس کے بعد جو جو واقعات اس پر گذریں ان کا دھیان رکھے اور اپنے شیخ سے ان کا ذکر کرتا رہے۔ وہ ان واقعات میں جو جو صفائی اور کدورت اس پر گذرنے والی ہے اس کا مطالعہ کرے گا اور جو کچھ خیالات، اور وساوس اور صحیح حالات تو ہوا اسکے سامنے آئینگے ان کو وہ بذات خود نہیں جان سکتا۔ اس لئے انھیں شیخ سے بیان کرتے رہنا چاہئے کیونکہ ان کا اسے بخوبی علم ہے۔ اور ان تمام احوال میں جب تک اُسے اپنے نفس کی ہستی کا علم رہے اس پر ذکر واجب ہے اللہ نے فرمایا ہے: قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ پھر اس پر جب کوئی وسوسہ یا برا خطرہ غالب آئے جب تک وہ اس طرح غائب رہے کہ اُسے معلوم نہو کہ اُس پر کیا گذرتی ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں اور پھر جب وہ اپنے آپ میں آجائے اور اپنے علم کی طرف رجوع کرے تو اسے ذکر کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۵

یقیناً جو لوگ پرہیزگاری کریں جب انھیں چھو جاتا ہے کوئی خیال شیطان کا تو متنبہ ہو جاتے ہیں اور فوراً دیکھنے لگ جاتے ہیں۔ اور اگر شیطان کے گدگدانے سے کوئی گدگدی تمہارے دل میں پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔

اور اسے عمر بھر ذکر میں مشغول رہنا چاہئے۔ ممکن ہے کہ اُسے ان دین کے بادشاہوں کا درجہ حاصل ہو جائے جن کے لئے حقیقتیں کھول دی جاتی ہیں اور وہ ایسی چیز کو دیکھے جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے اُسے سنا ہو اور نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا ہو اور اگر اس پر کوئی چیز ظاہر نہو تو بھی ذکر کی مداومت رکھنی چاہئے کہ ملک الموت کے ظہور کے وقت اسکے لئے اسکا انکشاف ہو جائیگا۔ اور وہ مقصود کو پہنچ جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ +

تیرھواں باب

دونوں شہوتوں کے توڑنے کا بیان

تمام آفتوں کی اصل شکم کی شہوت ہے اور اسی سے شہوت فرج کا شاخسانہ پھوٹتا ہے، اسی سے آدم علیہ السلام مصیبت میں مبتلا ہو کر جنت سے نکالے گئے اور یہی انسان کو دنیا کی طلب اور اس کی رغبت میں لا ڈالتی ہے۔

بھوک کی فضیلت اور سیری کی مذمت کا بیان

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

جَاهِدُوا اَنْفُسَکُمْ بِالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ فَاِنَّ الْاَجْرَ فِیْ ذَالِكَ کَاَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ جُوْعٍ وَّعَطَشٍ۔

اپنے نفسوں سے بھوک اور پیاس کے ساتھ مجاہدہ کرو کیونکہ اس پر ویسا ہی اجر ملتا ہے جیسا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کو، اور اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل بھوک اور پیاس سے بڑھ کر پیارا نہیں۔

اور ابن عباسؓ نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا یَدْخُلُ مَلَکُوْتَ السَّمَاءِ مَنْ مَلَاَ بَطْنَهٗ۔

یعنی جو شخص اپنا پیٹ بھرتا ہے وہ آسمان کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِلْبَسُوْا وَاشْرَبُوْا وَکُلُوْا فِیْ اَنْصَافِ الْبُطُوْنِ

یعنی پہنو، پیو اور کھاؤ اپنے نیم شکموں میں کہ یہ نبوت کا

فَاِنَّهٗ جُزْءٌ مِنَ النُّبُوَّةِ۔ ایک حصہ ہے۔

اور حسن رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افضلکم منزلۃً عند اللہِ تعالیٰ اطولکم جوعًا و تفکرًا و ابغضکم الی اللہ تعالیٰ کل نؤوم اکولٍ شروبٍ۔

تم میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک درجے میں افضل وہ ہے جو زیادہ دیر بھوکا رہنے والا اور سوچنے والا ہو اور ہر شخص جو زیادہ سونے والا، زیادہ کھانے والا زیادہ پینے والا ہو وہ اللہ کو زیادہ ناپسند ہے۔

اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللہ تعالیٰ یباھی الملٰئکۃ بمن قل طعامہٗ فی الدنیا یقول انظروا الی عبدی ابتلیتہٗ بالطعام والشراب فترکھما لاجلی اشھدوا یا ملٰئکتی ما من اُکلۃٍ یدعھا الا ابدلتہٗ بھا درجات فِی الجنۃِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس شخص پر فخر کرتا ہے جو دنیا میں اپنا طعام کم کرتا ہے فرماتا ہے: میرے بندے کو دیکھو، میں نے دنیا میں اسے کھانے پینے سے آزمایا تو اس نے انھیں میرے لئے چھوڑ دیا اے میرے فرشتو تم گواہ رہو کوئی ایسا لقمہ نہیں کہ جسے وہ چھوڑے اور میں اسے جنت میں درجے عطا نہ کروں۔

اور ابو سلیمان کہتے ہیں شام کے کھانے میں سے ایک لقمہ چھوڑ دینا مجھے رات کو صبح تک نماز پڑھتے رہنے سے زیادہ پیارا ہے۔ اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ بھوکے رہنے سے نرمی اور انکسار حاصل ہوتا ہے اور تکبر کرنا اور اترانا دور ہو جاتا ہے اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بلا اور اہل بلا اور عذاب کی یاد نہیں بھولتی۔ اور باقی خواہشیں ٹوٹ جاتی ہیں اور نفس و شیطان پر غلبہ حاصل ہو جاتا ہے اور بیداری میسر ہوتی اور نیند دور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے ایک شیخ دسترخوان کے قریب آکر کہا کرتا تھا: "اے گروہِ مریداں! بہت کھانا نہ کھاؤ کہ بہت کھاؤ گے تو بہت پیو گے اور بہت پیو گے تو بہت سوؤ گے۔ بہت سوؤ گے تو بہت حسرت کرو گے"۔ پس بھوک کے ذریعے عبادت پر ہمیشگی میسر ہوتی ہے سو جو کوئی سیر ہو کر کھاتا ہے۔ طاعتوں میں سستی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور بہت کھانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تلاش معاش، کھانا پکانے، ہاتھ دھونے، خلال کرنے اور بیت الخلا میں آنے جانے میں بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ حضرت سری سقطیؒ نے ایک پیر کا حال لکھا ہے کہ وہ ستو گھول کر پی جایا کرتے تھے۔ ان سے

اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: "میں نے چبانے سے ستو پینے تک ستر تسبیحوں کا حساب کیا ہے" ویسے چالیس سال سے روٹی نہیں چبائی اور جان لینا چاہئے کہ جس شخص کو یہ یقین ہو جائے کہ ہر سانس ایک ایسا گوہر ہے کہ جس کی کوئی قیمت نہیں ہو سکتی تو اس سے اس کے ضائع کرنے پر محاسبہ ہوگا اور بھوک کا ایک فائدہ تندرستی ہے جو شخص کم کھاتا ہے وہ کم بیمار ہوتا ہے اور اس سے ایثار اور فضیلت حاصل کرنے کی قدرت بھی حاصل ہوتی ہے۔

نفس و بطن کی شہوت کے توڑنے کا طریقہ

اس کے بعد کہ طعام حلال ہو تین کام اور ہیں (۱) کمی اور بیشی میں طعام کی مقدار کا اندازہ کرنا۔ (۲) اسکے وقت کی دیری اور زودی کا اندازہ کرنا۔ (۳) خوراک کی جنس مقرر کرنا۔

پہلا کام: طعام کا کم کرنا:۔

اس کا رستہ یہ ہے کہ درجہ بدرجہ کم کرتا جائے، جو شخص یک لخت اپنی خوراک کم کر دیگا، اس کا مزاج فاسد ہو جائیگا۔ طریق تدریج یہ ہے کہ اپنے کھانے کا حساب لگائے۔ پھر اگر ہر روز تین روٹیاں کھاتا ہو تو ہر روز روٹی کا تیسواں حصہ کم کرتا چلا جائے۔ اس طرح ایک مہینے میں ایک روٹی اسکی خوراک میں سے کم ہو جائیگی اور دو مہینے میں دو روٹیاں کم ہو جائینگی اور اس پر شاق بھی نہ گزریگی اور تدریجاً غذا کی اس مقدار تک پہنچ جائے جس پر برقرار رہ سکے اور اعتماد کر سکے، اور اس کے چار درجے ہیں:

(۱) صدیقوں نے اس مقدار غذا پر قناعت کی ہے، جس سے حیات و عقل قائم رہ سکے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث نبوی میں

حَسْبُ ابْنِ اٰدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهٗ آدمزاد کو اتنے نوالے کافی ہیں جو اسکی پشت سیدھی رکھ سکیں۔

(۲) ریاضت سے اس حد کو پہنچ جائے کہ رات دن میں نیم مُد یعنی سوا پاؤ کھائے اور یہ مقدار ایک روٹی سے کچھ زائد کے برابر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت اسی کے قریب قریب تھی۔ وہ سات یا نو لقمے کھایا کرتے تھے۔

(۳) تیسرا درجہ یہ ہے کہ مقدار خوراک رات دن میں ایک مد یعنی اڑھائی روٹیوں تک لے آئے۔ یہ بطن کی تہائی سے زائد ہے۔

(۴) اور چوتھا درجہ یہ ہے ایک مُد سے بڑھکر ایک سیر تک کھائے اور یہ حدِ نہایت ہے اور اس سے آگے اسراف ہے جو کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کے نیچے آتا ہے۔ یعنی کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو اور اس کا ایک اور بھی طریقہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ بھوک کے پیچھے ہاتھ بڑھائے اور سیری کے پہلے کھینچ لے۔ لیکن یہ راہ خطرناک ہے۔ اسلئے کہ شاید اس کو سچی جھوٹی بھوک میں تمیز نہ ہو سکے۔ اگرچہ سچی بھوک کی نشانیاں بھی بتائی گئی ہیں۔ بعض نے کہا سچی بھوک جب ہوتی ہے کہ سالن نہ مانگے اور بعض نے کہا کہ روٹی روٹی میں تمیز نہ کرے۔ اور معلوم رہنا چاہئے کہ اس میں مختلف لوگوں کے مختلف حالات ہوتے ہیں۔ اسلئے اس کا اندازہ کرنا ممکن نہیں بلکہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس کی حالت میں غور کریں اور سہلؒ نے کہا ہے: اگر یہ دنیا خون تازہ بن جائے تو مومن کی خوراک اس میں سے حلال ہی ہوگی کیونکہ مومن کا کھانا بقدر ضرورت اور اتنا ہی ہوتا ہے جس سے زندگی قائم رہے۔

دوسرا کام کھانے کے وقت کے متعلق:

بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جو ریاضت کو مقدار کی طرف نہیں بلکہ طے کی طرف لے آتے ہیں بعض تین دن کا طے کا روزہ رکھتے ہیں اور بعض تیس اور چالیس دن کا۔ اور بہت سے لوگوں سے ثابت ہے جن میں سے سلیمان الخواص اور سہل بن عبداللہ اور ابراہیم الخواص ہیں۔ بعض علمائے صوفیہ کا قول مروی ہے کہ جو شخص چالیس دن کا روزہ رکھے اس کے لئے ملکوت کی طرف سے ایک قدرت ظاہر ہوتی ہے یعنی اس پر بعض اسرارِ الٰہیہ کھول دئے جاتے ہیں۔ اس گروہ کا ایک شخص کسی راہب سے ملا اور اس سے اسلام کے متعلق گفتگو کی اور اس کے مسلمان ہونے کی خواہش کی۔ راہب نے کہا کہ مسیح چالیس دن کا روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ ان کا معجزہ تھا جو سچے نبی کے سوا کسی کے لئے نہیں ہو سکتا۔ صوفی نے اس سے کہا: اگر میں پچاس دن کا روزہ رکھوں تو کیا تو اپنے دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو جائے گا؟ اس نے کہا: "ہاں"۔ بس وہ اسکے سامنے بیٹھ گیا جہاں وہ ہمیشہ اسکو دیکھتا رہے۔ یہانتک کہ اسنے پچاس دن کا روزہ پورا کر لیا۔ پھر اس نے کہا: "اب میں اسے ساٹھ دن تک لیجاؤں گا" اور ایسا ہی کیا۔ راہب کو اس سے بہت تعجب ہوا اور کہا کہ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ کوئی شخص مسیح سے بڑھ سکتا ہے اور مسلمان ہو گیا۔ اور یہ بہت بڑا درجہ ہے۔ جسکو بجز صاحب مکاشفہ کے کوئی نہیں پہنچ سکتا بجز ایسے صاحب مکاشفہ کے جس کے مشاہدے نے اسکو طبیعت اور عادت سے الگ کر دیا ہو اور وہ اس مشاہدے کی لذت میں اسقدر غرق ہو گیا ہو کہ اپنی

بھوک اور ضرورت کو بھی بھول گیا ہو۔ ایسے شخص کے لئے روحانی خوراک عالم غیب سے آتی ہے اور اسی کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے کہ " انا ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی (میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں جو مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے)۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو سے تین دن تک کاٹے کرے اور یہ معمولی ہے۔ اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ رات دن میں ایک بار کے کھانے پر بس کرے۔ اور یہ کمتر ہے۔ اور ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ صبح کا کھانا کھاتے تو شام کا نہ کھاتے اور شام کا کھاتے تو صبح کا نہ کھاتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا تھا:

اِيَّاكِ وَالْاِسْرَافَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِيْ يَوْمٍ مِنَ الْاِسْرَافِ۔ — اپنے آپ کو اسراف سے بچا کہ ہر روز دو دفعہ کھانا اسراف میں سے ہے۔

فصل

قابلِ تعریف بھوک وہ ہے جو خدا کے ذکر سے باز نہ رکھے۔ اور جب وہ حد سے نکل جاتی ہے تو وہ باز رکھتی ہے۔ باستثناء اس شخص کے جس پر کسی بڑی شہوت کا غلبہ ہو اور وہ اس کا غلبہ توڑنے کے لئے ایسا کرے اور اگر ایسا نہو تو خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا یعنی بَین بَین رہنا بہتر ہے۔ پھر اس شہوت کے توڑنے میں دو آفتیں ہیں جن سے بچنا چاہیئے۔ پہلی آفت تو یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے نہ کھائے اور خلوت میں کھالیا کرے اور یہ شرک خفی ہے اور بعض اوقات نفاق تک پہنچا دیتا ہے۔ اور دوسری آفت یہ ہے کہ اسکو کم خوری اور پاکدامنی میں شہرت حاصل کرنے کا شوق ہو۔ سو یہ ایک آسان آفت کو چھوڑنا اور بھاری آفت کا ارتکاب کرنا ہے جس کا نام جاہ و شہرت ہے۔ حضرت ابو سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ جب تیرے سامنے کوئی ایسی من بھاتی چیز آئے جس کا تو تارک ہے تو اس میں سے ذرا سی کھائے نفس کی خواہش کے مطابق نہ کھا، اس میں دو فائدے ہونگے، ایک تو یہ کہ تو نے اپنے نفس سے شہوت ساقط کردی، دوسرے یہ کہ جب تو نے نفس کو اسقدر نہ دی کہ اسکو خوشگوار ہو تو تو نے اسے ترستا چھوڑ دیا اور اس میں شہوت کا اسقاط اور نفس کی نافرمانی ہے۔ اور امام جعفر صادقؒ نے فرمایا ہے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو میں اپنے نفس کی طرف دیکھتا ہوں۔ اگر وہ اس چیز کے لئے اپنی خواہش کا اظہار کردیتا ہے تو میں اسے اس میں سے کھلا دیتا ہوں۔ یہ اس سے روکنے سے افضل ہے۔ اور اگر وہ

اور اگر وہ اپنی خواہش کو چھپا لیتا ہے اور اس سے بے رُخی ظاہر کرتا ہے تو میں اُسے اس چیز میں سے کچھ نہیں دیتا، اور یہ اس خواہش پر نفس کو سزا دینے کا ایک طریقہ ہے اور معلوم رہنا چاہئے کہ جو شخص طعام کی خواہش کو چھوڑ کر ریاکاری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تو اس کا وہی حال ہو جاتا ہے جو بچھو سے بھاگ کر سانپ کی پناہ میں چلا گیا۔

اس باب کا دوسرا حصہ

شہوت...... کو توڑنے کا بیان

معلوم رہنا چاہئے کہ انسان پر مباشرت کی لذت دو فائدوں کے لئے مسلط کی گئی ہے۔ ایک تو اسلئے کہ اسکی لذت کو پا کر اس پر آخرت کی لذت کو قیاس کرے۔ اسلئے کہ اگر یہ لذت ہمیشہ رہ سکے تو جسمانی لذتوں میں سے سب سے زور آور ہے، جیسا کہ آگ کی تکلیف جسمانی تکالیف میں سب سے بڑی ہے۔ اور دوسرا فائدہ اس کا نسل کی بقا اور ہستی کا دوام ہے۔ لیکن ان دونو فائدوں کے پیچھے ایسی آفتیں موجود ہیں کہ اگر اس شہوت...... کو قابو میں رکھ کر اور دبا کر حدِ اعتدال پر نہ لایا جائے تو دین و دنیا کو تباہ کر دیتی ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ قول خداوندی: "رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ" سے مراد جوشِ شہوت ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ وَقَلْبِيْ وَمَنِيِّيْ (میں تیری پناہ لیتا ہوں اپنی شنوائی، اپنی بینائی، اپنے دل اور اپنی منی کی برائی سے) اور فرمایا: اَلنِّسَاءُ حَبَائِلُ الشَّيْطٰنِ (عورتیں شیطان کے پھندے ہیں) اور اگر یہ شہوتیں نہ ہوتیں تو ایسا نہ ہوتا۔ اور مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی کسی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ابلیس فقیرانہ پوشاک جس میں کئی رنگ جھلک رہے تھے پہنے ہوئے آیا اور جب ان کے قریب پہنچا تو اسے اتار کر رکھ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: تم کون ہو؟" کہا: "میں ابلیس ہوں۔" فرمایا: "تمھیں خدا کی مار! کس لئے آئے ہو؟" کہا: "اس لئے آیا ہوں کہ جو قدر و منزلت تمہاری اللہ کے نزدیک ہے۔ اس کی وجہ سے تمھیں سلام کروں۔" پوچھا: "یہ پوشاک کیسی تھی جو میں نے تم پر دیکھی تھی"۔ کہا: "میں اس کے ذریعے بنی آدم کے دل جھپٹ لیتا ہوں۔" پوچھا: "تم انسان پر کب غلبہ حاصل کرتے ہو؟" کہا: "جب وہ خود پسند ہو جاتا ہے۔ اپنے عمل کو بہت بڑا

سمجھنے لگتا ہے اور اپنے گناہوں کو بھول جاتا ہے"۔ اور کہا: "میں تمھیں تین چیزوں کے متعلق ہوشیار کرتا ہوں ایک یہ کہ جو عورت تیرے لئے حلال نہو تو اس کے ساتھ تنہا نہ ہو، کیونکہ جو شخص کسی ایسی عورت کے ساتھ تنہا ہوتا ہے جو اس سے حلال نہو تو میں اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر خود اس کے ساتھ رہتا ہوں تا وقتیکہ اسکو اسکے ساتھ خراب نہ کر لوں۔ دوم یہ کہ اللہ کے ساتھ کوئی ایسا عہد نہ کر جس کو تو پورا نہ کرے۔ سوم یہ کہ کوئی ایسی خیرات نہ نکال جسے تو دے نہ ڈالے، کیونکہ کوئی ایسا شخص نہیں جو خیرات نکالے اور اس کو دے نہ ڈالے مگر میں اپنے ساتھ والوں کو چھوڑ کر خود اسکے ساتھ ہو لیتا ہوں اور اسکو اس کام سے روک کر چھوڑتا ہوں"۔ پھر وہ یہ کہتا ہوا بھرا: "ہائے افسوس! کہ موسیٰؑ کو ان چیزوں کی خبر ہو گئی جن سے بنی آدم کو فریب دیا کرتا ہوں"۔

اور بعض اوقات شہوت والے کا معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ اسے کسی مخصوص محل کا عشق ہو جاتا ہے اور وہ اس کے سوا کسی اور سے حاجت روائی نہیں چاہتا۔ اور یہ بہیمیت کے معاملے میں زیادتی ہے جو مذموم ہے۔ اسلئے کہ اسراف ہمیشہ مذموم ہوتا ہے اور اس سے مراد شہوت کا اس حد تک غالب ہو جانا ہے کہ آثارِ عقل کی اطاعت نہ کرے۔ اور ہیجڑے کے حق میں شہوت کا بالکل نہونا بھی مذموم ہے اور خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کا قاعدہ ہی درست ہے اور جب کبھی یہ حد سے بڑھ جائے تو بھوک اور نکاح سے اسکا معالجہ کرنا چاہئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَعَاشِرَ الشَّبَابِ عَلَیْکُمْ بِالْبَاءَۃِ فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَہٗ وِجَاءٌ۔ (گروہِ جوانان! تم پر نکاح کرنا لازم ہے۔ پھر جس کو استطاعت نہو تو اسی پر روزہ رکھنا واجب ہے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت شکن ہے) +

مرید کو نکاح کرنا چاہئے یا نہیں؟

مرید کو مناسب نہیں کہ ابتدائے امر میں اپنے نفس کو نکاح میں مشغول کرے۔ کیونکہ اس سے اسکی ہمت اللہ کی طرف بڑھنے سے رُک جائیگی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا۔ اسی لئے ابو سلیمان دارانی رحؒ نے کہا ہے کہ "جس نے نکاح کر لیا وہ دنیا کی طرف جُھک پڑا"۔ اور یہ بھی کہا: "میں نے کوئی مرید نہیں دیکھا کہ وہ نکاح کر کے اپنی حالت پر قائم رہا ہو"۔ اور اگر تم نے اپنے نفس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قیاس کیا ہے تو یہ تمھاری غلطی ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ السلام کو تو دنیا و آخرت اور انکی ساری کائنات

مشغول نہیں کر سکتی تھی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کو کوئی چیز اللہ کی طرف سے اپنی طرف پھیر نہ سکتی تھی۔ پس اگر تم پر کبھی شہوت غالب ہونے لگے تو تم پر روزہ رکھنا بھوکا پیاسا رہنا اور جاگنا لازم ہو گا۔ غالب تو یہی ہے کہ شہوت اسی سے دھیمی پڑ جائیگی۔ لیکن اگر وہ خلافِ معمول حد سے نکل جائے اور مرید آنکھ کو قبضے میں نہ رکھ سکے، تو اس خاص حالت کی وجہ سے نکاح واجب ہو جائیگا تاکہ اسکو راحت نصیب ہو۔ ورنہ جو شخص آنکھ کی حفاظت نہیں کر سکتا وہ دل کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔ اور جب اسکی توجہ ہی پریشان رہے تو اسکے تجرُّد کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کے قول کے مطابق اندیشناک حالت میں رہے گا اور ان کا قول حسبِ ذیل ہے:۔ "تم نظر سے بچتے رہو کہ وہ دل میں شہوت کا بیج بو دیتی ہے اور فتنہ انگیزی کے لئے کافی ہے۔" اور سعید بن جُبَیرؓ نے کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کا فتنۂ نظر اسی کی وجہ سے سرزد ہوا تھا۔

اور داؤد علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: "بیٹا! شیر اور سانپ کے پیچھے چل لیکن عورت کے پیچھے نہ چل"۔ یحیےٰ ابن زکریا علیہما السلام سے پوچھا گیا کہ زِنا کی ابتدا کیا ہے؟ فرمایا: "دیکھنا اور تمنا کرنا"۔ اچھا یہی ہے کہ اگر نفس کا مطالبہ اتنا زبردست ہو کہ اسکو توڑ نہ سکے تو نکاح کرے۔ مروی ہے کہ محمد بن سلیمانؒ کی روزانہ آمدنی اسّی ہزار درہم ہو گئی تو اس نے اہلِ بصرہ اور ان کے عالموں سے مشورہ طلب کیا کہ اسے کس عورت سے بیاہ کرنا چاہیئے؟ سب نے رابعہ عَدَوِیّہ کا نام لیا۔ سلیمان نے انکی خدمت میں مندرجۂ ذیل خط لکھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد اللہ تعالیٰ نے میری آمدنی اسّی ہزار درہم روزانہ تک بڑھا دی ہے اور چند ہی روز تک میں اسے پوری ایک لاکھ کر لونگا۔ اور میں آپکے لئے بھی اتنی ہی مہیا کر دونگا۔ سو آپ مجھے قبول فرمائیں۔"

انھوں نے جواب میں لکھا:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد۔ واضح ہو کہ دنیا سے بے رغبتی بدن کی راحت ہے۔ اور اسکی رغبت رنج و غم پیدا کرتی ہے۔ پس جب میرا یہ خط آپ کو پہنچے تو اپنے زاد کی تیاری کریں اور اپنی معاد کے لئے آگے بھیجیں اور اپنی ذات کے وصی آپ بنیں اور لوگوں کو اپنے وصی نہ بنائیں کہ وہ آپ کی وصی کو تقسیم کریں اور ہمیشہ روزے سے رہیں اور موت سے اسکو افطار کریں۔ اور جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اگر اتنا یا اس سے کئی گنا مجھے دیا ہوتا تو اسے لے کر ایک لحظہ اللہ سے غافل ہونا مجھے گوارا نہ ہوتا اس سے ظاہر ہوا کہ جو چیز اللہ سے روکے وہ قابلِ التفات نہیں +

بیان اُس شخص کی فضیلت کا جو شہوت کی مخالفت کرے

عصمت کا افضل درجہ یہ ہے کہ قدرت کے ہوتے سوتے شہوت کی مخالفت کر سکے۔ یہ صدیقوں کا درجہ ہے۔ اسی واسطے آنحضرت (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا ہے کہ: مَنْ عَشِقَ نَعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ (جو عاشق ہو، پھر پاکدامن رہے، پھر مرجائے تو وہ شہید ہے) اور فرمایا: سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّاظِلُّهٗ وَعَدَّ مِنْهُمْ رَجُلًا دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ اِلٰى نَفْسِهَا فَقَالَ اِنِّىْ اَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ (سات ہیں جن پر اللہ قیامت کے دن سایہ گستر ہوگا جس دن سوا اسکے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ان سات میں ایک اس شخص کو شمار کیا جسکو کوئی شریف وحسین عورت بلائے اور وہ کہدے میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔)

مروی ہے کہ سلیمان بن یسار بہت خوبرو آدمی تھے۔ ایک عورت نے انکے پاس آکر خواہش کی۔ وہ اس سے باز رہے اور اس عورت کو وہیں چھوڑ کر گھر سے نکل بھاگے۔ سلیمانؒ کہتے ہیں میںنے یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور گویا میں ان سے کہتا ہوں "کیا آپ یوسف ہیں"۔ فرمایا: "ہاں میں وہ یوسف ہوں جسنے قصد کیا اور تو وہ سلیمان جس نے قصد بھی نہیں کیا۔" وَاللهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ مَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

کہ کریم کارساز کی توفیق واعانت سے لباب الاحیاء کا جزءِ اوّل تمام ہوگیا ہے۔ یہ کتاب حُجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد الغزالی کی مشہور ومقبول تالیف مختصر الاحیاء کے پہلے تیرہ بابوں کا ترجمہ ہے، یہانتک کتاب کا نصف اول پورا ہوچکاہے۔ اس کے بعد لباب الاحیاء کا جزء دوم چودھویں باب سے شروع ہوکر چالیسویں باب کے آخر تک انشاء اللہ العزیز ختم ہوجائیگا اور وہ کتاب مختصر الاحیاء کے نصف ثانی کا ترجمہ ہوگی

عبدالحق عباس
